حاجی صاحبؒ کے خادم سفر و حضر مولانا فہیم خانؒ صاحب سے منقول
حاجی عبدالوہابؒ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیاتؒ پر مشتمل کتاب

میرے حاجی صاحب

بروایت

حضرت مولانا فہیم خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
اُستاذ حدیث جامعہ عربیہ رائیونڈ

ترتیب و تصحیح

مفتی سعد عبدالرزاق صاحب
فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
ورفنان فاؤنڈیشن

حاجی صاحبؒ کے خادمِ سفر و حضر مولانا فہیم خان صاحب سے منقول
حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب

بروایت

حضرت مولانا فہیم خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اُستاذ حدیث جامعہ عربیہ رائیونڈ

ترتیب و تصحیح

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

اس کتاب کی سوفٹ کاپی پی ڈی ایف فارمیٹ میں حاصل کرنے کے لئے نیچے دیئے گئے QR Code کو اپنے موبائل فون سے اسکین کریں اور نتیجے میں حاصل ہونے والے ڈاؤن لوڈ لنک پر کلک کریں۔
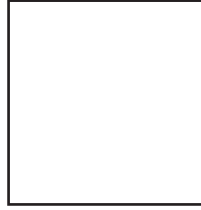
QR Code

اس کتاب سے متعلق معلومات کے لئے اس نمبر پر رابطہ فرمائیں۔

+92 333 4271614

میرے حاجی صاحب

بروایت : ____________ حضرت مولانا فہیم خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مرتب : ____________ مفتی سعد عبدالرزاق صاحب

تاریخ اشاعت : ____________ اکتوبر 2021

عرض مرتب

اکابر کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کا ذکر خیر کرنا اور اور ان کی سوانح حیات مرتب کر کے ان کی زندگی کے مختلف گوشوں اور ان کی دین کے لئے کی گئی خدمت اور اس راہ میں ان پر پیش آنے والی قربانیوں کو بیان کرنا ہمارے اکابر کا طریقہ رہا ہے، لیکن اس سلسلۃ الذھب (سونے کی لڑی) میں میری بھی شمولیت ہوگی اس کی تمنا تو ضرور تھی لیکن اپنی تہی دامنی اور بے بضاعتی کی بناء پر بظاہر یہ بات ناممکن نظر آتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات مسبب الاسباب ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ رائیونڈ حاضری کے موقع پر مولانا فہیم صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی جس میں انہوں جامعہ دارالتقویٰ لاہور کی تیار کردہ حاجی صاحبؒ کی سوانح حیات مجھے عطا کی اور ساتھ ہی اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میری یہ خواہش ہے کہ حاجی صاحب کی سوانح سے متعلق میرے بیان کردہ حصے کو مستقل نئے انداز میں مرتب کر کے شائع کیا جائے اور میری چاہت ہے کہ یہ کام تم کرو، یہ درحقیقت میرے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی جس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ ایک طرف تو کہ اس صدی کے مبلغ اعظم حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کی ترتیب میں شامل ہونا اور اس ہستی کی حیات کو مرتب کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے بلا مبالغہ لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا اور دوسری طرف یہ امید کہ اپنے اکابر کی سوانح حیات مرتب کرنے والوں کی فہرست کے کسی کونے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شمار فرمادیں گے۔

جو لوگ حاجی صاحبؒ اور ان کی زندگی کے حالات اور ان کے گزرنے والے روز وشب سے واقف ہیں وہ یقیناً اس بات کا اعتراف کریں گے اور اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پڑھنے والے کو بھی بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ حاجی صاحبؒ کی سوانح حیات مکمل طور پر مرتب کرنا اور ان کے اقوال، افعال اور واقعات کو مکمل طور پر اوراق پر منتقل کرنا بعید از امکان ہے، یہ کتاب تو دراصل حاجی صاحبؒ کی محبت میں مولانا فہیم صاحب دامت برکاتہم کے منہ سے جھڑنے والے وہ پھول ہیں جنہیں ایک گلدستے کی شکل دی گئی ہے تاکہ اس کی مہک سے ایک عالم معطر ہوجائے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گلدستے کو مہکتا رکھے اور اس کتاب کے پڑھنے والے کو اور ہم سب کو حاجی صاحبؒ کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی توفیق نصیب فرمائے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے دین عالی کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک محنت میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

میرے حضرت اور میرے شیخ واصف منظور صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہیں ہم متعلقین واصف بھائی کہا کرتے تھے، انہیں حاجی صاحب سے عشق تھا، حاجی صاحبؒ کو بھی ان سے بہت محبت تھی، حاجی صاحبؒ جب واصف بھائی کو دیکھتے تو چہرہ کھل جاتا تھا، اور وہ اپنی عادت کے مطابق کبھی انہیں میرے منّے اور کبھی میری منّی سے پکارا کرتے تھے، حضرت کی معیت میں کئی بار حاجی صاحبؒ کے کمرے میں حاضری ہوئی اور حاجی صاحبؒ اور حضرت کی محبت کے کچھ چھینٹے نصیب ہوئے، آپ سب سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں حاجی صاحبؒ کے ساتھ ساتھ میرے حضرت واصف منظور صاحبؒ کو بھی یاد رکھیں، اس موقع پر نا انصافی ہوگی کہ ان محسنین کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں ہاتھ میں قلم پکڑ نا سکھایا اور جن کی معاونت اور دعاؤں نے سہارا دیا، آپ سب سے درخواست ہے میرے والد صاحبؒ کو، میری والدہ محترمہ متعنا اللہ بطول حیاتھا کو، میرے استاد جی مولانا عطاء الرحمن صاحبؒ کو، مولانا امداداللہ صاحب دامت برکاتہم کو، مولانا عمران داود صاحب کو، میرے بھائی حافظ بلال صاحب سلّمہ کو، میرے گھر والوں کو اور اس کتاب کی تصحیح کرنے والوں اور شائع کرنے والوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے حکموں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک طریقوں پر پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک محنت میں لگے رہنے کی اور دوسروں کو اس مبارک محنت میں لگانے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

فقط والسلام

سعد عبدالرزاق

مقیم کراچی پاکستان

میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آہ میرے حاجی صاحبؒ دنیا سے رخصت ہو گئے، زندگی کا اک حسین باب اپنے اختتام کو پہنچا، وہ حادثہ پیش آہی گیا جس کے تصور سے جان جاتی تھی، یوں تو ہمیشہ پڑھا، پڑھایا، سنا، سنایا کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اور ہر ایک پر آنی ہے، لیکن اپنی محبوب ہستی کے جانے پر غم کے پہاڑ ٹوٹنے کو بطور محاورہ تو سنا تھا لیکن محسوس اب کیا، سوچ وفکر میں ایک زلزلے کی سی کیفیت طاری ہے کہ اب وہ آواز سننے کو نہیں ملے گی جو کانوں میں رس گھولا کرتی تھی، اب جب ان کے کمرے میں جائیں گے تو ان کے دیدار سے محروم رہیں گے، اور تحریر و بیان میں جب ان کا نام لیا جائے گا تو دامت برکاتہم کی بجائے رحمۃ اللہ علیہ کہنا ہوگا، ہائے یہ کیسے ہوگا، اب روز وشب کیسے بسر ہوں گے، جن کے زیر سایہ عمر کا ایک طویل عرصہ گزرا، اور رفاقت بھی ایسی کہ ہر وقت کا ساتھ، چاہے دن کا کوئی پہر ہو یا رات کی کوئی گھڑی، ہر تھوڑی دیر بعد کانوں میں ایک آواز رس گھولتی تھی کہ فہیم کو بلاؤ، فہیم سے پوچھو، میرے منّے کو بلاؤ، ہائے اب میرے منّے میرے منّے کی صدا اب نہیں سنائی دے گی۔

کوئی کہتا ہے کہ حاجی صاحبؒ چلے گئے، کوئی کہتا ہے کہ ہمارے امیر چلے گئے، کوئی کہتا ہے حضرت جیؒ کی آخری نشانی چلے گئے، کوئی کہتا ہے اکابر ثلاثہؒ کے صحبت یافتہ چلے گئے، میں کیا کہوں؟ میرا تو سب کچھ چلا گیا، ہاں! میرا سب کچھ چلا گیا، اب میں کیا کہوں کیا کروں؟

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا　　　صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ: مجھ پر مصائب ایسے ٹوٹے کہ اگر (روشن) دنوں پر ٹوٹتے تو (تاریک) راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ زخم کیسے بھرے گا، اور کیسے اس غم کی دوا ہوگی، ہاں اتنی تسلی ضرور ہے کہ وہ ہم سے کئی گنا زیادہ محبت کرنے والے اپنے اللہ کے پاس چلے گئے ہیں، وہ اللہ کہ جس سے ہونے کو ہی روز وشب بیان کرتے رہے اور اتنا بیان کیا کہ وہ جملہ کہ اللہ سے ہوتا ہے، اللہ کے غیر سے نہیں ہوتا، ان کی پہچان بن گیا، ہمیں یقین ہے کہ وہ اللہ ان کی ضرور لاج رکھے گا، اور وہ بالیقین اعلیٰ علیین میں ان انفاس قدسیہ کے ساتھ ہوں گے جن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے۔

حاجی صاحبؒ کی تدفین ہو رہی تھی اور مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وہ بات یاد آ رہی تھی جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے موقع پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمائی کہ يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ

تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ؟ (اے انس تمہارے دل رسول اللہ ﷺ کی نعش پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے)۔ آج اس محبوب کو کہ جس کے کپڑے پر ہم ایک شکن، ایک نقطہ برداشت نہیں کرتے تھے اسی کی قبر پر مٹی ڈال رہے ہیں، کیسی بے نیاز ذات ہے اللہ کی اور بے شک اسی کو یہ بے نیازی زیبا ہے، ہمارا کام تو اس کے حکم کے سامنے سر جھکانا ہے، اور اس کا حکم ہے جو اس نے اپنے حبیب ﷺ کی زبانی ہم تک پہنچایا اور آپ ﷺ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا، کہ جب کسی اپنے کا انتقال ہو جائے تو یوں کہا جائے، لہٰذا ہم بھی اس سنت کو ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا شَيْخَنَا يَا عَبْدَالْوَهَّابِ لَمَحْزُوْنُوْنَ (آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے مگر زبان سے ہم وہی کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے کہ اے ہمارے شیخ، اے عبدالوہاب! ہم آپ کی جدائی سے غمگین ہیں)۔

حاجی صاحبؒ کی سوانح حیات کو بیان کرنا میری دسترس سے باہر تھا لیکن کچھ احباب کے اصرار پر میں اس کے لئے آمادہ ہوا، یقیناً کسی سوانح نگار کے لئے حاجی صاحبؒ کی حیات مبارکہ کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے، لیکن یہ ایک ادنیٰ سی کوشش ہے، ایک نذرانۂ عقیدت ہے، ایک عاشق کی بیان کردہ اپنے محبوب کی داستان ہے، جو ٹوٹے ہوئے دل اور خون کے آنسوؤں سے لکھی گئی ہے، امید ہے کہ یہ عاشقوں کے دلوں میں محبت کی بہار لے کر آئے گی، اور حاجی صاحبؒ کے چاہنے والوں کے لئے مشعل راہ بنے گی۔

میں ان سب حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو اس کتاب کی تیاری میں میرے معین اور مددگار بنے، خصوصاً مولانا اویس صاحب اور ان کے ادارے جامعہ دارالتقویٰ کے احباب کا جنہوں سے اس پر ابتدائی کام کیا اور مفتی سعد عبدالرزاق سلمہ کا جنہوں نے میری خواہش پر اس کتاب کو از سر نو ترتیب دیا، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اور جملہ معاونین کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، اور ہم سب کو اس مقصد کے تحت زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر امت میں پیدا فرمایا ہے، وہ مقصد جس کی طرف میرے حاجی صاحبؒ زندگی بھر بلاتے بلاتے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے، آمین۔

فقط والسلام

محمد فہیم خاں

صدائے دل

(از مولوی ضرار بن فہیم)

جدائی لکھی تھی مقدر ہمارے
سفر کا تھکا ہوں سلادو پیارے
نگاہیں اٹھا کے کبھی تو بلا لیں
یہی ہے تمنا کبھی وہ پکاریں
سہارا بنے تھے غموں میں کبھی جو
یکایک بچھڑے مرے سب سہارے
غموں کے بھنور میں گھرا ہوں ابھی تو
کبھی تو ملیں گے مجھے بھی کنارے
مرے ہم سفر تھے مرے ہمنوا تھے
وہی تھے جہاں میں سبھوں سے پیارے
سفر سے حضر تک، سحر سے پہر تک
انہیں کے سمجھتا سبھی تھا اشارے
زیارت مجھے اب کہاں پھر ملے گی
نشہ سا چڑھا ہے خدا ہی اتارے
فہیم یہ ہی کہتا ہے سب سے سنو تم
مسافر چلا ہے خدا کے سہارے

جامعہ دار التقویٰ لاہور کی طرف سے شائع ہونے والی سوانح پر لکھے گئے دعائیہ کلمات

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امابعد! حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصحاب دعوت وعزیمت میں ایک نمایاں ومشہور نام ہیں اور مجدد دین وملت اور اپنے زمانے اور زمانۂ موجودہ میں بانی دعوت وتبلیغ کہلاتے ہیں، جیسا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت کی جلد پنجم کے مقدمے میں فرمایا ہے کہ:

''چودھویں صدی کی دینی شخصیات میں مولانا الیاس صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو کہ دعوت وعزیمت کی ایک کڑی سمجھے جاتے ہیں۔''

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحبؒ کے علالت کے اخیر زمانے میں دونوں بزرگان مولانا منظور نعمانیؒ اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نیک بندے سے کوئی دین کا کام شروع کرواتے ہیں تو اسے ضائع نہیں کرتے۔''

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کے بعد مولانا یوسف صاحبؒ اور پھر مولانا انعام الحسن صاحبؒ وغیرہ حضرات کی صحبت سے کامل استفادہ کرتے ہوئے، اس صدی کے اس عظیم دعوت والے کام کو اپنی بلندیوں تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس شخصیت کا انتخاب فرمایا وہ''حضرت محترم حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں، جس کے چھوٹے بڑے سب معترف ہیں یہ مبارک ہستی 18 نومبر سن 2018 کو ہم سے رخصت ہوئی، ان کی زندگی کا ہر دن ایک داستان ہے، تاریخ کا ایک باب ہے اور تعلیم وتربیت کا ایک بے مثال نمونہ ہے، تبلیغ میں لگنے سے پہلے کی ذاتی زندگی بھی اور دعوتی زندگی بھی، یہاں تک کہ موت کے وقت کے آخری لمحات بھی اہل اسلام کے لیے ایک بے مثال زندگی گزارنے کا نمونہ پیش کرتے تھے، چونکہ اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، اس لیے ہر زمانے کے اعتبار سے ایسے لوگوں کا وجود امت کو بخشا کہ جن کے ذریعے سے اپنے دین کی حفاظت کرواتے رہے، انہیں میں سے ایک حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جیسا کہ مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوریؒ فرماتے تھے کہ:''ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک ہی تھے، دو نہیں، عبدالوہاب بھی ایک ہی ہوگا دو نہیں۔''

ایک لگن تھی، ایک جوش تھا، ایک دھن تھی کہ انسانیت دوزخ سے کیسے بچے، ان کا سونا جاگنا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا

اسی بے چینی، اسی غم، اسی درد کے ساتھ گزرتا تھا۔

ان کی شخصیت کے مختلف پہلو اور زندگی کے کچھ حالات ہر خاص و عام کے سامنے آجائیں اور ہر خاص و عام ان کی زندگی سے مستفید ہو جائے، اس لئے یہ کتاب ترتیب دی گئی اور اب یہ آپ حضرات کے سامنے ہے، ویسے تو یہ ایک ادنیٰ سی کاوش ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا احاطہ بالکل نہیں کرسکتی، کیونکہ حاجی صاحبؒ کی زندگی کا ہر دن، ہر سفر، ہر موقع اور ان کے روزانہ کے معمولات اور بیانات کو قلم بند کرنا بظاہر کسی کی استطاعت میں نہیں، یہ چھوٹی سی کاوش گویا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش ہے، البتہ اس کتاب سے پڑھنے والے کو اتنا اندازہ ضرور ہو جائے گا کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارے بڑے کیسی زندگی گزار گئے اور ہمارے لیے کیا نمونہ چھوڑ گئے، اللہ پاک ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنے کی پوری امت کو توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب کو ایمان اور صحت کی سلامتی کے ساتھ دین کی محنت میں لگے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

فقط والسلام

محمد فہیم

فہرست

تبلیغ اور تبلیغی کام 16
میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت وتبلیغ 17
دعوت کا غلبہ 17
میوات میں دین کی عام اشاعت 18
مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بزبان سوانح یوسفیؒ 22
حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ 23
پاکستان میں تبلیغ ودعوت کی محنت 24
تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر 24
تبلیغی جماعت پاکستان کے دوسرے امیر 25
تبلیغی جماعت پاکستان کے تیسرے امیر 26
میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ 27
تاریخ پیدائش میں ایک مغالطہ 27
خاندانی پس منظر 28
والدصاحب کی دوسری شادی 28
آغازِ تعلیم 29
لاہور میں قیام 30
کالج کے زمانے کے معمولات 31
طبیعت کی چستی اور نشاط 32

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ.......... 34
حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ.......... 35
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ.......... 37
حضرت مدنیؒ کے نام خط اور اس کا جواب.......... 37
مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ.......... 44
کالج سے فراغت اور واپسی.......... 45
مرکز نظام الدین آمد.......... 46
مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات.......... 46
جماعتوں کی روانگی اور مصافحہ کی اہمیت.......... 47
ہر کام کو کرنے سے پہلے اس سیکھا جائے.......... 47
حاجی صاحبؒ کی پہلی تشکیل.......... 48
نظام الدین میں گشت کا عمل.......... 48
مولانا الیاس صاحبؒ کے بیان کی تاثیر.......... 49
حاجی صاحبؒ کے ایک خوف کا ازالہ.......... 49
میں چوراہے کا سپاہی ہوں.......... 50
اہل اللہ کی صحبت اور ان کی قدردانی.......... 51
مولانا عبیداللہ سندھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظام الدین آمد.......... 52
اللہ والوں کی خدمت میں جانے کا ادب.......... 54
مسلمان کے ظن کا اثر اور اس کی طاقت.......... 54
دینی حمیت.......... 56

اللہ کی رحمت اترنے والی ہے.......... 56
حجازِ مقدس کی طرف پہلی جماعت.......... 57
مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ 58
مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق اوران کا پہلا تبلیغی بیان.......... 60
اب دعوت کے کام کا کیا ہوگا.......... 61
انتقالِ نسبت.......... 63
حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ اورحاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ 64
اجتماعی عمل کی اہمیت.......... 65
حضرت رائے پوریؒ کی خلافت.......... 65
بڑوں کا اعتماد.......... 66
جس کی کام پرجان لگ رہی ہواسی کا مال قبول کیا جائے.......... 66
دعا پراعتماد.......... 67
مشورے سے پہلے مشورہ اورکام کی حقیقت.......... 67
والدصاحب کی نظام الدین آمد.......... 68
شادی.......... 69
حاجی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ.......... 69
والدصاحب کی ناراضگی.......... 70
براہ راست تربیت.......... 71
شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے تعلق 72
نظام الدین آنے کا مقصد مسجد ہے یہ کمرے نہیں 73

جیسے لینا چاہتے ہیں، ویسے دینے کے لیے تیار نہیں.......... 73
حکمت وبصیرت.......... 74
پاکستان کی طرف ہجرت اور پہلی جماعت.......... 74
داستان ہجرت.......... 76
پاکستان میں کام کی ابتداء.......... 80
مرکز کی تلاش اور رائے ونڈ میں مرکز کا قیام.......... 80
بھوک کے مزے لوٹ لو.......... 83
رائے ونڈ کا پہلا تبلیغی اجتماع.......... 83
موت پر بیعت.......... 83
پاکستان میں تبلیغی کام اور اس کا نظم.......... 85
مولانا یوسف صاحبؒ کی پنڈی آمد.......... 86
پاکستان کا آٹھواں اور آخری سفر.......... 87
حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بطور امیر تقرر.......... 89
حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں دعوتی کام.......... 90
دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک.......... 91
اکابر ثلاثہ کے ستر سالہ دور امارت کی کچھ اہم خصوصیات.......... 94
مولانا سید سلیمان ندویؒ کی پاکستان آمد.......... 98
مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حاجی صاحبؒ کی ملاقات اور ترغیب.......... 99
مولانا عزیر گل صاحبؒ سے ملاقات.......... 100
حاجی صاحبؒ کا تاجر برادری سے میل ملاپ.......... 101

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ استغناء...... 102
خواص...... 103
کسی کی چیز قبول کرنے کے لیے کچھ شرائط تھیں...... 103
کام کی دھن اور فکر...... 103
فناء فی التبلیغ...... 104
گردوپیش پر گہری نظر...... 105
مردم شناسی...... 105
مخالفین سے سلوک...... 106
احساس ذمہ داری...... 106
علم اور اہل علم کی قدر...... 107
حاجی صاحبؒ کا تھپڑ...... 108
یقین محکم...... 109
مستقل مزاجی...... 110
مولانا عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصولی...... 110
بلاد عرب کی طرف پہلی جماعت...... 111
جہاں جائیں وہاں کے امیر کے تابع ہوجائیں...... 112
پرانوں کا جوڑ...... 112
بلاتفریق سب کے بیان کو ادب سے سننا...... 113
ماہانہ مشورہ...... 114
اس کام میں اصل تو نقل وحرکت ہے...... 114

حاجی صاحبؒ کے آخری سالوں میں اسفار کی تفصیل....................115
مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اور حاجی صاحبؒ کا سفر ہند....................117
مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کام کی ترتیب....................117
حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہند....................120
حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعد صاحب کے درمیان گفتگو کا خلاصہ....................121
رائیونڈ اجتماع سن ۲۰۱۵ء اور شوریٰ کی تکمیل....................122
حاجی صاحبؒ کے عوارض و امراض....................123
آخری ایام اور وفات....................127
مولانا طارق جمیل صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر درد بھرا بیان....................129
مولانا محمد فہیم صاحب کا بیان....................131
حاجی صاحبؒ کی وصیت....................137
نماز جنازہ....................137
تدفین....................138
حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کام کی ترتیب....................139
حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات....................140
مکتوبات حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ....................189
معمولاتِ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ....................196
حاجی صاحبؒ کی ذاتی بیاض....................197

تبلیغ اور تبلیغی کام

اللہ جل جلالہ کا ہمیشہ سے یہ ضابطہ اور قانون رہا ہے کہ انسانیت کی رہبری اور رہنمائی کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں میں سے کسی نہ کسی کا انتخاب فرما کر اہل دنیا کی طرف بھیجا کرتے تھے، جنھیں ہم نبی اور رسول کہتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے اللہ جل جلالہ نے انسانیت کی رہبری اور رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کو بند فرما کر اس عظیم ذمہ داری کے لئے پوری امت محمدیہ کا انتخاب فرمایا، پھر امت محمدیہ میں سے ہر زمانے میں خاص خاص بندوں کا چناؤ ہوا، جن کو عوام الناس کی رہبری کی ذمہ داری سونپی گئی، جن کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک پھر شاہ صاحبؒ سے ہوتے ہوئے مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے نامور تلامذہ کی پوری جماعت اور آخر کار چودھویں صدی کے وسط میں اللہ تعالی نے ایک ایسی ہستی کا انتخاب فرمایا جو اپنے وجود کے اعتبار سے انتہائی ضعیف ونحیف و کمزور لیکن اپنی قوت فکر اور تعلق مع اللہ کے اعتبار سے انتہائی قوی، نڈر، بہادر اور جانفشاں تھے، جنھیں دنیا مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔

اللہ تعالی نے امت کی اصلاح کا ایک درد، ایک بے چینی، ایک کڑھن ان میں ودیعت کر رکھی تھی، چنانچہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ (مولانا الیاس صاحبؒ کے بڑے بھائی مولانا یحییٰ صاحبؒ کے فرزند) فرماتے ہیں کہ سن ۱۳۴۴ ہجری کے سفرِ حج میں اللہ تعالیٰ نے چچا جان کے دل میں اس کام کا القاء فرمایا۔

۱۳۴۴ھ میں جب مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ ختم ہوا اور رفقاء چلنے کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے مولانا کو عجیب بے چینی اور اضطراب میں پایا، آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے، مولانا فرماتے ہیں کہ: ''مدینہ کے اس قیام کے دوران مجھے اس کام کے لیے بشارت ہوئی کہ ہم تم سے کام لیں گے، کچھ دن بے چینی میں گزرے کہ میں نحیف وناتواں کیا کرسکوں گا، کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے، یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ مدینہ منورہ سے رخصت ہوکر ہندوستان تشریف لے آئے۔

ہندوستان واپس تشریف لا کر وقت کے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام اور اس کے طریقہ کار پر استفتاء کر کے اس دعوت والی محنت کی ابتداء فرمائی، چنانچہ اس کام کی بنیاد کلی طور پر نصوص پر رکھی گئی،

اس لیے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کام کو جب اٹھایا گیا ہے تو اٹھانے والوں نے اپنے اصول سوچ سوچ کے نہیں رکھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک سیرت اور مبارک زندگی اس کام کے اصول ہیں۔

میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت وتبلیغ

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میوات میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اس میں روز بروز اضافہ کرتے چلے گئے، بکثرت دورے اور جلسے اور گشت ہوئے، اور میواتی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھرنے لگیں، شہری مسلمانوں کی طرف بھی دعوت کا رُخ ہوا، شہروں میں دینداری ضرور موجود تھی، مگر وہ برابر سمٹتی اور سکڑتی چلی جارہی تھی، مولانا کی آنکھوں کے سامنے دین داری میں سخت انحطاط وتنزل آرہا تھا اور جہاں صدیوں سے علم وارشاد کی شمع روشن چلی آرہی تھی اور دیئے سے دیا جلتا چلا آرہا تھا وہ بے نور ہوتے چلے جارہے تھے۔ جو اٹھتا تھا اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا تھا اور پھر وہ جگہ تاریک ہوجاتی تھی، مولانا اس نقصان کی تلافی اس طرح کرنا چاہتے تھے کہ دین عام طور پر مسلمانوں میں پھیلے اور دین داری عام ہو، پھر ان میں خواص اہل دین پیدا ہوں یہی پہلے بھی ہوا ہے اور اسی طرح اب بھی ہو تو کام چلے، علم دین کا حال دین داری سے بدتر تھا، وہ تو بہت پہلے خاص الخاص لوگوں کے گھرانوں سے مخصوص ہوکر رہ گیا، عام مسلمان دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے چلے جارہے ہیں، مولانا کا رجحان اس بارے میں یہی تھا کہ علم دین مسلمانوں میں پھیل جائے اور کوئی مسلمان ایسے ضروری علم دین سے جس کے بغیر بحیثیت مسلمان کے زندگی گزارنا مشکل ہے بے بہرہ نہ رہے، پھر ان میں خواص اہل علم ماہر فن اور صاحب فضیلت پیدا ہوں۔

دعوت کا غلبہ

مولانا کی طبیعت پر دعوت کا غلبہ روز بروز بڑھتا جارہا تھا، مضامین وعلوم کا شدت سے قلب پر ورود تھا، دعوت اور نظام دعوت کے مختلف گوشے اور پہلو نظر کے سامنے آتے جاتے تھے، اور ان کے نصوص اور مآخذ کتاب وسنت، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں مل رہے تھے، میواتی اگرچہ ان بلند اور دقیق علوم سے علمی مناسبت نہیں رکھتے تھے مگر اس کام سے روحی مناسبت ضرور رکھتے تھے، قوتِ عمل میں اہل شہر اور اہل علم سے بہت بڑھے ہوئے تھے، مولانا اس حقیقت سے خوب واقف تھے اور آپ نے اس کا بارہا اعتراف فرمایا،

چند میواتی احباب کو ایک خط میں اپنے دل کی بات لکھتے ہیں: میں اپنی قوت اور ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا، میرے پاس بجز اس کے کہ تم لوگوں کو قربان کر دوں کوئی اور پونجی نہیں، میرا ہاتھ بٹاؤ۔

ایک خط میں لکھتے ہیں: دنیاوی کاروبار میں مصروف رہنے والے بہتیرے ہیں، دین کے فروغ کے لیے گھر بار چھوڑنا اس وقت اللہ نے میوؤں کو نصیب کیا ہے۔

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس قوم کی پستی کلمۂ لا الہ الا اللہ کے لفظوں سے بھی گر چکی ہو، وہ ابتداء سے درستی کئے بغیر انتہاء کی درستی کی کب قابل ہوسکتی ہے، اس لیے میں نے درمیانی اور انتہائی خیالات بالکل نکال دیئے، ابتداء درست ہو کہ راستہ پر پڑ جائیں گے تو انتہاء پر خود بھی پہنچ جائیں گے اور ابتداء کے بگڑے ہوئے کا انتہاء کی درستی کا خیال ہوس اور بوالہوسی کے سوا کچھ نہیں۔

اسی بناء پر آپ اپنی اس دعوت و تبلیغ کو (جو مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اور اُصولِ دین کا رواج دینے کے لیے تھی) تحریک ایمان سے موسوم کرتے تھے، اور مذہب کی بقاء کے لیے اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس کے لیے ہر قربانی اور ہر طرح کی قدردانی کو کم سمجھا جاتا تھا، ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں ہماری یہ تحریک ایمان جس کی حقانیت کو اہل جہاں تسلیم کر چکے ہیں، اس کے عمل میں آنے کی صورت بجز اس کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو اور کوئی ذہن میں نہیں آتی۔

میوات میں دین کی عام اشاعت

ان رضا کار مبلغین کی وجہ سے جو بہت بڑی تعداد میں اپنا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اپنا ضروری خرچ یا خوراک ساتھ باندھے ہوئے، ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور میوات کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھرتے رہتے تھے، تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقے میں دین اور دین داری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی، حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام کا صحیح طرز وہی ہے جو قرنِ اوّل میں تھا، اسلام کے سپاہی لڑنے کے لئے ہتھیار اور کھانے کے لیے سامان اور خوراک اپنے گھر سے لاتے تھے، اور شہادت کے شوق اور رضائے الٰہی کی طلب میں جہاد کرتے تھے، میوات کی اس دینی نقل و حرکت میں اس مبارک دور کی ہلکی سی جھلک تھی، اگر کوئی ان مبلغین کے قافلوں کو اس حالت میں گزرتا ہوا دیکھتا کہ کاندھے پر کمبل پڑے ہوئے ہیں، بغل میں سپارے دبے ہوئے ہیں، چادر کے پلوؤں میں چنے یا چند روٹیاں بندھی ہوئی ہیں، زبان ذکر و تسبیح میں مشغول ہے، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدے کے

نشانات، ہاتھ پاؤں سے جفاکشی اور مشقت کا اظہار ہو رہا ہے تو دیکھنے والے کے سامنے بیر معونہ کے ان شہید صحابیوں کی ایک دھندلی سی تصویر پھر جاتی جو قرآن اور احکامِ دین کی تعلیم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے جا رہے تھے اور شہید کر دیئے گئے تھے۔

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جس طرح مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعوت وتحریک کے متعلق کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرنِ اوّل کا ہیرا ہے، مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ مولانا خود اس چودھویں صدی میں قرنِ اوّل کے خزانۂ عامرہ کا ایک موتی ہیں، اور آپ کی ذات ہزار صد ہزار شکر کی مستحق ہے کہ اس فتنہ وفساد اور ایمان سوز اور لادینیت کے حالات اور دور میں اُمت مسلمہ کو قرنِ اوّل کا ہیرا تھما دیا، جس کی بناء پر کروڑ ہا مسلمان اپنے ایمان کو سنوارنے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے پاکیزہ طریقے کی تحصیل میں مصروف اور مشغول ہو گئے۔''

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں برصغیر کے کچھ علاقوں اور حجاز مقدس تک یہ کام پہنچا، ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء صبح صادق کے وقت اس دینی دعوت کی نقل وحرکت کے لیے فکر کامل اور سعی بلیغ اور جہد مسلسل فرما کر اور ایک غیر رواجی عمل کو ہمہ گیر اور عالمگیر شان میں لا کر امت مسلمہ کے حوالہ کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ فَبَلَّغَ اَحْسَنَ الْبَلَاغِ رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

اکابر ومشائخ کے ایماء پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے انتقال سے ایک روز قبل خلافت ونیابت سے سرفراز فرمایا تھا اور کام کے متعلق کامل اطمینان کا اظہار بھی فرمایا تھا اور اپنے صاحبزادے کو کچھ نصیحتیں فرمانے کے بعد یہ شعر بھی پڑھا تھا:

داد او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ترجمہ: اللہ کی داد ودہش کے لیے قابلیت شرط نہیں، بلکہ قابلیت کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی داد ودہش شامل حال ہو۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا: یوسف آمل لے ہم تو چلے۔

خدا جانے اس پُر محبت نگاہ میں کیا تاثیر تھی کہ جس سے درد وفکر اور ایمان ویقین کی ایک نہ بجھنے والی آگ ایک سے دوسرے کے اندر منتقل ہو گئی اور وہ خلاء جو ایک عظیم داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقالِ نسبت

سے اور خدا کی شان عطائی سے پُر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی صفات و کمالات مولانا الیاس صاحبؒ کو عطا فرمائے تھے، ان کے انتقال کے بعد یہ مولانا یوسف صاحبؒ کے اندر منتقل ہو گئے، اس کی حقیقت حال کے بارے میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ یوں فرماتے ہیں کہ ''اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ کی دیکھیں ① دین کا درد و فکر ② اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین ③ معارف و حقائق کا فیضان۔ پھر مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں آ گئیں اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے۔''

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نظامِ ہدایت کے اٹل قوانین اور غیر متبدل سنت اللہ کی بناء پر دعوت و ہدایت کا ایک خاص خاکہ و نقشہ تھا جس پر ان کا ویسا ہی ایمان و یقین تھا جیسا کہ کسی بدیہی سے بدیہی چیز پر ہو سکتا ہے، اس خاکہ و نقشہ کا ہر خدوخال انبیاء علیہم السلام کے قصص قرآن حکیم کی ہدایات، سنن نبویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی تھی اور وہ ہر قدم خدا کی توفیق سے دیکھ دیکھ کر اُٹھاتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ یہ دعوت محض چند اعمال کی دعوت نہیں بلکہ پورے دین کے احیاء کی پورے عالم میں کوشش ہے، بعض ناواقف جو صورتِ حال سے واقف نہیں اسے سطحی دعوت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی تنگ نظری اور سطحیت کی دلیل ہے، کاش وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس کام کو سمجھتے اور اپنا لیتے، چند اعمال کے احیاء کا سوال نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے جو اپنے مقصد، عقائد و ایمان، احوال و اعمال، عبادت وللّٰہیت، افکار و احساسات، اخلاق و معاشرت میں صحابہ کا نمونہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت سے اُمید ہے کہ جس طرح اس نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اسے اُٹھایا، بڑھایا، چمکایا اور اس سطح پر پہنچا دیا، آئندہ بھی اس کے فروغ کی صورتیں پیدا فرمائے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، عمل، مسلسل مجاہدات، طریق دعوت کی درستگی اور دعاؤں کا یہ اثر تھا کہ وہ کام جو مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے وقت ہندو پاک کے صرف چند خاص خاص مقامات تک محدود تھا، وہ بڑھا اور پھیلا، اور دیکھتے دیکھتے یورپ و امریکہ، جاپان و افریقہ، اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک پہنچ گیا، جماعتوں اور دینی قافلوں کی ہندو پاک اور بیرونی ممالک میں نقل و حرکت سے لاکھوں فیضیاب ہوئے، ہزاروں نے راہ پائی، سینکڑوں متقی کامل بنے، سوتے جاگتے بے طلبوں میں طلب پیدا ہوئی، بے دینوں میں

احساسِ دین آیا، سونی مسجدیں آباد ہوئیں، اللہ کے دین کی آواز گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، ملک بہ ملک گونجی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنوں نے اس دعوت ومحنت سے فیض پایا، اور کتنے بھٹکے ہوئے انسان راہ پر آئے، کتنی مردہ سنتیں زندہ ہوئیں، کتنے فرائض میں جان پڑی، کتنی نئی مساجد تعمیر ہوئیں، کتنے غافل و بے بہرہ دینی علوم کے طالب بنے، کتنے ذاکر وشاغل بنے، کتنوں میں دین کا درد وفکر پیدا ہوا، کتنے لذت وحقیقت دُعا سے آشناء ہوئے، اس کام کے ثمراتِ عاجلہ کا بھی سچی بات یہ ہے کہ احاطہ نہیں کیا جا سکتا، آخرت ہی میں معلوم ہوگا کہ اس کام کے چالو ہو جانے سے عالم میں کتنی خیر کی صورتیں پھیلیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات کے شمار میں ایک امتیازی خصوصیت جس میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے یہ تحریر فرمائی ہے:

''ان کی تقریروں اور صحبت کا وہ اثر ہے جو سامعین اور حاضرین پر پڑتا، خاص طور پر ان سلیم طبیعتوں پر جن کا دل ودماغ دوسرے اثرات سے آزاد اور ان کی طبیعتوں میں تسلیم وانقیاد کا مادّہ غالب ہوتا، ان کی کیمیا اثر صحبت اور ان کی انقلاب انگیز تقریروں نے اتنی زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں، اور اتنے دلوں اور دماغوں کو متاثر کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں، ان صحبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گہرے ہوئے کہ صورت اور سیرت زندگی اور یہاں تک کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ بھی بدل جاتا۔''

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی، ان کی ہمت کا طائر بلند پرواز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا، کوئی دُور سے دُور جگہ ان کو دُور اور مشکل سے مشکل کام ان کو مشکل نہیں معلوم ہوتا تھا، انہوں نے اپنی تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بے تابی سے برسوں کا کام مہینوں میں، اور مہینوں کا کام ہفتوں میں اور دنوں میں کرلیا، اپنے والد نامدار کے بعد نئے ملکوں میں جماعتوں کے جانے کا افتتاح کیا اور ساری دُنیا کو گھر کا آنگن بنالیا، حج کا مسئلہ اُٹھایا اور اس میں ایک نئی رُوح پھونک دی، اور دیکھتے دیکھتے حجاج کی تعداد اور ان کی کیفیات میں عظیم فرق پیدا ہو گیا، اجتماعات میوات کے محدود پیمانے سے نکل کر اتنے عظیم ووسیع بن گئے کہ بڑی بڑی سیاسی کانفرنسیں اور بڑے بڑے پبلک جلسے (مجمع کی کثرت میں بھی) ان کے سامنے ماند پڑ گئے، اور ان کی وہ کثرت ہوئی کہ مولانا کے لیے نظام الدین کا قیام مشکل ہو گیا، تبلیغی تقریروں، غیر مسلموں سے خطاب، حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ، موجودہ مادّی زندگی پر تنقید اور فساد

کے سرچشمہ کی نشاندہی کے باب کا افتتاح کیا اور ان میں ایسی کشش پیدا کر دی کہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متاثر ہوئے، یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمہ داری اور دعوت کے صرف بیس سال کے اندر انجام دیئے، اور یہ سب منزلیں طے کر کے ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بلال پارک لاہور میں اپنے خالق سے جا ملے۔'' (سوانح مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بزبان سوانح یوسفیؒ

''بالآخر نعش بلال پارک (جو لاہور کا تبلیغی مرکز تھا) لائی گئی، مسجد کے اندر اور باہر ایک جم غفیر، ہر ایک آنکھوں سے آنسو رواں، زبانیں خاموش، جسم ساکت تھے، ہندوستان سے مولانا کے رفیق سفر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اٹھے اور فرمایا، بزرگو! دوستو! آج بہت بڑے صدمے کی بات ہوگئی کہ حضرت جی کا انتقال ہو گیا، دل پھٹ رہے ہیں، طبیعتوں میں ٹھہراؤ نہیں، ہمارے محدود ذہنوں کی محنت کا مرکز اُٹھ گیا، لیکن آج ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہے، سنئے اور پوری توجہ سے سنئے! فرمایا گیا کہ جب ایسا وقت آ جائے تو اس موت کو یاد کرو جوان پر گزری جو اس پوری کائنات کی تخلیق کا باعث تھے، ہمارے ماں باپ قربان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا اس دھرتی پر اس دن سے بھی زیادہ کوئی برا دن آیا ہوگا جس دن ہماری محبتوں کا مرکز اٹھا، آج کے دن مرنے والے سے محبتیں ان ہی کے واسطے سے تھیں، اس لیے آج ہمیں وہی کچھ کرنا ہے جو اس وقت اصل محبت والوں نے کر دکھایا اس وقت کا پورا نقشہ پیش کیا، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کا واقعہ سنایا کہ دین کی دعوت کے لیے لشکر تیار کھڑا ہے، ادھر اس کائنات کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعش مبارک رکھی ہے، لیکن سب سے پہلے جو کام کیا گیا وہ یہ تھا کہ لشکر کی روانگی پوری محنتوں سے کی گئی، ہزاروں رکاوٹیں درپیش، لیکن محبت کا تقاضا تو اصل میں یہی تھا کہ جس کی بدولت یہ سب کچھ ظہور میں آیا اور بتایا گیا کہ اس طریقے کے بانی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت پر اسی مرنے والے نے اس وقت تک میت اٹھانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ اللہ کی راہ میں تین تین چلوں کی جماعتیں روانہ نہ کر دیں، آج ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بتائے دیتے ہیں کہ یہ میت اسی وقت اٹھے گی جب یہاں سے اس وقت جماعتیں تیار ہو کر اللہ کی راہ میں نکل جائیں گی، اللہ اکبر! بیان میں کیا تاثیر تھی کہ واقعی جماعتیں تیار ہو گئیں اور روانگی کی فکر ہونے لگی، خوشی ہوئی کہ اس مردِ درویش کے اُٹھ جانے کے بعد بھی سعید رُوحیں موجود ہیں جو ایسے وقت میں خود بھی سنبھلتی ہیں اور دوسروں کے لیے سہارا بنتی ہیں۔

بہرحال آپ کا جنازہ دہلی نظام الدین میں لایا گیا، تدفین سے پہلے یہاں بھی اسی نوعیت کا بیان حضرت مولانا

محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور جماعتیں دُور اور دیر کے لیے خوب نکلیں۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور اہمیت کا احساس ہر درد اور فکر رکھنے والے کو ہو رہا تھا، وہ پیش آ گیا، مولانا کی نیابت کا کام آسان نہ تھا، اس کے لیے وہی در دِ جگر رکھنے والے کی ضرورت تھی، جو ذہنی دماغی اور قلبی حیثیت سے مولانا ہی کی طرح تبلیغی دعوت سے تعلق رکھتا ہو اور شروع ہی سے سفر وحضر میں ساتھ رہا ہو، اس لحاظ سے نظریں مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑ رہی تھیں، جو مولانا یوسف صاحبؒ کے بچپن کے ساتھی اور دست راست، ایک بڑے عالم و فاضل، مولانا الیاس صاحبؒ کے معتمد علیہ مجاز اور تبلیغی دعوت کے درحقیقت دماغ تھے، مولانا یوسف صاحبؒ نے ہمیشہ ان ہی کے مشورہ سے کام کیا اور ان کی رفاقت وصحبت اور مشوروں پر اطمینان اور اعتماد رکھا۔

شیخ الحدیث صاحبؒ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی ذات پر ہو سکتا ہے، مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا نائب اور دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا، اور پھر عمومی اعلان کے بعد بحیثیت جانشین آپ نے لوگوں کو بیعت کیا۔

شیخ الحدیث صاحبؒ کے اظہار اطمینان و اعتماد اور دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی جواں مردی کے ساتھ ان تمام دعوتی تقاضوں کو پورا فرمایا جو ایک امیر اور جانشین کی حیثیت سے آپ کے کاندھوں پر آ گئے تھے، زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی نقل وحرکت اور نئے اجتماعات کی تاریخیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام اجتماعات میں آپ نے شرکت فرمائی جن کو مولانا یوسف صاحبؒ اپنی زندگی میں طے فرما گئے تھے، اس معاملہ میں آپ نے اپنی طبیعت کے ضعف اور نت نئی مخالفتوں کی بھی پرواہ نہیں فرمائی۔

حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے دعوت کے عمل کو خوب وسعت دی اور پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ جماؤ پیدا کرنے کے لیے انتھک جدوجہد فرمائی اور نت نئی اُلجھنوں کو احسن طریقے سے سلجھایا اور نئے مسائل کو خوب حل فرمایا اور جدید وقدیم کارکنان اور مختلف طبقات کی کامل اجتماعیت کو اُصول وآئین کے دائرے میں برقرار رکھتے ہوئے اور صبر وتحمل اور حسن تدابیر کے ساتھ نبھاتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں رہے، یہاں تک کہ پیغامِ اجل آ پہنچا اور اپنے رب سے ۱۰ جون ۱۹۹۵ء کو جا ملے۔ (رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً)

پاکستان میں تبلیغ ودعوت کی محنت

تقسیم ہند سے پہلے لاہور، پشاور اور کراچی تک دعوت کی محنت مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں ہی شروع ہوچکی تھی، چنانچہ قیام پاکستان کے فوراً بعد حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا یوسف صاحبؒ نے پاکستان میں کام کرنے والوں کو لے کر کام شروع کرنے کے لئے ایک جماعت کے ساتھ بھیج دیا، لہٰذا پاکستان میں محنت کی ابتداء حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی فرمائی اور دو تین سال بعد اس نے اپنا استحکام پکڑا تو اس وقت اس کام کو مزید منظم شکل دینے کے لیے ۴ دسمبر ۱۹۵۰ء کراچی میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور پرانے تبلیغی احباب کے باہمی مشورہ اور اجازت سے محترم جناب الحاج بھائی محمد شفیع قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تبلیغی جماعت پاکستان کا پہلا امیر مقرر کیا گیا اور رائے ونڈ کو تبلیغی مرکز طے کیا گیا۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے پہلے امیر

بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحبؒ بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے قریبی ساتھیوں اور تبلیغی جماعت کے پرانے اور فعال احباب میں سے تھے۔ آپؒ کی پیدائش غیر منقسم ہندوستان میں ۱۹۰۴ء میں ہوئی، قیام پاکستان کے بعد آپؒ نے پاکستان کی طرف ہجرت کی اور راولپنڈی میں سکونت اختیار کی، آپؒ کی قیام گاہ مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی سے بالکل متصل واقع ہے، آپؒ نے ٦٧ سال عمر پائی اور ۱۹۵۰ء سے لے کر اپنی وفات مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء تک تقریباً اکیس سال تک مسلسل تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر اوّل کی حیثیت سے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر بڑی محنت وجاں فشانی کے ساتھ امارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور جماعت کے کام کو آگے بڑھاتے رہے، آپؒ نے ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پشاور سے آگے ''کھجوری'' کے علاقہ ''کھوئی'' میں ایک سہ روزہ تبلیغی اجتماع میں وفات پائی اور مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز زکریا مسجد راولپنڈی کے عین متصل اپنے ہی گھر کے ایک وسیع احاطے میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریشی صاحبؒ کے بارے میں فرماتے تھے کہ تبلیغی اصول سے سب سے زیادہ باخبر قریشی صاحبؒ تھے، اسی سلسلے میں فرماتے تھے کہ قریشی صاحبؒ فرماتے تھے کہ تمہارے یہاں پیسے کی قیمت ہے آدمی کی قیمت نہیں ہے، اگر کسی آدمی سے کوئی مالی بدعنوانی ہوجائے تو ہمیشہ کے لئے تمہاری نظروں سے گرجائے گا حالانکہ انسان کہیں زیادہ قیمتی ہے، ایک موقع پر گشت کرکے واپس آرہے تھے فرمایا کہ الحمدللہ

بخشش کا سامان ہوگیا، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم نے پوچھا کیا مطلب؟ تو قریشی صاحبؒ نے فرمایا گشت جو کر کے آئے بخشش ہوگئی، ہر عمل کی فضیلت کا انہیں خوب استحضار رہتا تھا۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے دوسرے امیر

بھائی الحاج محمد شفیع قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۱۹۷۱ء ہی میں بھائی الحاج محمد بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مشورے سے تبلیغی جماعت پاکستان کا دوسرا امیر مقرر کیا گیا، بھائی محمد بشیر صاحبؒ استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کے والد بزرگوار اور حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ساتھیوں میں سے تھے۔

آپؒ کی پیدائش ۱۹۱۹ء کو ہوئی، مغلیہ دور کے خاتمہ کے بعد حاجی محمد بشیر صاحبؒ نے جب مسلمانوں کی شکست اور ریخت اور ان کی زبوں حالی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی تو آپ کو مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور ان کی رشد و ہدایت کی سخت فکر لاحق ہوئی، آپؒ اس کا علاج سوچنے لگے کہ کس طرح مسلمانوں میں دین و مذہب، اسلامی تعلیمات اور فکر و سلامتی کی شمع روشن کی جائے اور انہیں واپس اپنے حقیقی مشن اور اصلی کام پر واپس لایا جائے؟ اس وقت آپؒ دہلی میں رہتے تھے، کسی نے آپؒ کو بتایا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں مولانا محمد الیاس صاحب، انہوں نے یہاں دین کی ایک تحریک شروع کر رکھی ہے اور جمعرات کو تمام مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں، چنانچہ حاجی محمد بشیر صاحبؒ وہاں چل دیئے، اس وقت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو فوت ہوئے چھ ماہ بیت چکے تھے، اب ان کی جگہ ان کے صاحبزادے مولانا یوسف صاحبؒ وہاں موجود تھے، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے فرمایا کہ آپ تین دن کے لیے جماعت میں نکل جایئے، اس وقت باقاعدہ طور پر جماعت نہیں بنتی تھی اور نہ ہی جماعت کے ٹھہرنے کی کوئی مناسب جگہ ہوتی تھی، بہرحال حاجی محمد بشیر صاحبؒ کی تشکیل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ فلاں جگہ جماعت چل رہی ہے آپؒ جا کر ان کے ساتھ شامل ہو جایئے، ایک جگہ آپؒ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں سے جماعت چلی گئی ہے، پھر دوسری جگہ پہنچے وہاں سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت یہاں سے چلی گئی ہے، پھر تیسری جگہ پہنچے تو تب جا کر آپ جماعت والوں سے ملے، اس طرح آپؒ تین دن کے لیے نکلے اور بارہ یا تیرہ دن لگ گئے اور جب آپؒ واپس لوٹے اور حضرت جیؒ کو اپنی کارگزاری سنائی تو حضرت جیؒ آپؒ کی اس محنت سے بہت خوش ہوئے، حضرت جیؒ نے بعد میں حاجی محمد بشیر صاحبؒ سے فرمایا کہ: ''تمہاری یہ نصرت تمہارے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی۔''

حاجی محمد بشیر صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے یہ حدیث گھر بیٹھنے نہیں دیتی ہے کہ: ''ایک صبح یا ایک شام اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔ حاجی محمد بشیر صاحبؒ ایک مرتبہ ساتھیوں کے ساتھ گشت میں گئے، شام کو ساتھی گھر چلے گئے تو حاجی محمد بشیر صاحبؒ مسجد میں بیٹھے دعاء مانگتے رہے اور روتے رہے، جب رات ہو گئی تو ساتھی دوبارہ آئے، دیکھا کہ آپؒ اسی طرح گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے دُعا مانگ رہے ہیں، جب تہجد کے وقت آ کر دیکھا تو آپؒ سر کے نیچے اینٹ کا ایک ٹکڑا رکھ کر آرام فرمارہے تھے۔

حاجی محمد بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبالؒ کے اشعار بڑی کثرت سے پڑھا کرتے تھے، بالخصوص اپنے آخری ایام میں بستر پر لیٹے لیٹے آپؒ اونچی اواز سے یہ شعر پڑھتے تھے اور روتے تھے:

حقانی معاشرت کو لا

باطلانی معاشرت کو توڑ دے

حاجی محمد بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہتر سال کی عمر میں مؤرخہ ۹ جون ۱۹۹۲ء کو اس جہانِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تبلیغی جماعت پاکستان کے تیسرے امیر

الحاج بھائی محمد بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سن ۱۹۹۲ء ہی میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت کا تیسرا امیر مقرر کیا گیا، حاجی صاحبؒ کا قیام رائے ونڈ مرکز میں ہی رہا، آپؒ ۱۹۵۱ء سے لے کر آخر عمر تک رائے ونڈ مرکز کی مختلف دعوتی و تبلیغی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، یہاں تک کہ پیغام اجل آ پہنچا اور آپ اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر کے زمانے میں صحبت سے مستفیض ہوئے اور ایسا استفادہ کیا کہ اسے بیان کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ دشوار ترین ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کمالات اور صفات عطاء فرمائے تھے جو قوموں اور ملت کے قائدین کے لئے ضروری ہوتے ہیں، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے سب سے آخری فرد جو اس دنیا سے رخصت ہوئے وہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔

میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن 1922ء میں پنجاب کی تحصیل تھانیسر کے ضلع کرنال کے گاؤں راؤ گمتھلہ میں پیدا ہوئے، یہ علاقہ دریائے جمنا کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ایک مرتبہ میں (فہیم) نے حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ کا گھر جمنا کے بالکل قریب تھا،لیکن اس کے باوجود تیرا کی نہیں سیکھی؟ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے دادا اللہ دیا مرحوم کو مجھ سے بے حد محبت تھی اور وہ اس خوف سے کہ کہیں مجھے کچھ ہو نہ جائے دریا میں اترنے نہیں دیتے تھے۔

تاریخ پیدائش میں ایک مغالطہ

مختلف رسائل واخبارات میں حاجی صاحبؒ کا سن پیدائش 1923ء یا 1926ء ذکر کیا گیا ہے،اسی طرح حاجی صاحبؒ کے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر کاغذات میں سن پیدائش 6 جنوری 1926ء درج ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، حاجی صاحبؒ اپنا سن پیدائش 1922ء بتاتے تھے اور مہینے کے بارے میں حاجی صاحبؒ کو خود بھی حتماً معلوم نہیں تھا، جنوری، مارچ یا جون میں سے کوئی ایک بتایا کرتے تھے، پیدائش کے موقع پر آپ کا نام کنور محمد عبدالوہاب رکھا گیا، راجپوت خاندان کی وجہ سے پورا نام راؤ محمد عبدالوہاب پکارا جاتا تھا، آپ کے والد محترم کا نام محمد عاشق اور دادا کا نام اللہ دیا تھا۔

کنور محمد عبدالوہاب نام رکھنے کی وجہ

حاجی صاحبؒ بتاتے تھے کہ میرے والد جناب محمد عاشق صاحب نے میرا نام ہندوستان کے ایک عظیم لیڈر کنور عبدالوہاب کے نام پر رکھا تھا، یہ ہندوستان میں راجپوت خاندان کے ایک نامی گرامی رہنما تھے جن کا تحریک آزادی میں اہم کردار تھا، یہ وہی عبدالوہاب تھے جنھوں نے راجپوتوں کے سماجی حقوق کی فراہمی کے لیے انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں راجپوتوں کو منظم کر کے ایک اسکول بھی قائم کیا، والد صاحب کو ان سے بہت عقیدت تھی چنانچہ ان ہی کے نام پر میرا نام بھی عبدالوہاب رکھا گیا۔

اس زمانے میں راجپوتوں کے ہاں ایک دستور چلا آرہا تھا کہ ان کے ہاں شادی کے بعد جو پہلا بچہ ہوتا تو اس کے نام کے ساتھ کنور کا لفظ لگا دیا جاتا تھا جو ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں راجا کا بیٹا، چنانچہ حاجی

عبدالوہاب صاحبؒ کو بھی بچپن میں ایک عرصے تک ''کنور محمد عبدالوہاب'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

خاندانی پس منظر

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان موجودہ ہریانہ کے گاؤں راؤ گمتھلہ تحصیل تھانیسر پنجاب کے ضلع کرنال میں آباد تھا، آپ کے دادا مرحوم اپنے علاقے میں نیک سیرت بزرگ جانے جاتے تھے اور ان کا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق تھا، اسی تعلق کا اثر تھا کہ آپ اکثر جمعے کے دن اپنی بستی سے چل کر گنگوہ حضرتؒ کے پیچھے جمعہ پڑھنے تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کے والد بزرگوار جناب محمد عاشق صاحب کی پہلی اہلیہ کا جوانی میں انتقال ہوگیا تھا جن سے دولڑکے راؤ محمد عباس اور راؤ محمد الیاس تھے، آپ کے ایک چچا دلی میں قیام پذیر تھے، جبکہ ایک چچا اسی بستی میں رہتے تھے، جن کا شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد انتقال ہوگیا تھا، ان کے انتقال کا واقعہ حاجی صاحبؒ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ چچا مرحوم کو استنجاء کی حاجت تھی چنانچہ مسجد کے استنجاء خانے کے دروازے پر پہنچے تو دروازہ بند تھا، چچا نے کچھ انتظار کے بعد دروازہ کھٹکھٹایا، پھر دوبارہ اور سہ بارہ بھی دروازے پر دستک دی، کچھ دیر بعد ایک بزرگ باہر نکلے اور غصے وجلال کی ملی جلی کیفیت سے چچا پر ایک ہیبت ناک نگاہ ڈالی، وہ صاحب نسبت اور صاحب تصرف تھے، نگاہ کا ایسا اثر ہوا کہ چچا کی قوتِ احساس اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی اور دماغی توازن بگڑ گیا اور چندروز بعد اسی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

والد صاحب کی دوسری شادی

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محمد عاشق صاحب کی اہلیہ کے انتقال کے کچھ ہی عرصے بعد چچا کا انتقال ہوگیا تھا (جس کا قصہ اوپر ذکر ہوا) چچا کی چونکہ نئی نئی شادی ہوئی تھی تو خاندان والوں نے اصرار کیا کہ اپنی بھابھی سے نکاح کرلو، لیکن یہ تھے کہ کسی طرح بھی ماننے میں نہ آتے تھے بلکہ غصے ہوتے تھے، بہت زور لگایا لیکن یہ راضی نہ ہوئے، نکاح کرنے میں شرعی لحاظ سے تو کچھ عذر نہ تھا مگر عام رواج اور دستور کے اعتبار سے انہیں حجاب محسوس ہوتا اور خود کہا کرتے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنی بھابھی سے ہی نکاح کرلیا (بھابھی کو بہن کی طرح سمجھا جاتا تھا، اس لیے کہتے تھے کہ اپنی بہن سے نکاح کروں؟) اسی میں کچھ عرصہ یوں ہی گزر گیا۔

اس پورے خاندان کا حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا اور خاندان

کے اکثر لوگ حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ مجلس جاری تھی جس میں خود حاجی صاحبؒ کے والد محمد عاشق اور دیگر رشتہ دار موجود تھے، باتوں کے دوران کسی رشتہ دار نے حضرت رائے پوریؒ سے کہہ دیا کہ حضرت ہم اسے (محمد عاشقؒ کو) اپنی بھابھی سے نکاح کا کہتے ہیں، لیکن یہ مانتا نہیں، آگے سے غصہ ہوتا ہے تو اس پر حضرت رائے پوریؒ نے محمد عاشق صاحب کو مخاطب کر کے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ بھائی......!''جو بات بڑے سوچ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دیتے ہیں، بس اس بات کا سننا تھا کہ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے کے مصداق فوراً نکاح پر راضی ہو گئے، حضرتؒ نے ہی نکاح پڑھا دیا اور پھر اس اہلیہ سے اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً خیر کثیر حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں جاری فرمائی،

حاجی صاحبؒ جب کبھی یہ واقعہ ذکر کرتے اور اپنے مخصوص انداز میں حضرت رائپوریؒ کا یہ جملہ ذکر کرتے کہ بھائی......!''جو بات بڑے سوچ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں خیر ڈال دیتے ہیں، تو میں (فہیم) عرض کرتا کہ ہاں اور اس خیر کا نام عبدالوہاب ہے۔

ان ہی اہلیہ سے ایک اور بیٹا محمد یٰسین اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں، ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا، حاجی صاحبؒ کہتے تھے کہ مجھے اپنی اس بہن سے بہت تعلق تھا، اس کے انتقال پر مجھے شدید دُکھ ہوا اور جب اسے دفن کر کے واپسی ہو رہی تھی تو میں بلا اختیار بہت رونے لگا اور آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے، سواری میں سارا راستہ میں روتا ہی رہا۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بہن مرحومہ کی نو بیٹیاں ہوئیں جن میں سے ایک کراچی، دو لاہور، دو بورے والا کے گاؤں میں، ایک کلور کوٹ، ایک ہارون آباد، ایک حاصل پور اور ایک سیالکوٹ میں بیاہی گئیں، حاجی صاحبؒ کو اپنی سیالکوٹ والی بھانجی سے بہت پیار تھا، اکثر ان کا تذکرہ کرتے اور ملنے کے لیے تشریف بھی لے جاتے اور فون سے بات فرماتے۔

آغازِ تعلیم

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی میں حاصل کی، محلے کی مسجد میں قاعدہ اور ناظرہ پڑھا اور انبالہ شہر میں مسلم ہائی سکول سے میٹرک کیا، اسی اسکول کے مسلم بورڈنگ ہاسٹل میں رہتے تھے، جس کو ان کے والد صاحب نے ہی قائم کیا تھا، اس کے دعوے (Claim) کے عوض میں خانیوال میں جگہ ملی تھی، جس پر آج کل کسی نے قبضہ کر رکھا ہے۔

میٹرک سے فارغ ہونے کے بعد 1939ء میں تعلیم کی غرض سے لاہور تشریف لے آئے اور یہاں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لے لیا، اسلامیہ کالج انجمن حمایت اسلام کے ماتحت تھا اور ایک عرصے تک علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے صدر رہے، ان دنوں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ اور گورنمنٹ کالج لاہور کا نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں خوب مقابلہ رہتا تھا اور حاجی صاحبؒ اپنے کالج کی طرف سے مختلف سرگرمیوں خصوصاً تیز چلنے کے مقابلے میں حصہ لیتے رہتے تھے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے FSC میڈیکل میں کیا، پھر بی اے آرٹس کیا، آپ کے کالج کے رفقاء میں چودھری مسعودالرحمن مرحوم جی ایم واپڈا، جو رائے ونڈ مرکز کے شعبہ بیرون میں مقیم رہے اور محمد خلیل مرحوم ایئر فورس کے افسر تھے اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر الیاس مسعود قریشی مرحوم لاہور کے مشہور ڈاکٹر مسعود قریشی کے فرزند، ڈاکٹر سیف الدین سیف مرحوم گورنمنٹ کالج میں تھے، لیکن ان سے بھی بہت تعلق ہو گیا تھا، وہ Fsc کے بعد K.E میڈیکل کالج میں داخل ہو گئے، پھر آخر عمر میں امریکہ میں رہے، یہ سب ہی احباب حاجی صاحبؒ سے آخر عمر تک رابطے میں رہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نیک صفات کے مالک تھے، قدرت نے اس پر مزید عنایت یہ کی کہ گھر میں دینی ماحول میسر فرما دیا، گھر کی دینی تربیت، نیک ماحول اور باکمال صفات نے حاجی صاحبؒ کو شروع ہی سے ایک ممتاز شخصیت بنا دیا تھا، اسی تربیت کا اثر تھا کہ کالج کے زمانے میں بھی حاجی صاحبؒ دینی اعتبار سے ایک نمایاں فرد شمار ہوتے تھے۔

لاہور میں قیام

لاہور تشریف لانے کے بعد ابتدائی دنوں میں حاجی صاحبؒ نے یہاں اپنے ایک عزیز جناب عبدالرشید صاحب کے یہاں قیام کیا، عبدالرشید صاحب اسلامیہ اسکول بھاٹی گیٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے، پھر کالج کے ہاسٹل میں منتقل ہو گئے، ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ نے ہیڈ ماسٹر عبدالرشید صاحب سے کہا کہ یہ بہت بے حیا شہر ہے۔ ماسٹر صاحب نے فرمایا کیا ہوا؟ تو حاجی صاحبؒ نے کہا کہ میں شام کو مال روڈ پر گزر رہا تھا میں نے دیکھا ایک لڑکا ایک لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر جا رہا تھا۔ ماسٹر صاحب نے فرمایا شام کے وقت تین جگہوں پر نہیں جاتے: انارکلی، مال روڈ، اور لارنس گارڈن۔

کالج کے زمانے کے معمولات

چاہے ماحول کیسا بھی ناموافق کیوں نہ ہو نیک تربیت کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کالج کے زمانے سے ہی صوم وصلاۃ کے انتہائی پابند اور اعمال کا اہتمام کرنے والے تھے، اس وقت آپ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں اڑھائی، تین بجے اٹھتے ورزش کرتے، تیل کی مالش کرتے، غسل کرتے اور پھر تہجد پڑھ کر اپنے ذکر واذکار میں مشغول رہتے اور فجر کی اذان سنتے ہی مسجد میں چلے جاتے، جو ہاسٹل کے قریب ہی ریلوے روڈ پر واقع تھی وہاں اول وقت میں فجر کی نماز ہوتی تھی، نماز پڑھ کر اپنے باقی اذکار مکمل کرتے، اس کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شیرانوالہ گیٹ چلے جاتے، حضرتؒ کے یہاں نماز اسفار (اخیر وقت میں) میں ہوتی تھی، جس کی وجہ سے وہاں پہنچنے کا وقت مل جاتا تھا، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے ہاسٹل سے پیدل شیرانوالہ گیٹ پہنچتے اور حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن میں شرکت فرماتے اور پھر وہاں سے پیدل واپس ہاسٹل آتے، ناشتہ کرتے اور کالج چلے جاتے، ظہر کے وقت جب اذان ہوتی تو حاجی صاحبؒ کتاب بند کر کے کلاس سے باہر آجاتے، جونہی باہر نکلتے طلباء پیچھے سے آواز لگاتے وہ گیا......، وہ گیا......، تو جو استاد ہوتے وہ کہتے کہ جہاں وہ جا رہا ہے، وہاں اگر تم سب جانے کو تیار ہو تو میری طرف سے تم سب کو اجازت ہے، اگر نہیں جاتے تو اس کو جانے دو۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ کر آتے، اگر کلاس مل جاتی تو شریک ہوجاتے، نہ ملتی تو اگلی کلاس میں شرکت کرتے، کالج سے فارغ ہوکر ہاسٹل آتے، دوپہر کا کھانا کھاتے، قیلولہ کرتے، پھر عصر میں اٹھتے اور عصر پڑھ کر عصر سے مغرب تک مسجد میں اپنے اذکار وغیرہ کرتے رہتے، مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر سورۂ یٰسین، کہف، واقعہ، ملک، الم سجدہ وغیرہ یہ سورتیں روزانہ پڑھنے کا معمول تھا، پھر عشاء کی نماز پڑھ کر اگر کچھ اذکار باقی ہوتے تو مکمل کرتے پھر ہاسٹل آکر کھانا کھا کر سوجاتے اور اگلی صبح پھر یہی معمول ہوتا۔

طلباء کہتے کہ تُو امتحان میں فیل ہوجائے گا تو حاجی صاحبؒ فرماتے کہ دنیا کے امتحان میں فیل ہوجاؤں گا لیکن آخرت کے امتحان میں پاس ہوجاؤں گا، حاجی صاحبؒ دنیا کے امتحان میں بھی کبھی فیل نہیں ہوئے اور آخرت کے امتحان میں تو ان شاء اللہ پاس ہی پاس ہیں۔

ایک دن حضرت لاہوریؒ نے درس میں فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب قتال سے فارغ ہوتے تو فرماتے:
رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ اور فرمایا کہ یہ دعوت جہاد اکبر ہے، حاجی

صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ تو میں کرسکتا ہوں اس میں تو کوئی مشقت نہیں ہے، چنانچہ ہاسٹل میں لڑکوں کو میں نے نماز کی دعوت دینی شروع کر دی، سب ہاں ہاں کرتے، لیکن نماز کے لیے کوئی نہ آتا۔ ایک دن اپنے سب سے قریبی دوست محمد خلیل جو انبالہ کے ہائی سکول سے ان کا ساتھی تھا، اس سے چمٹ کر رونے لگے، اس نے کہا کیوں روتا ہے؟ حاجی صاحبؒ نے کہا تُو نماز نہیں پڑھتا، اس نے کہا مولوی احمد علی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے، حاجی صاحبؒ نے کہا یہ بتا جادو صحیح کیا ہے یا غلط؟ تو کہنے لگا: ''نہیں! جادو تو صحیح کیا ہے۔'' تو رومت میں نماز پڑھوں گا، پھر اس نے نماز شروع کر دی، بس اس ایک طالب علم محمد خلیل نے نماز شروع کی پھر آخر تک اس نے نماز نہیں چھوڑی، یہ ائیر فورس میں چلے گئے تھے، حاجی صاحبؒ ہر سال اسلام آباد اجتماع کے بعد ان سے ملنے جاتے تھے۔

طبیعت کی چستی اور نشاط

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں بچپن ہی سے غیر معمولی چستی اور نشاط تھا، جس نے عمر بھر حاجی صاحبؒ کو چاق و چوبند رکھا، کالج کے زمانے میں حاجی صاحبؒ غیر نصابی سرگرمیوں میں سے ہائیکنگ (تیز چلنا) میں انتہائی شوق رکھتے تھے، چونکہ طبیعت میں ہمیشہ سے ہی چستی تھی، اس شوق نے حاجی صاحبؒ کو اور بھی مضبوط کر دیا، پڑھائی کے دوران ایک مرتبہ کالج میں ہائیکنگ کا مقابلہ ہوا، جو پنجاب اولمپک کے ماتحت تھا، اس میں حاجی صاحبؒ نے بھی شرکت کی، یہ مقابلہ دس میل کا تھا، اس مقابلے کے شرکاء میں ایک سکھ بھی تھا جس کا قد چھ فٹ اور قدم لمبے لمبے تھے اور حاجی صاحبؒ کا قد ساڑھے پانچ فٹ تھا، چنانچہ ایک زوردار مقابلہ ہوا اور وہی سکھ پہلے نمبر پر آیا اور حاجی صاحبؒ دوسرے نمبر پر رہے۔

اس کے کچھ عرصے بعد ایک اور مقابلہ ہوا جو تقریباً تیس کلومیٹر کا تھا، حاجی صاحبؒ بتاتے تھے کہ جب یہ ریس شروع ہوئی تو کچھ ہی دیر بعد میرے جوتے میں اگلی جانب انگوٹھے کے نیچے ایک کیل گھس گیا، جس نے میرے انگوٹھے کو زخمی کرنا شروع کر دیا اب بیچ مقابلے میں رکنا کھیل کے اصول کے مطابق فاؤل تھا، چنانچہ میں نے انگوٹھے کو موڑ کر بدستور مقابلہ جاری رکھا اور اس تکلیف کے باوجود میں دوسرے نمبر پر رہا۔

ایک مرتبہ صہیب گلزار صاحب جو مولوی اویس گلزار صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں وہ حاضر خدمت تھے، چونکہ وہ اکثر حاجی صاحبؒ کے ساتھ سفر میں ہوتے تھے تو حاجی صاحبؒ انہیں ان کے والد حاجی گلزار صاحبؒ کے ساتھ گزرے وقت کی باتیں سنانے لگے، باتوں کے دوران فرمایا کہ چھٹی کے دن صبح صبح یہ لوگ کہیں جاتے

تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ چھٹی کے دن تم لوگ کہاں جاتے ہو؟ کہنے لگے ہم لوگ دریائے راوی کے کنارے تیز چلنے کا مقابلہ کرنے جاتے ہیں، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے کہا اچھا! تم لوگ تیز چلتے ہو؟ کہنے لگے کہ تُو چلے گا؟ میں نے کہا ہاں چلوں گا۔ تو ہم لوگ چلے، تو میں نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے کپڑے اتارنے لگے، میں نے کہا یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہنے لگے Hicking کریں گے، میں نے کہا کہ اس کے لیے کپڑے اتارنے کی کیا ضرورت ہے، وہ کپڑے اتار کر نیکریں پہننے لگے، میں اپنے کرتے شلوار میں تھا، ان کے ساتھ چلنے لگا ان سب کو پیچھے کر دیا، میں نے کہا اور تیز چلو گے؟ کہنے لگے: مولوی......! وہ مجھے اس زمانے میں مولوی کہتے تھے کہ تو تیز چل سکتا ہے؟ میں نے کہا چلو، تو میں نے سب کی دوڑیں لگوا دیں، حاجی صاحبؒ اتنا تیز چلے کہ وہ پیچھے سے دوڑ دوڑ کر حاجی صاحبؒ کے ساتھ شریک ہونے لگے، پھر فرمانے لگے کہ صہیب! تیرا والد جو ہے وہ روندیاں مارتا تھا یعنی پیر آگے کر کے میرے پیر میں پھنساتا تھا تا کہ میں گر جاؤں اور پیچھے رہ جاؤں۔

کالج میں حاجی صاحبؒ کی یہ چستی اور طبیعت کا نشاط مشہور تھا، یہی وجہ تھی کہ سردی ہو یا گرمی حاجی صاحبؒ روزانہ صبح پیدل چل کر حضرت لاہوریؒ کے درس میں پابندی سے شرکت کرتے تھے اور یہ طبیعت کا نشاط اور پھرتیلا پن آخر عمر تک رہا، سن ۱۹۷۵ء میں جب میں (فہیم) رائیونڈ آیا تو حاجی صاحبؒ اپنی رفتار میں چل رہے ہوتے تھے اور میں ان کے پیچھے بھاگتا ہوا ان کے ساتھ ہونے کی کوشش کیا کرتا تھا، حاجی صاحبؒ ہمیں دیکھتے تو ہنستے ہوئے فرماتے کہ تم سب پوستی ہو۔

حاجی صاحبؒ کے کالج میں فزکس کے ایک پروفیسر تھے، ان کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ وہ ہر سال اپنی سالگرہ اس انوکھے انداز میں مناتے تھے کہ سالگرہ کے دن جتنی ان کی عمر ہوتی، اتنے سال گن کر اتنے ہی میل پیدل چلتے تھے، حاجی صاحبؒ کے پڑھنے کے دوران ان کی عمر چالیس سال ہوئی تو انہوں نے حاجی صاحبؒ کو ساتھ لیا، استاد تھے انکار کی گنجائش نہ تھی، چنانچہ حسب عادت انہوں نے چالیس میل پیدل چل کر اپنی سالگرہ منائی اور حاجی صاحبؒ بھی ان کے ساتھ چالیس میل چلے، یہ چلنا YMC سے اچھرہ نہر کے کنارے تک تھا، اس وقت نہر کے صرف ایک طرف سڑک تھی۔

جوانی میں چار اکابر سے تعلق

تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ جن نامور لوگوں سے اللہ وحدہٗ لاشریک نے دین کا کام لیا ہے ان کے معمولات میں اپنے بڑوں پر اعتماد اور ان سے مستقل تعلق لازمی جزء رہا ہے اور ہر دور

میں اپنے اکابر کے ساتھ چمٹے رہنے سے ہی انسان فتنوں سے بچتا ہے، حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے نیک سیرت عطا فرمارکھی تھی، طبیعت میں دینی حمیت غالب تھی، جوانی کے زمانے میں حاجی صاحبؒ کا بہت سے اکابرین امت اور بزرگوں سے تعلق تھا جن میں خاص طور سے چار نام قابل ذکر ہیں:

1. حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔
2. حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
3. حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔
4. حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا خوب چرچا سن رکھا تھا، حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن کی شہرت زبان زدعام تھی، چنانچہ حاجی صاحبؒ نے لاہور قیام کے دوران مستقل طور پر ان کے درس میں شرکت کا اہتمام شروع کردیا، اس وقت حضرت لاہوریؒ اگرچہ بیعت بھی فرماتے تھے لیکن حاجی صاحبؒ کا حضرت لاہوریؒ سے کوئی باقاعدہ بیعت کا تعلق نہیں تھا بلکہ صرف عقیدت اور درس میں حاضری کا اہتمام تھا، حاجی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کا اکثر تذکرہ فرماتے تھے اور حضرت لاہوریؒ کی بزرگی اور کشف وکرامات کے واقعات سناتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ کچھ لوگوں نے حضرت لاہوریؒ کے امتحان کے لیے کچھ حلال وحرام بسکٹ ملا کر حضرتؒ کے سامنے کردیئے، حضرت لاہوریؒ نے انہیں دیکھتے ہی اپنی چھڑی نکالی اور دونوں کو الگ الگ کردیا۔

ایک اور واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی موقع پر شہر کے بہت سے علماء کو جیل ہوگئی، جن میں تحریک ختم نبوت کے اکابر علماء سمیت بہت سے دیگر حضرات شامل تھے، جیل میں پہلی دفعہ جب کھانے کا وقت آیا تو سب علماء نے کھانے پر توقف کر کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پر نظر رکھی کہ حضرتؒ کھاتے ہیں یا نہیں؟ حضرتؒ نے کھانا تناول نہیں فرمایا تو علماء کو تشویش ہوئی اور سب مل کر جیلر کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت لاہوریؒ نے کھانا نہیں کھایا کوئی بات تو ضرور ہے؟ جیلر پہلے تو حیران ہوا پھر کھانے کے انچارج کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ آج کھانا کہاں سے لیا تھا؟ انچارج کو ایسے سوال کی توقع نہ تھی، اس نے کہا کہ جہاں سے روزانہ خریدتا ہوں اسی سے آج بھی لیا ہے، جیلر سے رہا نہ گیا تو اس نے اس قصاب کو بلایا جس سے کھانے کے لیے گوشت خریدا گیا تھا

اورتھوڑا دھمکایا تو قصاب نے صاف صاف بتا دیا کہ آج ایک چوری کی بکری مل رہی تھی، میں نے کم پیسوں میں خرید لی اور اس کا گوشت آپ کے جیل انچارج کے ہاتھ فروخت کر دیا، جیلر نے یہ سب بات سن کر علماء کو بتا دی جس پر تمام لوگ حیران ہو گئے۔

حاجی صاحبؒ کی حضرت لاہوریؒ کے درس میں روزانہ شرکت کی وجہ سے طبیعت میں مزید نکھار آ گیا تھا، درس کی بہت سی باتیں اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے، اس کے علاوہ حضرت لاہوریؒ کے طریقۂ تربیت کا ذکر تو حاجی صاحبؒ کی زبان سے کئی مرتبہ سنا، اذکار و وظائف کے ساتھ ساتھ جسمانی ورزش کے لیے حضرت لاہوریؒ اپنے مریدین سے سائیکل چلوایا کرتے تھے اور اس کی بہت ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ سائیکل آج کے زمانے میں گھوڑے کا بدل ہے، جہاد کی نیت سے سائیکل چلایا کرو، بڑے بڑے علماء جو حضرتؒ کے زیر تربیت تھے صحیح طرح سائیکل نہیں چلا پاتے تھے اور گر جاتے تھے اور حاجی صاحبؒ کا اپنا حال یہ تھا کہ وہ سائیکل کو سواری مانتے ہی نہ تھے اور کہا کرتے تھے کہ سواری تو چار ٹانگوں والی ہوتی ہے جیسے گھوڑا، گدھا، خچر وغیرہ اور دو پاؤں والی تو سواری ہو ہی نہیں سکتی، لہٰذا حضرت لاہوریؒ کے ہاں رہتے ہوئے بھی کبھی سائیکل نہیں چلائی۔

حضرت لاہوریؒ کا وعظ بہت مشہور تھا حاجی صاحبؒ بھی اس کا تذکرہ فرماتے تھے بہت سے لوگ حضرت لاہوریؒ کو اپنے علاقے میں وعظ کے لیے دعوت دیتے تھے جس کے لیے حضرت لاہوریؒ نے کچھ کڑی شرائط طے کر رکھی تھیں وہ یہ تھیں کہ:

❶ اپنا خرچ کر کے جاؤں گا۔ ❷ رہائش مسجد میں ہوگی۔ ❸ کھانے پینے کا انتظام خود کروں گا۔ ❹ آنے جانے کا کرایہ یا وعظ کے نام پر کوئی پیسہ نہیں لوں گا۔ ❺ مجھے اسٹیشن سے وصول کرنے صرف ایک آدمی آئے گا۔

اگر یہ شرائط منظور ہوتیں تو وعظ کے لیے تشریف لے جاتے ورنہ انکار فرما دیتے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوانی کے زمانے سے ہی شاہ صاحبؒ سے عقیدت رکھتے تھے اور شاہ صاحبؒ کی قائم کردہ جماعت مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے، جب کبھی شاہ جیؒ کا تذکرہ ہوتا تو اتنے واقعات مع جزئیات کے سناتے گویا ابھی بالکل ان کے سامنے ہیں، ان واقعات سے اندازہ ہوتا تھا کہ حاجی صاحبؒ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جیؒ کے بھی گویا عاشق تھے، واقعات سناتے وقت انداز کچھ یوں ہوتا کہ ان کے فلاں جلسے میں یہ ہوا، فلاں موقع پر

یہ ہوا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا واقعہ تفصیل سے سناتے تھے، حضرت شاہ جیؒ نے فلاں موقع پر یہ فرمایا وغیرہ وغیرہ، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حاجی صاحبؒ کے دماغ کی سکرین پر یہ تمام واقعات نقش ہیں چند ایک واقعات کا ذکر بطور خاص کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی، حضرت رائے پوریؒ نے بیعت کرنے سے انکار فرمادیا اور فرمایا کہ میں تو بیعت نہیں کروں گا، حضرت شاہ جیؒ نے التجا فرمائی کہ ہندوستان میں جتنی بھی خانقاہیں ہیں تقریباً سب میں انگریز کا ہاتھ پہنچ چکا ہے، صرف ایک رائے پور کی خانقاہ ہے جو انگریز کے اثر ورسوخ سے بچی ہوئی ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے مریدین کو بھی آپ کی طرف سے یہ نسبت حاصل ہو جائے، مگر حضرت رائے پوریؒ تھے کہ مانتے ہی نہ تھے، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی صبح سے شام تک وہیں بیٹھے رہے، شام کو حضرت رائے پوریؒ نے دیکھا تو اپنے پاس بلایا اور بیعت فرمالیا اور فرمایا کہ اب لوگوں کو توبہ کروایا کرو، گویا خلافت بھی عطا فرمادی۔

ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ ختم نبوت کے ایک جلسے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی، وہ تقریر اتنی جان دار اور جامع تھی کہ اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن پروگرام کے مطابق اس کے بعد شاہ جیؒ کی تقریر طے تھی، مگر شاہ جیؒ نے تقریر نہیں فرمائی اور فرمایا کہ اس تقریر کا اثر قائم رہنا چاہیے۔

حاجی صاحبؒ نے کافی وقت مجلس احرار اسلام کے کارکن ہونے کی حیثیت سے گزارا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی حاجی صاحبؒ مکمل معلومات لیتے رہتے تھے اور ختم نبوت کے اکابر علماء کے احوال سے باخبر رہتے تھے، جن اکابر کا تعلق تحریک ختم نبوت سے رہا ہے ان کی اولاد اور متعلقین جب حاضر خدمت ہوتے تھے تو حاجی صاحبؒ ان سے تمام تفاصیل پوچھا کرتے تھے۔

مولانا اعجاز مصطفی صاحب مدیر ماہنامہ بینات کراچی تحریر فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں حاضر خدمت ہوا تو حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک ختم نبوت اور شاہ جیؒ کا تذکرہ شروع کر دیا، اس سلسلے میں ایسے ایسے واقعات سنائے کہ میں حاجی صاحبؒ کی قوت حافظہ سے دنگ رہ گیا، پھر مجھ سے پوچھا کہ شاہ جیؒ کی سوانح کس کس نے لکھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے۔ پھر پوچھا کہ آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم

اے جناح روڈ پر ہے''؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر پوچھا کہ وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟ عرض کیا کہ دفتر ختم نبوت کراچی سے ہفت روزہ ختم نبوت اور ملتان سے ماہنامہ لولاک نکلتا ہے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا، میں نے بتایا کہ ''اب ملتان سے نکلتا ہے''۔ پھر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا اس مرتبہ برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہوگئی؟ میں نے عرض کیا کہ ۲۴ جون کو ہو چکی ہے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی کچھ کارگزاری سناؤ۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت میں خود نہیں گیا تھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے، ابھی میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی اس لیے مجھے علم نہیں ہے۔ تو حاجی صاحبؒ نے شفقت سے میرے چہرے پر ہلکی سی چپت لگائی، مفتی خالد محمود صاحب کا نام سنا تو پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کیا کہ مولانا عبدالمجید سکھرویؒ کے بیٹے ہیں۔ ختم نبوت کی کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحبؒ کو اب بھی ختم نبوت کے کام کی کتنی فکر لگی رہتی تھی اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری بھی معلوم فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح جب اور لوگ بھی حاضر ہوتے تو حاجی صاحبؒ بہت کرید کرید کر سوالات فرماتے جس سے حاجی صاحبؒ کا ختم نبوت سے انتہائی لگاؤ نظر آتا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مدنیؒ سے بھی کالج کے زمانے سے ہی تعلق ہو گیا تھا، حاجی صاحبؒ اور حضرت مدنیؒ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا، یہاں حاجی صاحبؒ کا ایک خط اور حضرت مدنیؒ کا جواب پیش خدمت ہے، جو کہ مکتوبات شیخ الاسلام سے لیا گیا ہے۔

مکتوب محترم عبدالوہاب گمتھلوی

مکرمی جناب مولانا صاحب زاد عنایتکم،

السلام علیکم!

بعد آداب مسنون کے عرض ہے کہ مجھے یہ خیال بہت دنوں سے گھیرے ہوئے تھا کہ کیا ہم کانگریس میں شامل ہو کر ہی آزادی حاصل کر سکتے ہیں، علیحدہ ہو کر اس عظیم کام کو سرانجام نہیں دے سکتے اور کیا ہندوؤں کی قیادت میں ہی حصول آزادی کے لیے کوشش کر سکتے ہیں، جب آج میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا مضمون پڑھا تو مجھ پر

کلی طور پر یقین طاری ہو گیا کہ مسلمان اگر غیر مسلم کی قیادت میں کوشش کریں گے تو وہ بے سود ثابت ہو گی، اگر کچھ کامیابی بھی ہوئی تو وہ بھی سطحی ہو گی اور اسلام کے اصولوں کے خلاف ہو گی، لیکن میرے دماغ میں اس وقت یہ خیال آیا کہ جب ہمارے سب علماء کانگریس میں شامل ہو گئے ہیں تو ہم کیونکر پیچھے رہ سکتے ہیں، لیکن شامل ہونے سے پہلے میں نے سوچا کہ پہلے پہل مجھ کو وجہ تو معلوم ہونی چاہئے جس کی وجہ سے ہمارے مقتدر علماء کانگریس میں شامل ہوئے ہیں، ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ از راہ نوازش یہ بتا کر کہ آپ سب حضرات کانگریس میں کیوں شامل ہوئے اور کیوں علیحدہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ہندوؤں سے آگے بڑھ کر حصول آزادی کے لیے کوشش کو پس پشت ڈال دیا ہے، ضرور ممنون و شکر گزار ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے، عین نوازش ہو گی، میری اپنی حقیر رائے یہ ہے کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جس شکل سے بھی جمع ہو سکیں، جمع ہو کر کے جنگ آزادی لڑیں اور پھر دوسری اقوام ہمارے پیچھے چلیں اور ہر کام میں ہم ہی پیش پیش ہوں۔ مجلس احرار، مسلم لیگ، جمعیت علمائے ہند کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے کہ مسلمانان ہند کو بحیثیت مجموعی ہندوستان میں آبرومندانہ اور خود مختارانہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے اور ان کے جائز حقوق اور مفاد کی حفاظت کے ساتھ سیاسی، ترقی کے لیے میدان وسیع کیا جائے۔ جب ایک ہی مقصد ہے تو یہ نفاق و اختلاف کی خلیج اتنی وسیع کیوں ہے، یہ جو خلیج اتنی وسیع تر ہوتی جا رہی ہے اس کے روکنے کی تدبیر کو کیوں معرض وجود میں لایا نہیں جاتا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا مضمون ساتھ ہی بھیج رہا ہوں، مہربانی فرما کر جواب دے کر ضرور ممنون و مشکور فرماویں گے۔ (احقر عبدالوہاب گمتھلوی)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت عدیم الفرصت ہوں، آپ کا مضمون تفصیل طلب ہے، کاش اگر کوئی ملاقات کا موقع ہوتا تو تبادلۂ خیالات کی پوری صورت ہو سکتی، تحریر بہت زیادہ طول چاہتی ہے، جس کی فرصت نہیں، مودودی صاحب کا مضمون احوال حاضرہ کے ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے محترم! کوئی ایسا مسلمان نہ ہو گا، جو کہ مسلم راج کا طالب اور خواہش مند نہ ہو، جیسے کہ کوئی ہندو اور سکھ اور کوئی پارسی اور عیسائی ایسا نہ پایا جائے گا، جو اپنے مذہب اور قوم کی حکومت کا خواہش مند نہ ہو، مگر اس کے نصب

العین اور قلبی خواہش سے روکنے والے گرد وپیش کے احوال ہوا کرتے ہیں، اگر احوال مساعد ہوتے تو یہ ہندوستان کی چھ سو برس کی مسلم حکومت ہی کیوں فنا ہوتی، اور کیوں مسلمانوں کی عام پبلک غیروں کی غلام ہوتی، آج روئے زمین پر بقول نیو یارک ٹائمز مسلمانوں کی مردم شماری ۷۰ کروڑ ہے۔ مگر آزاد مسلمان بمشکل چار پانچ کروڑ نکل سکیں گے، صرف ہندوستان ہی کے مسلمان غلام نہیں ہیں، بلکہ تمام براعظم افریقہ اور یورپ اور اکثر حصہ ایشیا کے مسلمان مجبور، مقہور اور غلام اغیار ہیں اور جہاں یہ آزاد بھی ہیں، وہاں بھی حکومت الٰہیہ بمطابق مودودی صاحب کے تقریباً معدوم ہی ہے، ہندوستانی مسلمان تو سب سے زیادہ مجبور و مقہور ہیں، اِدھر تو حکومت اعداء اللہ کی ہے ہی، اُدھر غیر مسلم اکثریت جس نے ہر طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے، اس کے علاوہ اکثریت غیر مسلم بھی معمولی نہیں ہے، ۷۵ فیصد تمام ہندوستان میں غیر مسلم ہیں، اور ۲۵ فیصد مسلمان ہیں، علاوہ تفرق ظاہری و باطنی کے ان کی خواہشات اور ڈیوائڈ اینڈ رول (Rule Divide) نے وہ تشدد پیدا کیا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ، پھر اس پر ان کا فقر وفاقہ، افلاس وانعدام اسلحہ وغیرہ اور بھی ان کو بے بس کئے ہوئے ہیں، مگر اس پر بھی علماء کی جماعت نے بار بار ازمنہ سابقہ میں کامیابی کی انتہائی کوشش کی، مگر سوائے ناکامی کچھ ہاتھ نہ آیا، حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما نے کیا کچھ نہیں کیا، مگر کیا ہوا، سن ۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا ہاتھ آیا، ۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا پیش آیا۔

محترم! سیاسیات صرف فلسفیات سے انجام نہیں پاتیں، بلکہ تاریخ بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔ مجبوریاں اس اہون البلیتین کی طرف کھینچ کر لاتی ہیں اور لائی ہیں، مذہب اسلام بھی احوال کی بناء پر احکام کو بدلواتا ہے، احوالِ گرد وپیش سے چشم پوشی ہلاکت اور خودکشی ہے، آج ہم اگر تشدد پر قادر ہوتے تو کہا جا سکتا کہ مسلم اقلیت اپنے مقاصد پر کامیاب ہو جائے گی، مگر یہ چیز ناممکن ہو گئی، آئینِ تحریک میں اگر کامیابی طلب کی جائے گی تو بغیر اشتراکِ عام آدمی اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، آج ہر ہر قدم پر انگلستان سے یہی راگ الاپا جا رہا ہے کہ ہندوستانیوں کو آزادی صرف اس وجہ سے نہیں دی جا سکتی کہ وہ آپس میں متحد نہیں ہیں، نہ مذہبیات میں ہے؟ سیاسیات میں ایک جماعت اگر مکمل آزادی کی خواہش مند ہے تو دوسری ڈومینین اسٹیٹس کی، تیسری برطانوی راج کی، چوتھی رام راج کی، پانچویں ڈیموکریسی کی، چھٹی بالشویزم کی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آپس میں فرقہ وارانہ جذبات کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ گائے اور باجا پر روزانہ خون کی ندیاں

بہتی ہیں، اگر ہمارا ظل عاطفت ان سے اٹھ جائے گا تو ہندوستان جہنم نشان بن جائے گا۔ آئے دن کے واقعات استدلال میں پیش کیے جاتے ہیں اور پھر اپنی مقصد براری کے لیے تمام ہندوستانیوں کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، اس طرح پیسا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان قالب بے جان ہو کر رہ گیا، فقر و فاقہ کا چاروں طرف طوفان بپا ہے، بے کاری اور بے روزگاری کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور اپنے سخت اندھیروں سے سب کو برباد کر رہی ہیں۔
تجارت، زراعت، حکومت، ملازمت، دین و دولت سب کو ہی برباد کیا گیا ہے، اور کیا جا رہا ہے، ہندوستان کے چشمہ ہائے زندگی و سرمایہ داری اپنے قبضے میں کر کے ہندوستانیوں کو مفلوج بنا دیا گیا ہے، نہ مفاد عامہ ان کے ہاتھ میں ہیں، نہ مفاد خاصہ، پس اگر بالفرض آٹھ کروڑ مسلمان سب کے سب یک جان اور متعدد قالب بھی ہو جائیں تو کیا وہ اپنی متفقہ آواز سے بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جس چیز کو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں، اس کے ذریعے سے اس غلامی کی لعنت سے گلو خلاصی ہو سکتی ہے اور کیا پردیسی آہنی پنجہ کو یہ اتفاق اور اتحاد (اگر پیدا ہو بھی گیا) توڑ سکتا ہے اور کیا اس کے ذریعے سے ملک کی اندرونی فتنے صرف اس کی وجہ سے مندفع ہو سکتے ہیں؟ عالم اسباب میں اسباب و ذرائع لغو نہیں کئے جا سکتے نہ شریعت نے اس اعتراض کو روا رکھا ہے اور نہ عقل اور تاریخ اس کی اجازت دیتی ہے۔
اگر امامت کے یہی معنی ہیں اور غیر مسلم کی امامت مسلمانوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے، تو میونسپل بورڈوں ڈسٹرکٹ بورڈوں، اسمبلیوں، کونسلوں، تجارتی، صنعتی، انتظامی بورڈوں وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت ہندوستان میں بالکل حرام ہونی چاہئے، کیونکہ اکثر ان سب کا پریسیڈنٹ اور سیکرٹری غیر مسلم ہوتا ہے، علیٰ ہذا القیاس! جملہ شعبہ ہائے حکومت کو خواہ وہ فوجی ہوں یا انتظامی، علمی ہوں یا صنعتی، مالی ہوں یا تجارتی وغیرہ وغیرہ۔
سب کی ملازمت بہر نوع ممنوع اور حرام ہوگی، کیونکہ ان سب کا امام غیر مسلم ہے، وہ جو قانون چاہتا ہے بناتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے چلاتا ہے، تمام ملازموں کو اسی کے حکم پر چلنا پڑتا ہے، ورنہ ملازمت سے ہاتھ دھونا اور فقر و فاقہ کے مہلک گڑھوں میں تمام خاندان اور بچوں کو فناء کے گھاٹ اتارنا ہوتا ہے، صرف یہی نہیں کہ اشخاص فناء کے گھاٹ اترتے ہیں، بلکہ قومِ مسلم کو ہر قسم کی بربادی گھیرتی ہے، ذرا غور فرمایئے اور تفصیلی نظر ڈال لیے۔ نیز اگر غیر مسلم کی امامت محرمہ کے یہی معنی ہیں، جو کہ مودودی صاحب بتلا رہے ہیں، تو آپ ہی بتلایئے کہ غیر مسلم ڈاکٹر کا معالجہ، غیر مسلم انجینئر اور معمار کی تعمیر، غیر مسلم منتظم کی انتظامی کارروائیاں، اس کی قیادت کے ماتحت سب کی سب ناجائز ہوتی ہیں، کیا ان سب کو قلم تحریم سے لکھ کر ممانعت کے حکم سے فناء کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو

اس ملک میں فلاح اور بہبودی کی کیا صورت ہوگی۔

محترم: کیا اس وقت تک کہ آپ اپنی اتحادی قوت پیدا کریں، آپ اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو تمام ورطات سے محفوظ رکھ سکیں گے اور تمام اتحادی قوت پیدا ہو جانے کے بعد بھی آپ قوم اور اشخاص کو اس ملک میں نجات کے رستے میں گامزن کر سکیں گے، ذرا سوچیئے!

اس کے بعد دوسرا سوال یہ پیش آتا ہے کہ آیا آپ کی مسلم قوم کو صرف ایک ہی راستے پر لایا بھی جا سکتا ہے، جب کہ آپ کے پاس مجبور کرنے والی کوئی قوت نہیں ہے، جب کہ ہر ایک آزاد ہے اور ہر ایک عقل اور ہمت، قوت ارادہ دوسرے کے تابع ہونے کو قبول نہیں کرنا چاہتا، ہمارے پاس بجز وعظ و نصیحت و ارادۂ طریق و رہنمائی کوئی چیز ہے جس سے سب کو راہ پر لا سکیں۔ اگر ایک طرف مغربیت نے اپنا فریضہ بنایا ہے، تو دوسری طرف مشرقیت اپنا ڈورا ڈالے ہوئے ہے۔ ایک طرف شیعیت کا دور دورہ ہے، تو دوسری طرف قادیانیت کا، تیسری طرف خاکساریت کا، چوتھی طرف عدم تقلید کا، وغیرہ وغیرہ ہر ایک اپنی عقل کو ارسطو اور افلاطون سے بالا سمجھ رہا ہے، پھر اس کی سبیل کیا ہے، سیاسی افکار ایک نہیں ہیں، انتظامی خواہشات جدا جدا ہیں، اغراض و خودستائی کا وہ غلبہ ہے کہ الامان والحفیظ، با ایں ہمہ جمعیت نے جو نصب العین اور دستور اساسی پیش کیا ہے اور جس طرف وہ مسلم قوم کو بلا رہی ہے کیا وہ یہی نہیں ہے، پھر بتلایئے کہ کیوں وہ ناکام ہے اور کیوں آپ کا طوفان ملامت اس کی طرف امنڈ رہا ہے۔ آپ اس کے دستورِ اساسی کو ملاحظہ فرمایئے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیت نے غیر مسلم کو قائد اور امام بنایا ہے، وہ مستقل ادارہ ہے، جو بات بھی کانگریس یا دیگر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں، اس کو جمعیت کے اربابِ حل وعقد اپنی مشعل ہدایت کے سامنے لاکر جو کہ قرآن وحدیث وفقہ سے بنی ہوئی ہے، غور وفکر کرتے ہیں اور صحیح چیز کو اختیار کرتے ہیں، غیر صحیح کو رد کر دیتے ہیں، جمعیت مسلمانوں کے سامنے اس کو نہ پیش کرتی ہے نہ خود عمل کرتی ہے، اس کے ریکارڈ کو جانچیئے ایسے متعدد واقعات اور پروگرام آپ پائیں گے، جن کی نہ صرف عدمِ موافقت جمعیت کی طرف سے ہوئی ہے، بلکہ مخالفت اور سرگرمی بھی عمل میں آتی رہی ہے، جمعیت ان امور سیاست اور آزادی کی جدوجہد میں صرف اشتراکِ عمل کر رہی ہے، کسی غیر مسلم جماعت یا غیر مسلم قائد کی آنکھ بند کر کے تابعداری نہیں کر رہی ہے، اشتراک عمل اور چیز ہے اور اقتداء وتابعیت اور چیز ہے، یہاں نہ تو غیر مسلم کا اقتداء پایا جاتا ہے، نہ اس کی امداد واعانت پائی جاتی ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لاہور جانے والی سڑک پر دو شخص مسلم اور غیر مسلم ایک گاڑی میں چل رہے ہیں اور قزاقوں اور چوروں

اور راہ کے گم کرنے سے ہر ایک دوسرے کا تحفظ کر رہا ہے اور بس ایسی صورت میں امامت مفروضہ کہاں پائی جاتی ہے اور اس کا الزام کہاں تک صحیح ہے، احوال حاضرہ کو جانچ کر کوئی حکم کیجیے؟

میرے محترم، نماز جیسی قطعی اور لازمی چیز ہے، احوال سے متبدل ہوتی رہتی ہے۔ حالت اقامت اور حالت سفر کی نمازوں میں کس قدر تفاوت ہے، حالت صحت اور حالت مرض کی نمازوں میں کتنا بونِ بعید ہے، معذور اور غیر معذور کی نمازوں میں کس قدر فرق ہے؟

احوال کے تبدل سے روزہ، زکوۃ، حج، وضو وغیرہ سب ہی متبدل ہوتے رہتے ہیں، کیا آپ آج ہندوستان میں حکومتِ الٰہیہ کا حکمِ رجم زانی کے لیے، قطعِ ید سارق کے لیے، اسّی کوڑوں کا حکم شراب خور اور قاذف کے لیے، قصاص اور دیت کا حکم قاتل کے لیے، قطعِ ایدی وارجل کا حکم قزاقوں اور باغیوں کے لیے، جو کہ قرآن میں منصوص ہے، جاری کریں گے اور کیا اس دار الحرب میں اور موجودہ احوال میں یہ جاری ہو سکتے ہیں اور کیا ہم پر ان کا اجراء ان احوال میں فرض ہے یا نہیں، کیا میتہ کے کھانے اور شراب کے پینے، خنزیر کے گوشت کے احکام اکراہ اور اضطرار کی حالت میں ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے کہ طوع واختیار یا غیر اضطرار میں تھے، کیا اگر کوئی اضطرار یا اکراہ ملجئ کی حالت میں ان چیزوں کو اختیار نہ کرے، اور قتل ہوئے تو گنہگار نہ ہوگا، اس قسم کی سینکڑوں نہیں ہزاروں نظیریں شریعت میں پائی جاتی ہیں، سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا نہیں جا سکتا، کیا جنابِ رسول اللہ ﷺ کا عبداللہ بن اریقط کو بوقتِ ہجرت اپنا رہبر بنانا، جب کہ کفار جان کے درپے تھے، اس پر روشنی نہیں ڈالتا، وہ جس راستہ پر سب کی نجات سمجھتا تھا لے جاتا تھا، آپ اس کے ساتھ تھے اور اتباع کرتے تھے، اس پر اعتماد کئے ہوئے تھے۔ وہ رہنما تھا اور راہوں سے واقف تھا، ہجرت فرض تھی، پھر اس رہنمائی اور اتباع اور اس رہنمائی اور اتباع میں کیا فرق ہے؟ بدرقہ کہہ کر اس کو ٹال دینا قرین وعقل وانصاف کیونکر ہو سکتا ہے، مدینہ منورہ میں پہنچ کر جنابِ رسول اللہ ﷺ نے یہودِ مدینہ سے حلف لیا اور مشرکین سے جنگ جاری رکھی، حدیبیہ میں مشرکین سے صلح کی اور یہود سے جنگ کی، کیا ان میں ہمارے لیے روشنی نہیں ہے، ہم ہرگز اس کو روا نہیں سمجھتے کہ احکامِ شرعیہ میں ادنیٰ سا بھی تغیر کیا جائے، اور کسی غیر مسلم یا مسلم کی قیادت کے ماتحت کوئی بھی شرعی حکم چھوڑا یا بدلا جائے اور اسی وجہ سے جمعیۃ العلماء کا قیام ہر زمانہ میں ضروری اور لازم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے واجب جانتے ہیں کہ اس کی ہدایت پر عمل کریں، ہاں یہ بھی ہم ضروری سمجھتے کہ احکامِ شریعہ میں ماہرین کا غور وخوض ہو اور اپنی پوری قوت دماغی اور عملی سے کام لے کر مسلمانوں کی رہنمائی کی جائے، جہاں تک ہم سمجھ سکتے

ہیں جمعیت نے آخر تک یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے، وہ نہ قوتِ باطل سے دب کر کوئی تغیر احکام میں کرتی ہے، نہ آج تک اس نے کی ہے اور نہ وہ کسی طمع اور لالچ میں آ کر کسی کی مداہنت کرتی ہے، نہ اس نے آج تک کی ہے، ناواقفینِ شریعت اپنے اپنے خیال کے مطابق، تنقیدات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہے ہیں، مگر انہوں نے مراکز رسالات علیہم الصلوۃ والسلام کو کب معاف کیا تھا، جو آج ان سے کوئی امید کی جائے، والسلام۔

میری معروضاتِ سابقہ سے آپ خود سمجھ جائیں گے کہ مسلم جماعتوں کا آپس کا اختلاف، خود رائی، خودغرضی، نفس پروری، خود بینی، اور عدمِ اتباعِ شریعت اور حکومتِ وقت کی تفرقہ اندازی، لیڈروں کی ہوس اقتدار کی وجہ سے ہے، جس کو تجربے ہی سے بھانپا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ اخلاص وللٰہیت بہت ہی کم یا عنقا ہے، دعوے بہت ہیں، الفاظ بہت زیادہ ہیں، حقیقت اور معنی تقریباً مفقود ہیں، بھولے بھالے لوگ دھوکوں میں آئے ہوئے ہیں۔ ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم محرم ۱۳۶۱ھ (مکتوبات شیخ الاسلام ۱/ ۴۱۹)

اس خط سے جہاں حضرت مدنیؒ کی تبحر علمی، وسعت نظری اور مسلمانوں کی نظریاتی حدود کی حفاظت کے احساس کا پتہ چلتا ہے وہیں حاجی صاحبؒ کی گہری سوچ اور تلاش حق اور امت کا درد بھی جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔

جوانی کے زمانے سے ہی حضرت مدنیؒ سے تعلق کا اثر تھا کہ مسلمانوں کی اجتماعی حالت اور اصلاحِ معاشرہ کی فکر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ پڑھائی کے دوران بھی اپنے ساتھیوں کو نماز کی تلقین فرماتے رہتے تھے اور جب مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ لوگوں کو نمازی بناتے ہیں تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر اخیر دم تک ان ہی کے ہو رہے، جب مولانا الیاس صاحبؒ نے باقاعدہ تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو اس زمانے کے جن اکابرین نے اس کام کی تائید فرمائی ان میں سرِفہرست حضرت مدنیؒ بھی تھے۔

حاجی صاحبؒ تبلیغ میں لگنے کے بعد بھی حضرت مدنیؒ سے متعلق رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کبھی حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھ سے فرماتے: حضور......! کہاں سے آنا ہوا......؟ میں عرض کرتا کہ تبلیغ سے آیا ہوں اور کہاں سے۔ حضرت مدنیؒ حاجی صاحبؒ سے کارگزاری سنا کرتے تھے کہ کہاں گئے تھے، کس گاؤں میں تشکیل ہوئی تو پھر حاجی صاحبؒ تفصیلاً احوال سنایا کرتے، یہاں تک کہ بستیوں کے نام اور وہاں کے باسیوں کے نام تک بتا دیتے کہ اس بستی میں فلاں سے اور اس بستی میں فلاں سے ملاقات ہوئی، دوسرے حضرات دیکھ کر حیران ہوتے کہ یہ نوجوان کس بے تکلفی سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرتا ہے، لیکن حضرت مدنیؒ محبت وشفقت کے ساتھ حاجی صاحبؒ کی بات سن کر خوش ہوتے تھے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حاجی صاحبؒ سے یہ محبت دیر تک رہی، اخیر زمانہ میں جب حضرت مدنیؒ اپنے سیاسی مشاغل میں مصروف ہو گئے تو ملاقات اور کارگزاری کے احوال وغیرہ بھی نسبتاً کم ہو گئے۔

مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اگرچہ دیگر اکابرین سے بھی تعلق تھا لیکن حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق تھا اسی تعلق کا اثر تھا کہ بیعت کے لیے بھی ان ہی کا انتخاب کیا۔

مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے تعلق کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ حاجی صاحبؒ جن دنوں لاہور میں مقیم تھے، ان دنوں حضرت رائے پوریؒ لاہور تشریف لائے، حاجی صاحبؒ کو ان کے متعلق علم نہیں تھا، کہیں سے یہ سنا کہ لاہور میں ہندوستان سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں، تو زیارت کی نیت سے ملنے تشریف لے گئے، حضرت رائے پوریؒ لاہور میں شملہ پہاڑی کے قریب حاجی عبدالمتین صاحب کی کوٹھی میں قیام پذیر تھے، ابتدائی تعارف میں جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں (جو کہ حاجی صاحبؒ کے آبائی گاؤں گمتھلہ ہی کے تھے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کی برادری سے تعلق رکھتے تھے) تو ان سے انسیت اور بھی بڑھ گئی، یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری حاجی صاحبؒ پر خاص توجہ عطا فرماتے تھے کہ میرے شیخ کے گاؤں کا ہے اور ان ہی کی برادری کا ہے، لہٰذا سلوک کی منازل اتنی تیزی سے طے کروائیں کہ جو منتہی کو اسباق واذکار دئے جاتے ہیں، وہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء میں ہی دے دیئے۔

اسی مجلس کا ایک واقعہ ہے کہ حاجی صاحبؒ حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے، کہ ایک صاحب پینٹ شرٹ میں ملبوس، ٹائی لگائے ہوئے اندر آئے، پہلے اپنی پتلون اتاری جس کے نیچے پاجامہ پہن رکھا تھا، جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر رکھی، ٹائی لگی رہی، شاید اس کی طرف دھیان نہیں گیا، پھر حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا فرما دیں کہ میں پکا نمازی بن جاؤں، حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں فوراً متوجہ ہوا کہ دیکھوں حضرت کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی جیسے میں دعا مانگ سکتا ہوں، ویسے تم بھی مانگ سکتے ہو اور جیسے میری دعا اللہ تعالیٰ قبول کر سکتے ہیں، ویسے تمہاری بھی قبول کر سکتے ہیں، بس اتنی بات ہے جو پکے نمازی ہیں ان کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات بڑی معقول لگی کہ واقعی آدمی جن کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا پھر انہیں کی طرح ہو جائے گا، اس جواب سے حضرتؒ کی دل میں اور عظمت بیٹھ گئی، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت

رائے پوریؒ بیان وغیرہ نہیں فرماتے تھے بہت مختصر بات فرمایا کرتے تھے۔

کالج سے فراغت اور واپسی

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۳ء کے آخر میں کالج کی پڑھائی سے فارغ ہو کر لاہور سے واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے جب گاؤں پہنچے تو انبالہ مسلم ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے بلایا اور فرمایا کہ:

''ساتویں اور آٹھویں جماعت کے انگریزی و ریاضی کے استاد نہیں ہیں، ان کا نصاب کافی رہتا ہے، تم اس اسکول سے پڑھے ہو اس کا تم پر حق ہے، ان کو پڑھا دو۔'' حاجی صاحبؒ تیار ہو گئے اور چونکہ طلباء بورڈنگ میں رہتے تھے تو حاجی صاحبؒ اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق طلباء کو تہجد میں اٹھاتے، پھر میدان میں دوڑاتے، غسل کراتے، تہجد پڑھاتے پھر پڑھائی شروع کر دیتے اور پانچوں نمازوں کا اہتمام کراتے، دو ماہ میں سارا نصاب مکمل کرا دیا۔

حاجی صاحبؒ ہر وقت بے چین اور فکر مند رہتے تھے کہ مسلمان نماز کیوں نہیں پڑھتے اور اس پریشانی کا تذکرہ بھی کرتے رہتے تھے، اس پر حاجی صاحبؒ کے ایک عزیز جن کا نام راؤ عبدالوحید تھا (پاکستان میں کلور کوٹ میں آباد ہوئے ابھی بھی ان کا خاندان وہیں ہیں) انہوں نے حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے چچا لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ کر پکا نمازی بنا دیتے ہیں۔ حاجی صاحبؒ نے عرض کیا کہ کتنے پیسے لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا مفت۔ حاجی صاحبؒ نے کہا کہ کیا مفت؟ انہوں نے کہا ہاں مفت۔ حاجی صاحبؒ نے کہا کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟ تو راؤ عبدالوحید صاحب نے فرمایا کہ دلی کے قریب ایک بستی ہے بستی نظام الدین وہاں ان کی مسجد ہے، حاجی صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا، البتہ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قدر دل میں بہت تھی، اس کی وجہ ان کی مشہور زمانہ کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست تھی، حاجی صاحبؒ نے یہ کتاب پڑھی ہوئی تھی اور جب معلوم ہوا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے چچا ہیں، تو اسی بناء پر بستی نظام الدین جانے کا ارادہ کر لیا۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک چچا دلّی میں رہتے تھے، جو پیر جماعت علی شاہ علی پور والے کے مرید تھے، جب حاجی صاحبؒ نے نظام الدین جانے کا ارادہ کیا تو اپنے چچا کے پاس گئے اور ان سے بستی نظام الدین کا پتہ پوچھا، تو ان کے چچا نے حاجی صاحبؒ کو سارا پتہ سمجھایا کہ یہاں سے اس بس میں بیٹھنا، پھر اتر کر اس راستے پر چلنا اور کہا کہ پھر بستی نظام الدین آئے گی اور آگے ان کی مسجد ہے جن کا تم نام لے رہے ہو، اپنے فکری

اختلاف کی وجہ سے مولانا الیاس صاحبؒ کا نام نہیں لیا بلکہ کہا کہ ان کی مسجد آجائے گی جن کا تم نام لے رہے ہو۔

مرکز نظام الدین آمد

یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو حاجی صاحبؒ مرکز نظام الدین تشریف لائے اور پورے چھ مہینے مولانا الیاس صاحبؒ کی صحبت میں گزارے، ان چھ مہینوں کو حاجی صاحبؒ نے کس طرح مفید بنایا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جتنا استفادہ حاجی صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحبؒ سے کیا وہ کم ہی کسی اور کو نصیب ہوا، گویا حاجی صاحبؒ کی مثال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی تھی کہ آئے تو سب سے آخر میں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سب سے زیادہ ان ہی سے منقول ہیں، اسی طرح حاجی صاحبؒ بھی مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں آئے تو سب سے آخر میں، لیکن دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط سب سے زیادہ حاجی صاحبؒ نے ہی ضبط کیئے، ہمارے دیگر اکابرین کے مقابلے میں حاجی صاحبؒ کو مولانا الیاس صاحبؒ کی بہت کم صحبت نصیب ہوئی، صرف چھ ماہ اور اس تھوڑے سے عرصے میں مولانا الیاس صاحبؒ سے اتنا استفادہ کیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، اس کی وجہ حاجی صاحبؒ کا بے مثال حافظہ تھا، گویا ہر چیز کی تصویر اپنے حافظے میں کھینچ لیتے تھے جس کو انگریزی میں Photographic Memories کہتے ہیں۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات

حاجی صاحبؒ مولانا الیاس صاحبؒ سے اپنی پہلی ملاقات کا حال یوں بیان فرماتے تھے کہ میں جب مرکز نظام الدین پہنچا تو میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک چارپائی بچھی ہے جس پر مولانا الیاس صاحبؒ تشریف فرما ہیں اور اس کا رخ اس طرح ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا اور مسجد سے نکلنے والا ہر شخص ان کی نظر سے گزرتا، میں مسجد میں داخل ہوا تو مولوی واصف علی صاحبؒ سے میرا تعارف ہوا، پھر وہ مجھے لے کر مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجھے حضرتؒ سے ملوایا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مختصر تعارف کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ''دعوت دو'' حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں بالکل نیا، میں کیا دعوت دیتا۔ میں نے عرض کیا ''کیا دعوت دوں؟'' مولوی واصف علی صاحبؒ نے کہا کہ جو حضرتؒ نے فرمایا اسی کی دعوت دو۔ تو میں نے دعوت دی، پھر مجھے مولوی واصف علی صاحبؒ نے دعوت دینے کا طریقہ سمجھایا۔

جماعتوں کی روانگی اور مصافحہ کی اہمیت

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا پہلا دن تھا، میں حضرتؒ کے پاس بیٹھا تھا اور مولوی واصف علیؒ مجھے دعوت دینا سکھا رہے تھے کہ اتنے میں کچھ وضع دار لوگ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھنے میں سب علماء لگ رہے تھے، حضرتؒ کو سلام کرتے، مصافحہ کرتے اور حضرتؒ ہر ایک سے پوچھتے ''خیریت ہے''؟ جو چوتھے صاحب تھے حضرتؒ نے ان سے دومرتبہ پوچھا خیریت ہے، خیریت ہے۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے دل میں کہا کہ لگتا ہے یہ کوئی لاڈلے ہیں کہ حضرت نے دو دفعہ خیریت پوچھی۔ ان آنے والوں میں سب سے پہلے شخص میر واعظ مولانا یوسف صاحب کشمیریؒ تھے (میر واعظ عمر فاروق کشمیری لیڈر کے دادا)، پھر مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ، پھر مولانا عمران خانؒ بھوپال والے اور جو چوتھے نمبر پر تھے جن سے دو دفعہ خیریت پوچھی وہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تھے، آگے مولانا احتشام صاحبؒ (مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج کے مؤلف) اور مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام صاحبؒ وغیرہ حضرات تھے، یہ حضرات کسی اجتماع سے آرہے تھے، حضرتؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ وغیرہ سے پوچھا کہ ان حضرات کو جماعتوں کی روانگی کے مصافحہ کا عمل دکھلایا کہ نہیں؟ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے دل میں یہ بات گڑ گئی کہ جماعتوں کی روانگی کا مصافحہ اس کام کا ایک اہم عمل ہے، چنانچہ حاجی صاحبؒ اخیر عمر تک اس کا بہت اہتمام فرماتے رہے، مجمع کی کثرت اور اپنی بیماری وضعف کی وجہ سے کچھ عرصہ صرف دعا کرواکے جماعتوں کو روانہ کرتے ورنہ جب تک ہمت تھی مصافحہ کرکے جماعتوں کو روانہ کرتے۔

ہر کام کو کرنے سے پہلے اسے سیکھا جائے

ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر سے واپس تشریف لائے تو تھکے ہوئے تھے، حضرتؒ کے خادم مولوی واصف علی صاحبؒ نے کمرے سے باہر آکر صحن میں جھانکا تو حاجی صاحبؒ پر نظر پڑی، حاجی صاحبؒ سے کہا کہ حضرتؒ کو دبانا ہے؟ تو آپ نے اثبات میں سر ہلا دیا، مولوی واصف صاحبؒ حاجی صاحبؒ کو لے کر کمرے میں داخل ہوئے، تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے دبانا سیکھا بھی ہے؟ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے کہا کہ میں نے تو دبانا نہیں سیکھا، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ ہمیں تختۂ مشق بنانا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس دن مجھے بہت افسوس ہوا کہ کاش

میں نے دبانا سیکھا ہوتا تو آج حضرتؒ کا بدن دبالیتا۔ میری طبیعت پر گراں گزرتا تھا کہ یہ بزرگ کیوں دبواتے ہیں، میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی تھی، اب جب خود پر پڑی ہے تو پتہ چلا ہے کہ کیوں دبواتے تھے۔

سب سے پہلی تشکیل

حاجی صاحبؒ چھ مہینے مولانا الیاسؒ کے پاس رہے، ان چھ مہینوں میں حاجی صاحبؒ نے اپنے والد کو دکھانے کے لیے کہ میں کچھ کام بھی کرتا ہوں، پوسٹ آفس کی ملازمت اختیار کر لی، لیکن ملازمت میں جی نہیں لگتا تھا، دفتر میں کرسی پر بیٹھے روتے رہتے تھے کہ تُو کتنا بے غیرت ہے، دین کا یہ حال ہے اور تُو دفتر میں بیٹھا ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتے ہوئے حاجی صاحبؒ کی جہاں سب سے پہلی تشکیل ہوئی، وہ دلی کے قریب ہی ایک جگہ نیٹور ضلع بجنور میں واقع ہے، یہ زیدی اور ترمذی خاندان کے سنی سیدوں کی بستی تھی وہاں ایک صاحب تھے جن کا نام سید جعفر تھا، حاجی صاحبؒ کی اس تشکیل میں سب سے پہلے ان ہی سے دوستی ہوئی، یہ تشکیل غالباً آٹھ یا دس دن کی تھی، تبلیغی اعتبار سے حاجی صاحبؒ کا یہ پہلا خروج تھا۔

نظام الدین میں گشت کا عمل

حاجی صاحبؒ ملازمت کے ساتھ ساتھ نظام الدین میں ہونے والے اعمال کی بھی خوب پابندی فرماتے تھے، چنانچہ جس دن وہاں گشت ہوتا تو اس دن دفتر جانے کے لیے معمول کے راستے سے ہٹ کر ایک سنسان بیابان لمبا راستہ اختیار کرتے تھے، جہاں لوگوں کی چلت پھرت نہیں ہوتی تھی تاکہ راستے میں کسی غیر عورت یا کسی غلط چیز پر نظر نہ پڑ جائے اور اس کا اثر گشت پر نہ پڑ جائے اور جب گشت سے واپسی ہوتی تو دلّی میں جو کوٹھری رہنے کے لئے لی ہوئی تھی اس کی چوکھٹ پر ہی دیر تک کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے رہتے اور کہتے کہ میں ابھی اندر داخل نہیں ہوا بلکہ ابھی اللہ کے راستے میں ہی ہوں اس لیے جو دعا مانگوں گا وہ قبول ہوگی۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ گشت کا دن تھا اور بارش ہو رہی تھی تو ہم رکے ہوئے تھے، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ گشت میں نہیں گئے؟ ہم نے عرض کیا کہ بارش ہو رہی ہے، تو حضرتؒ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ بارش، اور یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکل گئے، ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لئے اللہ کی شان جیسے ہی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے باہر نکلے تو بارش ہی رک گئی۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر روز فجر کی نماز کے بعد جو بھی خط آتا، وہ پڑھ کر سنایا جاتا، پھر

حضرتؒ سب سے رائے لیتے اور جواب لکھواتے، فجر کی نماز کے بعد سب لوگ معوذتین پڑھ کر حضرتؒ پر دم کرتے تھے، اس کے بعد خط سنایا جاتا اور خط کے بارے میں مجمع سے رائے لیتے کہ کیا جواب دینا چاہیئے، پھر جو مناسب ہوتا وہ جواب لکھواتے اس کے بعد حضرتؒ کا بیان ہوتا تھا۔

بیان میں تاثیر

ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر سے اللہ کی عظمت چھلکتی تھی، جب نماز پڑھانے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو مقتدیوں پر ایک خاص اثر محسوس ہوتا تھا، ایسی عظمت کے ساتھ اللہ کا نام لیتے تھے کہ آس پاس والے اس کا اثر لیے بغیر نہ رہتے تھے، ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ جنت......! ارے......! ایسی موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں کہ ان کے دوپٹے کے پلو کا ایک ٹکڑا اگر زمین پر آجائے تو زمین خوشبوؤں سے بھر جائے، ان الفاظ کے ذریعے اس طرح جنت کا نقشہ کھینچا کہ یوں لگا کہ جیسے جنت تو سامنے ہے اور برحق ہے۔

کالج کے زمانے میں ہمارے ذہنوں میں شک ڈالا جاتا تھا کہ پتہ نہیں جنت ہے یا نہیں ہے، اسی طرح جہنم کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں ایک شک سا ذہنوں میں پڑا ہوا تھا، جب مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ ایسی موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں، تو دل خود بخود ہی کہنے لگا کہ ارے جنت تو ہے۔ اس کے بعد فرمایا: دوزخ......توبہ توبہ......اتنے بڑے بڑے خچر جتنے بچھو اور خون اور پیپ......اس انداز سے جہنم کا نقشہ کھینچا کہ دل نے کہا کہ ارے دوزخ تو ہے اور سارے شکوک وشبہات رفع ہو گئے۔

ایک خوف کا ازالہ

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب میں نظام الدین آیا تو ہر وقت ایک خوف طاری رہتا تھا کہ نامعلوم کب کسی بے ادبی پر یہاں سے نکال دیا جاؤں، اس لیے کہ حضرت لاہوریؒ اپنے درس میں اکثر فرمایا کرتے کہ تمہیں بزرگوں کے ادب آداب تو آتے نہیں، تم بزرگوں سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے، اس لئے میں ڈرا ہوا رہتا تھا کہ ایک عجیب واقعہ ہوا، مولانا الیاس صاحبؒ کے ایک دوست تھے جو دہلی میں حکیم تھے، ان کا انتقال ہو گیا تو مولانا الیاس صاحبؒ ان کے بچے کو تربیت کے لیے اپنے پاس نظام الدین لے آئے اور مولوی واصف علیؒ کی نگرانی میں دے دیا، چھوٹا سا بچہ لیکن اسے چوری کرنے کی بری عادت تھی، اس نے چوری کر لی، حضرتؒ کو خبر دی گئی تو

حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں ہاں! تم لوگ اپنے سامان کی حفاظت کرو۔ یہ تو میرے سامنے کی بات تھی، کچھ دنوں بعد اس بچے نے پھر چوری کی، حضرتؒ کو خبر کی گئی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو یہ کام چوروں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں کے لیے ہی شروع کیا ہے، جس نے بزرگوں میں رہنا ہے وہ کوئی اور جگہ تلاش کر لے، اس دوسرے موقع پر میں نظام الدین میں نہیں تھا، جب آیا تو کسی نے مجھے یہ سب بتایا، اس کو سنتے ہی اتنی خوشی ہوئی کہ جو چوروں کو نہیں نکالتے وہ مجھے بھی نہیں نکالیں گے۔

علم کا کوٹلا (چھوٹا قلعہ)

ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحب اور مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا تذکرہ چل نکلا تو حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ "مولانا یوسف صاحبؒ کے بچپن کا زمانہ تھا، وہ اپنے والد مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، چونکہ بچے تھے اس لئے چلنے کی رفتار آہستہ تھی تو پیچھے سے حاجی عبدالرحمن صاحب نے کہا: او چھورا......! جلدی چل نا، یہ سن کر مولانا الیاس صاحبؒ نے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میاں جی! اس طرح تو مت کہو، یہ تو میرے علم کا کوٹلا (چھوٹا قلعہ) ہے۔"

میں چوراہے کا سپاہی ہوں

مولانا الیاس صاحبؒ کے والد مولانا اسماعیل صاحبؒ کا قدیم آبائی وطن جھنجھانہ ضلع مظفر نگر تھا، لیکن پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں عقد ثانی کر لیا تھا جس کی وجہ سے کاندھلہ برابر آمد و رفت رہتی تھی اور وہ بھی وطن کی طرح ہو گیا تھا، جھنجھانہ اور کاندھلہ کا یہ خاندان صدیقی شیوخ کا معتبر گھرانہ تھا، جس میں علم اور دینداری پشت ہا پشت سے چلی آ رہی تھی، مولانا اسماعیل صاحبؒ کو وراثت میں ایک بڑی جائداد ملی ہوئی تھی، جب وہ جھنجھانہ اور کاندھلہ سے دہلی منتقل ہو گئے، تو اس جائداد کی طرف توجہ نہ رہی اور لوگوں نے اس پہ قبضہ کر لیا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک صاحب جن کا نام ظہیر الدین تھا اور رشتے میں مولانا الیاس صاحبؒ کے بھانجے لگتے تھے حاضرِ خدمت ہوئے اور آ کر عرض کیا کہ میں نے مجسٹریٹ سے بات کر لی ہے، آپ صرف ایک مرتبہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو جائیں، میں مجسٹریٹ سے کہہ دوں گا کہ یہ مولوی اسماعیل کے بیٹے ہیں اور اس جائداد کے حقیقی وارث ہیں، باقی سارا کام میرا ہے، میں خود

آپ کی جائیداد چھڑوالوں گا اور اس کی دیکھ بھال بھی کرتا رہوں گا اور اس کی آمدنی آپ کو آتی رہے گی اور آپ نے اس کی آمدن کو اپنی ذات پر کون سا خرچ کرنا ہے آپ تو تبلیغ پر ہی خرچ کریں گے، اس پر مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ ''میاں ظہیر میری مثال چوراہے کے سپاہی کی سی ہے، چوراہے کا سپاہی اگر اپنا کام چھوڑ کر کسی اور کو راستہ بتانے چلا جائے تو ساری سواریوں کی آپس میں ٹکر ہو جائے گی، اگر میں نے اپنی سوچ، فکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کام میں لگا دیا تو دین کے سارے شعبوں میں ٹکراؤ ہو جائے گا، میں تو اپنی فکر کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی کو نہیں دوں گا، اس پر حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ بات میرے دل پر ایسی لگی کہ میں نے بھی فوراً اپنے دل میں یہ طے کیا کہ عبدالوہاب تُو نے بھی اپنی سوچ و فکر اور صلاحیت کا ایک ذرہ بھی اس کام کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں لگانا۔''

اہل اللہ کی صحبت اور ان کی قدردانی

ایک مرتبہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ اہل اللہ کی صحبت جتنی بھی مل جائے اسے غنیمت سمجھو فرمایا کہ ''مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیثؒ کے یہاں دن کے گیارہ بجے کھانا کھلایا جاتا تھا، اللہ کی شان ایک مرتبہ کھانے پر مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر علماء کرام جمع ہوگئے، کھانے سے فراغت پر حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ میں کہیں جارہا ہوں اور میں اکیلا ہی جاؤں گا کوئی میرے ساتھ نہیں جائے گا، یہ سننا تھا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فوراً بولے کہ میں جاؤں گا، حضرت رائے پوریؒ نے پھر فرمایا کہ میں اکیلا ہی جاؤں گا، لیکن مولانا الیاس صاحبؒ ساتھ جانے پر بضد تھے آخر حضرت رائے پوریؒ مظاہر العلوم سہارنپور سے باہر نکلے اور مولانا الیاس صاحبؒ بھی ساتھ ہو لیے، یہ دونوں حضرات سہارنپور سے نکلے اور تھانہ بھون پہنچ گئے۔

حضرت تھانویؒ مولانا الیاس صاحبؒ سے تو خوب واقف تھے لیکن حضرت رائے پوریؒ کو پہلے دیکھا نہیں تھا صرف نام سے جانتے تھے، ملتے ہی مولانا الیاس صاحبؒ سے پوچھا کہ یہ بزرگ جو تمہارے ساتھ ہیں یہ کون ہیں؟ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہیں، حضرت تھانویؒ نے خوشی سے فرمایا کہ اچھا، یہ ہیں وہ، پھر فرمایا کہ اچھا جب یہ ایسے ہیں تو جن بزرگوں نے ان کی تربیت کی ہوگی وہ کیسے ہوں گے، پھر جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت تھانویؒ اپنی مسند پر تشریف لائے اور حضرت رائے پوریؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ سامنے بیٹھ گئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت مقام تو آپ کا اتنا اونچا ہے

کہ آپ یہاں تشریف رکھتے اور میں آپ کی جگہ ہوتا، پھر اس کے بعد فرمایا کہ واقعی عبدالقادر مظہرِ قادر ہیں، کچھ دیر بعد حضرت رائے پوریؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہوتو میں آپ کو اسٹیشن تک چھوڑنے چلا جاؤں؟ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ مجھے تکلیف ہوگی، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے حضرت جیسے آپ چاہیں، چنانچہ حضرت رائے پوریؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ تھانہ بھون سے نکلے اور واپس سہارنپور جانے کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے، ابھی ریل کے آنے میں وقت تھا، چنانچہ دونوں حضرات وہیں انتظار کرنے لگے۔

اللہ کی شان ایسا ہوا کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ ایک ریل سے اترے اور انہیں دوسری جگہ جانے کے لیے تھانہ بھون اسٹیشن سے ہی دوسری ریل بدلنی تھی اور اس کے آنے میں ابھی وقت تھا، تو انہوں نے سوچا کہ چلو اتنے میں ریل آجائے میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سلام ہی عرض کرلوں، چنانچہ اس غرض سے حضرت تھانویؒ کے پاس پہنچے اور آنے کی غرض بیان کر کے رخصت چاہی تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ چلو میں بھی تمہارے ساتھ اسٹیشن تک چلتا ہوں، مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ پر یہ جملہ بجلی بن کر گرا اور وہ بہت حیران ہوئے کہ حضرت تھانویؒ تو آج تک کسی کو چھوڑنے نہیں گئے اور مجھے چھوڑنے جارہے ہیں، غرض دونوں حضرات اسٹیشن پہنچے، مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت رائے پوریؒ اور مولانا الیاس صاحبؒ بھی اسٹیشن پر موجود ہیں، اسٹیشن پر پہنچتے ہی حضرت تھانویؒ حضرت رائپوریؒ کے پاس گئے اور فرمایا کہ حضرت میں نے آپ کو تکلیف نہیں دی، میں تو ان (عبدالماجد دریا آبادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے ساتھ آیا ہوں، عبدالماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں کہ تب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ میری وجہ سے نہیں بلکہ ان کی وجہ سے آئے ہیں کہ کچھ دیر ان کی صحبت سے استفادہ کرلوں۔

مولانا عبیداللہ سندھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظام الدین آمد

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس چھ مہینے رہے، اس دوران چونکہ حاجی صاحبؒ ملازمت کرتے تھے، اس لیے ملازمت کے اوقات میں عدم صحبت کا حاجی صاحبؒ کو بہت قلق رہتا تھا، ان دنوں نظام الدین میں ایک مولوی عبدالملک صاحب مرادآبادی حاجی صاحبؒ کے دوست بن گئے، جو روزانہ حاجی صاحبؒ کو بتاتے تھے کہ آج مولانا الیاس صاحبؒ نے یہ فرمایا یہ فرمایا، آخری دنوں میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا کہ بڑے میاں (مولانا الیاس صاحبؒ) تو اپنی

پرواز میں ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں۔

ان ہی دنوں میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا نظام الدین آنا ہوا، مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، طبیب نے بیماری کی وجہ سے بولنے سے منع کیا ہوا تھا، حضرت سندھیؒ نے سلام کیا مولانا الیاس صاحبؒ نے جواب دیا اور جواب دینے کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ڈانٹا کہ جب طبیب نے مجھے بولنے سے منع کیا ہوا تھا تو تم نے سلام کیوں کیا، سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، تم نے مجھے واجب میں کیوں مبتلا کیا، مولانا عبیداللہ سندھی صاحبؒ چپ چاپ سنتے رہے اور آخر میں اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی معاف فرمادیں۔

اسی آمد کا ایک اور واقعہ حاجی صاحبؒ سنایا کرتے تھے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ بڑے صاحب فراست آدمی تھے اللہ نے ان کو ایسی فراست دی تھی کہ جب وہ بات کرتے تھے تو یوں لگتا تھا کہ دیکھ کر بات کر رہے ہیں، ان کی یہ فراست سارے دلّی میں مشہور تھی، جب مولانا الیاس صاحبؒ کے حجرے سے باہر آئے تو حوض کے پاس بیٹھ گئے، دائیں طرف مولانا یوسف صاحبؒ اور بائیں طرف مولانا احتشام الحسن صاحبؒ اور سامنے مولوی داؤد صاحبؒ (میواتی) کھڑے تھے، مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فرمایا کہ بہت عظیم کام ہے یہ (مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تُو کرلے گا اور تم (مولانا احتشام الحسن صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نہیں کرسکو گے، چنانچہ مولانا یوسف صاحبؒ تو خوب آگے بڑھے، البتہ مولانا احتشام الحسن صاحبؒ جو مولانا یوسف صاحبؒ کے ماموں تھے، بعض اعذار کی وجہ سے ساتھ نہیں چل سکے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحبؒ نے تین آدمیوں (مولانا ابوالحسن علی ندویؒ صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ اور مولانا عبیداللہ بلیاوی صاحبؒ) کو اپنے پاس بلایا اور ساری رات ان تینوں کو ایک مضمون سمجھاتے رہے، فجر کی نماز کے بعد ان میں سے ایک صاحب کو بیان کے لئے کہا گیا، انہوں نے پہلے تمہیدی بات شروع کی، حضرت (مولانا الیاس صاحبؒ) کی چارپائی مسجد میں تھی، انہوں نے فرمایا کہ کس کو کھڑا کر دیا؟ بند کرو، اس سے کہو کہ کام کی بات کرے، وہ صاحب خاموش ہو گئے، دوسرے صاحب سے کہا گیا کہ تم بیان کرو تو وہ کہنے لگے کہ میں تو نہیں کرسکتا، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ وہیں موجود تھے انہوں نے فرمایا آپ اپنی چارپائی اٹھوائیے اور اندر لے جائیے، یہاں رہیں گے تو کوئی بھی بیان نہیں

کر سکے گا، حضرتؒ کی چارپائی اندر حجرے میں کروادی گئی، مولانا یوسفؒ حجرے میں آئے اور والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک دو جملوں میں بتایا کہ میں یہ چاہتا ہوں، مولانا یوسف صاحبؒ نے جا کر ساری بات مجمع کو سمجھا دی، بیان کے بعد مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ نے کہا کہ تم تو رات کو ہمارے ساتھ نہیں تھے تمہیں کیسے پتا کہ حضرت یہ بات چاہتے تھے تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ)۔

اللہ والوں کی خدمت میں جانے کا ادب

ایک مرتبہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شفیع قریشی صاحبؒ کی گاڑی میں رائے پور جارہے تھے، سارے راستے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوریؒ کے مناقب اور فضائل بیان کرتے رہے، قریشی صاحبؒ یہ سمجھے کہ حضرت رائے پوریؒ مولانا الیاس صاحبؒ سے بھی بڑے بزرگ ہیں کہ مولانا الیاس صاحبؒ ان کے اتنے فضائل ومناقب بیان کر رہے ہیں، راستے میں گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے سب حضرات پیدل چلنے لگے تو مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں بھائی وہ مقام تو اتنا اونچا ہے کہ وہاں سر کے بل جانا چاہیے، قریشی صاحبؒ اور بھی حیران ہوئے کہ پتہ نہیں کتنے بڑے بزرگ ہیں، اس سفر میں مولانا احتشام صاحبؒ بھی ساتھ تھے وہ راستے میں قریشی صاحبؒ سے باتیں کر رہے تھے، انہیں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر مولانا الیاس صاحبؒ نے زور سے فرمایا کہ مولوی احتشام تمہیں پتا نہیں کہاں جارہے ہیں؟ باتیں کر رہے ہو! پھر حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ اللہ والوں کے پاس جاتے ہوئے راستہ میں ذکر واذکار اور دعا کرتے ہوئے جانا چاہئے ان کے مقام کا پہلے سے استحضار کر کے جانا چاہئے۔

اللہ کی شان ادھر حضرت رائے پوریؒ پہلے سے راستے میں مولانا الیاس صاحبؒ کے استقبال کے لیے کافی آگے تک آئے ہوئے تھے، حضرت رائے پوریؒ مولانا الیاس صاحبؒ کو حضرت دہلوی فرماتے تھے، دونوں حضرات ایک دوسرے کی تعظیم میں بچھے جارہے تھے، قریشی صاحبؒ حیران تھے کہ ان میں سے کون بڑے بزرگ ہیں، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے یہ تھا ان حضرات میں بڑوں کا ادب کہ اپنے کو کچھ نہ سمجھنا۔

مسلمان کے ظن کا اثر اور اس کی طاقت

حاجی صاحب عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد مولانا الیاس صاحبؒ نے

فرمایا کہ مسلمان کا ظن بہت کام کرتا ہے، میں تو نیا نیا کالج سے گیا تھا، مجھے اس وقت سمجھ نہیں آیا کہ ظن کا کیا مطلب ہے، وہ تو بعد میں پتہ چلا کہ ظن کتنی بڑی چیز ہے، پھر فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحبؒ اکثر نظام الدین سے میوات جایا کرتے تھے، میوات جانے کے لیے جس جگہ سے بس پکڑتے تھے اس بس اڈے کے بالکل سامنے ایک کالج تھا جس کا نام اینگلو عربیک کالج تھا، یہ کالج انگریزوں نے بنایا تھا جس کا مقصد انگریزی اور دینی تعلیم کو مخلوط کر کے انگریزی تعلیم کو غالب کرنا تھا، چنانچہ بس کے انتظار میں مولانا الیاس صاحبؒ ساتھیوں سے پوچھتے کہ یہ کیا ہے؟ ساتھی جواب دیتے کہ یہ کالج ہے۔ تو حضرتؒ فرماتے کہ نہیں یہ ہمارے تبلیغ کا اڈہ ہے۔ ساتھی عرض کرتے کہ حضرت ساری خرابیاں یہیں سے تو نکلتی ہیں اور سارے فساد یہیں سے پیدا ہوتے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے کہ نہیں نہیں یہ تبلیغ کا اڈہ ہے، یہاں سے تبلیغ کی جماعتیں نکلیں گی، پھر اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحبؒ کی اس بات کو اس طرح پورا فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں ہی کالج والوں نے مشورہ کیا کہ ہماری مجلس عاملہ میں کوئی عالم نہیں ہے، ایک نہ ایک عالم ضرور ہونا چاہئے، لہٰذا مشورے سے مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا نام تجویز ہوا اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ ان کی مجلس مشاورت میں آ گئے۔ مولانا الیاس صاحبؒ کے انتقال کے بعد اس کالج میں ایک مسجد بنی اور مسجد کے سامنے میدان میں اجتماع بھی شروع ہو گیا اور متواتر ہر سال ہونے لگا، یہ مولانا الیاس صاحبؒ کے ظن کی طاقت تھی، حضرتؒ کبھی کسی کو دیکھ کر منفی سوچ کی طرف نہیں جاتے تھے بلکہ ہمیشہ اچھا گمان رکھتے تھے اور فرماتے کہ اگر مسلمان میں 99 خرابیاں ہوں اور صرف ایک اچھائی ہو تو اس اچھائی کو اتنا بیان کرو، کہ اس کی سب برائیاں اس کی ایک اچھائی میں چھپ جائیں۔

مولانا الیاس صاحبؒ کے حسنِ ظن ہی کی ایک مثال یہ بھی دی جا سکتی ہے کہ رائیونڈ کے بارے میں جو مشہور ہے کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے یہاں دعا کی تھی حالانکہ ایسی کوئی بات کسی مستند ذریعے سے معلوم نہیں ہو سکی، لیکن چونکہ رائیونڈ اس زمانے میں بھی جنکشن تھا، تو یہاں اسٹیشن پر حضرتؒ نے قیام کیا تھا اور اس قیام کی وجہ یہ تھی کہ حضرتؒ قصور کی طرف سے آئے تھے اور آگے کراچی جانا تھا اور کراچی سے پھر بحری جہاز کے ذریعے حج کے لیے روانہ ہونا تھا، تو ریل کے انتظار میں یہاں اسٹیشن پر قیام کیا تھا اور مولانا احتشام صاحبؒ اور کچھ ساتھی ساتھ تھے اور مولانا الیاسؒ کا جو مزاج تھا کہ ہر جگہ کو دیکھ کر اس کے بارے میں اچھے الفاظ کہا کرتے تھے، اس مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا نے یہ کہا ہو کہ اللہ اس جنکشن کو تبلیغ کا جنکشن بنا دے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے اسٹیشن پر اتنا انتظار کیا ہو اور اس جنکشن کے بارے میں

کچھ نہ کہا ہو، تو ممکن ہے کہ انہوں نے کچھ کہا ہوگا، البتہ یقینی طور پر اس کا علم نہیں ہو سکا کہ دعا فرمائی تھی یا نہیں۔
بہر حال مولانا الیاس صاحبؒ کا یہ مزاج تھا کہ ہر چیز کو دیکھ کر اس کا رخ بھلائی کی طرف کرتے تھے، اس پر میں (فہیم) نے حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کی ساری زندگی حسنِ ظن سے بھری ہوئی تھی کہ ہر آدمی کے بارے میں حسن ظن کیا کرتے تھے یہ تو عین اس حدیث قدسی کے مطابق ہے جس میں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں)۔

دینی حمیت

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا یوسف صاحبؒ اپنے والد مولانا الیاس صاحبؒ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے آپ کے کام پر سو اشکال ہیں، مولانا یوسف صاحبؒ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو بھی ساتھ ملا لیتے لیکن مولانا انعام الحسن صاحب دھیمے مزاج کے تھے، اس لیے وہ چپ چپ رہتے تھے جبکہ مولانا یوسف صاحب کی طبیعت میں تیزی تھی تو وہ والد صاحب سے اکثر کہہ دیا کرتے تھے کہ مجھے آپ کے کام پر سو اشکال ہیں اس پر ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا تم دونوں مجھے مسلمان بھی سمجھتے ہو یا نہیں......؟
ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحبؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ مولانا یوسف صاحبؒ اپنے والد کے داہنی طرف آ کر بیٹھ گئے، مولانا الیاس صاحبؒ نماز سے فارغ ہوئے اور مولوی یوسف صاحبؒ کی طرف دیکھا تو مولانا یوسف صاحبؒ کہنے لگے کہ بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں، بیوی کا یہ حق ہے، یہ حق ہے اپنے والد ماجد کو بیوی کے حقوق گنوانے لگے۔ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا بھائی...... میں تیری اماں سے معافی مانگ لوں گا، مولانا یوسف صاحب نے کہا کہ یہ درست نہیں، مرد کو عورت سے معافی نہیں مانگنی چاہئے، بلکہ حقوق ادا کرنے کا خیال رکھیں۔ اس طرح مولانا یوسف صاحبؒ اشکال کرتے رہتے تھے، حضرت رائے پوریؒ کو اس کا پتہ چلا تو مولانا یوسف صاحبؒ کو بلایا اور ڈانٹا اور فرمایا کہ جب حضرت دہلویؒ کوئی بات فرمایا کریں تو ادب و توجہ سے سنا کرو، مولانا یوسف صاحبؒ پر اس بات کا بہت اثر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اس کے بعد سارے اشکالات آہستہ آہستہ دور ہونے شروع ہو گئے۔

اللہ کی رحمت اترنے والی ہے

ایک مرتبہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ حضرت مدنیؒ بخاری شریف کا سبق پڑھا رہے

تھے کہ فرمایا کتاب بند کردو اللہ کی رحمت اترنے والی ہے، پھر کچھ دیر بعد فرمایا سبق شروع کرو۔

سبق کے بعد ایک شاگرد حضرتؒ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ نے سبق میں فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت اترنے والی ہے، پھر کیا ہوا؟ حضرت مدنیؒ نے فرمایا وہ تو مولوی الیاس پر اتر گئی، اس شاگرد کا تعلق مولوی نور محمد صاحبؒ سے تھا جو روہتک کے رہنے والے تھے (روہتک موجودہ ہریانہ کا ایک ضلع ہے)، وہ سارا علاقہ ہمارے بریلوی بھائیوں کا تھا، اس میں مولوی نور محمد صاحبؒ اکیلے دیوبندی مولوی تھے، بقول حاجی صاحبؒ بڑے دبنگ تھے، کسی کو ان کے سامنے کچھ کہنے یا کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، ان کا مولانا الیاس صاحبؒ سے بھی تعلق تھا اور اکثر نظام الدین جاتے رہتے تھے، مولانا الیاس صاحبؒ بھی جب کبھی ان کے علاقے کی طرف تشریف لے جاتے تو ان ہی کے یہاں قیام فرماتے، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ مولانا یوسف صاحبؒ یہ حضرات بھی ان کے پاس قیام کرتے تھے۔

تو حضرت مدنیؒ کے اس شاگرد نے مولوی نور محمد صاحبؒ کو حضرت مدنیؒ کا رحمت اترنے والا واقعہ سنایا تو مولوی نور محمد صاحبؒ فوراً نظام الدین گئے اور مولانا الیاس صاحبؒ سے جا کر بیعت ہو گئے، تعلق تو پہلے سے تھا، لیکن بیعت بعد میں ہوئے، یہ مولوی نور محمد صاحبؒ تقسیم کے بعد پہلے اوکاڑہ میں آ کر آباد ہوئے، لیکن وہاں جی نہیں لگا، پھر پتہ چلا کہ ان کے محلے کے لوگ پھلرؤال میں آ کر آباد ہوئے ہیں تو پھلرؤال آ گئے، بڑے بیٹے محمد اسحاق کو تو عالم بنایا، جن کے ایک بیٹے محمد ناصر فوج میں کرنل ہوئے اور آج کل سیالکوٹ میں ہیں، مولوی نور محمد صاحبؒ کے دوسرے بیٹے محمد انور پھلرؤال ہی میں آباد ہیں۔

حجازِ مقدس کی طرف پہلی جماعت

ایک مرتبہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجاز مقدس کی طرف جانے والی جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے میں تبلیغ کے عنوان سے سب سے پہلے جو جماعت حجاز مقدس کی طرف گئی اس میں سوائے ایک کے سب کے سب عالم تھے، عربی بولنے والوں میں مولانا احتشام صاحبؒ تھے، مولانا ادریس صاحبؒ صادق آباد والے اور مولانا نور محمد صاحبؒ (یہ پچھلے واقعہ والے نہیں دوسرے بزرگ) یہ دونوں اردو بیان کی زبان کہلاتے تھے اور مفتی جمیل احمد تھانویؒ رئیس المفتی جامعہ اشرفیہ لاہور اور دلّی کی ایک مسجد کے امام حافظ کرامت صاحب کے بیٹے مولوی جمیل الدین صاحبؒ بھی ساتھ تھے جو مسلک کے اعتبار سے بریلوی تھے، مولانا الیاس صاحبؒ کا مزاج تھا کہ وہ سب کو جوڑ کر چلتے تھے اسی لیے ان کو بھی ساتھ لے لیا، اس

کے علاوہ مولانا شاہ عبدالعزیز دعاجو رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے، یہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ انتہائی شریف الطبع اور مستجاب الدعوات شخصیت تھے، اس سفر میں مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور مولانا یوسف صاحبؒ بھی مولانا الیاس صاحبؒ کے ہمراہ تھے، یہ سب تو علماء تھے اور ان کے علاوہ ایک اور مستجاب الدعوات عمر رسیدہ بزرگ حاجی عبدالرحمن صاحبؒ تھے جو کہ نومسلم تھے، پورے سفر میں پورے قافلے کی خدمت پر مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ مامور تھے، اس سفر کی روداد مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو مفصل سنائی جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مغرب کے بعد مولانا الیاس صاحبؒ ملتزم پر چمٹے ہوئے رو رو کر دیر تک دعا مانگتے رہے جب واپسی ہوئی تو چہرہ کھلا ہوا تھا پھر فرمایا کہ اللہ نے میری دعا قبول کر لی اور وہ دعا یہ تھی۔

١ دنیا میں میرا یہ کام چل کر رہے گا اس کا غلغلہ ہوگا۔

٢ جو کوئی میرے اس کام میں ترمیم کرنا چاہے گا اس کی ترمیم نہیں چلے گی۔

٣ جو کوئی جان بوجھ کر میرے اس کام کی مخالفت کرے گا اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

اسی سفر حجاز میں بادشاہ وقت کو بھی خط لکھا گیا تھا، جس کا نسخہ میرے (فہیم) پاس موجود ہے اس میں مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا احتشام الحق صاحبؒ کے دستخط بھی تھے اور بادشاہ کے دفتر سے اس خط پر خالی جگہ میں تحسین وتعریف کا جواب لکھا تھا۔

مولانا الیاس صاحبؒ نے ۱۳۴۴ھ میں سفر حج کیا پھر ہندوستان واپس آکر ۱۳۴۶ھ میں دعوت والے کام کو شروع کیا پھر دعوت کے عنوان سے علماء کی جماعت لے کر ۱۳۵۷ھ میں سفرِ حجاز کیا جس کا واقعہ اوپر مذکور ہے۔

مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ کا معمول تھا کہ دن کے 11 بجے مولانا الیاس صاحبؒ کی چارپائی کے نیچے آکر سو جاتے، ایک دن مولانا احتشام صاحبؒ نے انہیں کسی کام کا کہہ دیا، مولانا عبیداللہ صاحبؒ اس کام میں مصروف ہو گئے اور حضرت کے پاس وقت پر نہ آسکے، جب آئے تو مولانا الیاس صاحبؒ نے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ نکل جاؤ یہاں سے چلے جاؤ یہاں سے۔ مولانا یوسف صاحبؒ مولانا عبیداللہ صاحبؒ سے کہتے رہے کہیں مت جانا، مولانا عبیداللہ صاحبؒ روتے بھی جا رہے اور کہتے بھی جاتے کہ میں کہاں جاؤں گا؟ میرا کون سا ٹھکانا ہے؟ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے دوسرے دروازے سے مولانا عبیداللہ صاحبؒ کو حجرے میں بلوایا

اورفرمایا کہ میرے چاند! تجھ کوتھوڑی ڈانٹا،جنھوں نے تجھے کام کہاان کوڈانٹا ہے،آئندہ تجھے کام نہیں کہیں گے۔
مولانا عبید اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے میرے اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کے ذمے لگایا تھا کہ جو بات میں کہا کروں اس کے نصوص تلاش کیا کرو اور الحمدللہ ہم نے کبھی بھی حضرتؒ کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کی ہمیں نص نہ ملی ہو،علمی کمال کے اعتبار سے مولانا عبید اللہ صاحبؒ انتہائی ممتاز تھے، ان کے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اسے مسائل کا خوب استحضار ہے اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تواضع ، انکساری، تذلیلِ نفس اور دعوت الی اللہ کی وجہ سے علم سے نوازا تھا وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے کے زمانے میں مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا،لیکن اب میں بخاری شریف کے ترجمۃ الباب (عنوانات) لکھ سکتا ہوں۔
حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے سبق میں مشہور تھا کہ دورۂ حدیث میں جو درست عبارت پڑھ سکتا تھا وہی عبارت پڑھتا تھا، اپنی طالب علمی کے زمانے میں ساری عبارت حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ ہی پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ انہیں بخار ہو گیا تو انہوں نے مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ (مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے صاحبزادے) کو پڑھنے کے لیے کہہ دیا، جب وہ پڑھنے لگے تو شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ عبید اللہ کہاں ہے......؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ان کی طبیعت خراب ہے اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ مجھ سے اجازت لیے بغیر خود ہی کیوں کہہ دیا، مجھ سے کہا ہوتا کہ میں بیمار ہوں پڑھ نہیں سکتا،خود کیوں طے کر کے اس کو کہہ دیا؟ آئندہ تم ہی پڑھا کرواور مولانا عبید اللہ صاحبؒ سے ناراض ہو گئے۔
مولانا عبید اللہ صاحبؒ ایک بریلوی خاندان سے تھے،ان کے والد عبدالقدیر ایک کٹر بریلوی اور اپنے علاقے کے پیر مانے جاتے تھے، ان کا سلسلہ قدیر یہ تھا، انہوں نے ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ میرے والد تو تبلیغ کے سخت خلاف ہیں، حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ اس زمانے میں میرا ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا لیکن میں نے تہیہ کیا کہ میں ان کے والد سے ملوں گا، وہ غازی آباد رہا کرتے تھے، حاجی صاحبؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ سے کہا کہ مجھے کچھ لوگ دے دیں میں جماعت لے کر مراد آباد جاؤں گا، پھر مراد آباد سے جماعت تیار کر کے اگلی جگہ چلا جاؤں گا، چنانچہ حاجی صاحبؒ کچھ لوگوں کی جماعت لے کر مراد آباد پہنچے، پھر مراد آباد سے ایک جماعت تیار کر کے لکھنؤ اور لکھنؤ سے ایک جماعت لے کر غازی آباد پہنچے،مولانا عبید اللہ صاحبؒ بھی حاجی صاحبؒ کے ساتھ تھے، حاجی صاحبؒ وہاں پہنچ کر ان کے والد سے ملے، ان کے والد عبدالقدیر صاحبؒ نے کہا کہ کھانا

کھاؤ، حاجی صاحبؒ نے کہا کہ پہلے وقت دو پھر کھانا کھائیں گے، چنانچہ انہیں وصول کیا اور واپسی کے سفر میں ٹرین میں ان کو چھ نمبر اور مولانا یوسف صاحبؒ کے بیانات سناتے رہے یہاں تک کہ ان کا وقت بھی لگوادیا۔

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا الیاس صاحبؒ کو حج کے سفر میں جب اس کام کا القاء ہوا تو واپس آنے کے بعد مسلسل فکر مند رہے، جس پر کام کی ساری ترتیب ذہن میں آتی رہی، لیکن مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے اوپر اعتماد نہیں کیا بلکہ اس وقت کے مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے، سارا کام اور اس کی ترتیب ان کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ کیا یہ کام حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نہج پر ہے؟ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ کام تو وہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ آج تو لوگ مدرسہ، مسجد اور خانقاہ کو ایک ٹکا بھی نہیں دیتے تو کون اتنے پیسے خرچ کرے گا؟ تو مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ میرے ذمہ نہیں کہ کون دے گا کون نہیں؟ یہ کام حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نہج پر ہے تو میں تو کروں گا اور کسی کا وقت دینا نہ دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی زبان سے سنا گیا پہلا تبلیغی بیان

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابھی مجھے نظام الدین آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ پتہ چلا کہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ پتھر پھوڑیوں کی مسجد میں بیان فرمائیں گے، میں پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچ گیا، یہ مسجد دلّی میں واقع تھی، مفتی صاحبؒ نے بہت ہی مختصر بیان فرمایا، خطبہ میں آیت یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اخیر تک پڑھی پھر فرمایا: بھائیو! یہ کوئی نیا کام نہیں ہے، حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا کام ہے، بس اتنی بات ہے کہ جب کوئی چیز رواج میں ہو تو مشکل بھی آسان ہو جاتی ہے اور جب رواج میں نہ ہو تو آسان بھی مشکل نظر آتی ہے، جیسے میں یوں کہوں بھائیو! ہمارے یہاں ولیمہ ہے تم آنا، ہم تمہیں دودھ کا ایک ایک پیالہ پلائیں گے، تو یہ آسان بھی ہے اور سنت بھی لیکن چونکہ رواج میں نہیں تو سب کہیں گے یہ کیسا ولیمہ ہے؟ اور اگر کہوں کل ولیمہ ہے تم ضرور آنا ہم تمہیں زردہ پلاؤ (پ کے پیش کو معروف پڑھا) کھلائیں گے، سب کہیں گے ہاں یہ ولیمہ ہے، حالانکہ مشکل ہے لیکن چونکہ رواج میں ہے اس لیے آسان ہے، بھائیو! صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں اللہ کے راستے میں نکلنا عام تھا اس لیے آسان

تھا، اب نام لکھواؤ، اتنا بیان کیا اور تشکیل ہوگئی۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے مفتی صاحبؒ کا یہ پہلا بیان تبلیغ کے عنوان سے سنا، مختصر اور آسان۔

اب دعوت کے کام کا کیا ہوگا

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے مرض وفات میں سب سے بڑا مسئلہ (جس نے حضرت مولانا کے متعلقین اور اکابرِ وقت کو فکر و تشویش میں مبتلا کر دیا تھا) یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں آپؒ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے انہماک و یقین، درد و سوز اور ذوق و شوق کو چاہتا ہے اور وہ اس وقت بظاہر کسی میں ہے بھی نہیں، کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، جن میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حافظ فخر الدین (مجاز حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری) رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔
مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وصال سے ٹھیک بارہ دن قبل ایک رات مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس بارے میں بڑی دیر تک باہم غور و فکر اور مشورہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے بعد یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقہ کو عقیدت و محبت ہو تو پھر ان شاء اللہ یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور ایسی شخصیت اس وقت ان دونوں بزرگوں کی نظر میں صرف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تھی، اس لیے صبح ہوتے ہی یہ دونوں بزرگ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے یہاں تشریف لے گئے اور مولانا منظور نعمانیؒ نے مختصر تمہید کے بعد اس طرح بات شروع کی کہ:
''مولانا محمد الیاس صاحب نے یہ کام شروع کیا اور بہت اونچا کام ہے اور اگر مولانا الیاس صاحب کے بعد یہاں کام نہ ہوا تو ہم تو یہاں نہیں آئیں گے، ہم تو کٹر وہابی ہیں، ہم اس لیے یہاں نہیں آئیں گے کہ یہ حضرت کی چارپائی ہے، یہ حجرہ اور یہ لاٹھی ہے، لیکن اگر کام ہوا تو آئیں گے اور یہاں حضرت والا غم اور فکر کسی میں بھی نظر نہیں آتا، رات کے مشورہ میں ہم دونوں نے یہ بات طے کی کہ مولانا محمد الیاس صاحب کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ حضرت کے بعد اس کام کا کیا ہوگا؟ ہم لوگوں کا اندازہ ہے اور غالباً آپ کو بھی اس سے اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں، ان سب کا اصل تعلق حضرت کی ذات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں

جڑے ہوئے ہیں، اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہوجائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا، ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ کہ حضرت کے بعد آپ یہاں قیام کا فیصلہ فرمالیں اور یہ کام آپ جناب کی راہ نمائی اور سرپرستی میں ہو۔''

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پوری بات توجہ اور یکسوئی سے سنتے رہے اور پھر فرمایا:

''مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے، میں اور آپ اس کا کیا بندوبست کرسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا، بلکہ ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہوجاتے ہیں، لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایک بھی شخص ان کی محنت و تربیت سے تیار نہیں ہوتا، لیکن ان کا وصال ہوتے ہی اچانک ان کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتاً اس کی طرف منتقل ہوگئی ہے، لیکن ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ میں حضرت چچا جان کے لوگوں میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہوچکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا، لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری امید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا، اس لیے مجھے توقع ہے کہ غالباً یہاں دوسری شکل واقع ہونے والی ہے۔''

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنے انتقال سے دو دن پہلے اپنے چھ معتمد علیہ خدام ❶ حافظ مقبول حسن صاحبؒ ❷ قاری داؤد صاحبؒ ❸ مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ ❹ صاحبزادہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ❺ مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ ❻ مولانا سید رضاء الحسنؒ کے نام لیے اور ان پر اعتماد کا اظہار کیا، ان کو اجازت مرحمت فرمائی اور ان میں سے کسی ایک کو اپنے نائب و جانشین کے انتخاب کا مسئلہ حاضر الوقت بزرگوں پر چھوڑ دیا، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے فرمایا کہ ان میں سے تم اور حضرت رائے پوری آپس کے مشورے سے جس کو امیر تجویز کرو میرے سامنے یہیں بیعت کرادو، حضرت شیخ الحدیثؒ کی رائے حافظ مقبول حسن صاحبؒ کے متعلق تھی کہ وہ بہت قدیم اجازت یافتہ تھے اور بہت عرصہ سے انہماک سے ذکر و شغل کرتے تھے، لیکن حضرت رائے پوریؒ کی رائے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے متعلق تھی اور حضرت رائے پوریؒ کہا کرتے تھے کہ میرا تو یوسف ہے۔ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے سامنے جب دونوں آراء آئیں تو انہوں نے

فرمایا کہ ''اہل میوات جتنا یوسف پر جمع ہو سکتے ہیں اور کسی پر نہیں ہو سکتے۔''لیکن مسئلہ یہ تھا کہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ علمی اشتغال میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنے والد ماجد کو یہ فرماتے تھے کہ پہلے خوب اچھی طرح علم حاصل کرلوں پھر یہ کام کروں گا لیکن والد صاحب جہاں کہیں بھی تشکیل کرتے پوری جانفشانی، لگن اور محنت سے ایسا کام کرتے کہ سب کے لئے مثال بن جاتے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے عرض کیا کہ مولوی یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے لیے ''القول الجمیل'' میں جو شرائط لکھی ہیں وہ سب بحمد اللہ! ان میں پائی جاتی ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں''۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ ''اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر و برکت فرمائے گا، مجھے منظور ہے'' یہ بھی فرمایا کہ ''پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی، اب بہت اطمینان ہو گیا ہے، امید ہے کہ میرے بعد ان شاء اللہ کام چلے گا۔''

انتقالِ نسبت

چنانچہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے وصال سے کچھ ہی دیر پہلے اپنے صاحب زادے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو رات کے پچھلے پہر اپنے پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا: ''یوسف آمل لے! ہم تو چلے!'' اللہ جانے اس پُر محبت نگاہ میں کیا جادو بھرا ہوا تھا اور اس شفقت بھرے جملے میں کیا مقناطیسیت تھی، جس نے درد وفکر، فیضانِ الٰہی، یقین و ایمان کی ایک نہ بجھنے والی آگ بجلی کے کرنٹ کی طرح ایک سے دوسرے کے اندر منتقل کر دی اور وہ خلاء جو ایک عظیم شیخ و داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقالِ نسبت سے اور خدا کی شان عطائی اور فضلِ سرمدی سے پُر ہوا۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا منظور نعمانی صاحبؒ ان آخری دنوں میں یہاں نہیں تھے بلکہ بریلی میں تھے، جب جنازے پر آئے تو پوچھا کہ کس کو نائب بنایا؟ لوگوں نے بتایا کہ یوسف کو، تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ لو، یہاں بھی وراثت ہی چلی کہ باپ مرا اور بیٹا جو کہ نا اہل ہے اسے نائب بنا دیا، لیکن جب صبح کو مولانا یوسف صاحبؒ نے نماز کے بعد بیان کیا تو میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور مجھے اس بات کا پختہ یقین ہو گیا کہ یہاں تو انتقالِ نسبت ہوئی ہے۔

حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت متحرک تھے اور حاجی صاحبؒ نے یہ طے فرمالیا تھا کہ اب اسی کام کو کرنا ہے، چنانچہ پوری طرح سے اپنے آپ کو مولانا یوسف صاحبؒ کے حوالے کردیا، مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو خوب استعمال فرمایا اور نظام الدین میں حاجی صاحبؒ مکمل طور سے اعمال میں جڑنے لگے، والد صاحب کو دکھانے کے لیے جو پوسٹ آفس کی ملازمت کررہے تھے، مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد اسے بھی خیرآباد کہہ دیا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے مولانا یوسف صاحبؒ کے زیرِ تربیت رہنے لگے، اس وقت تنگی کا دور تھا حاجی صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ اس وقت میرے پاس ایک جوڑا ہوتا تھا رات کے وقت اس کو دھوکر پہن لیتا تھا اور صبح تک وہ میرے بدن پر ہی سوکھ جایا کرتا تھا، ان ہی دنوں میں حضرت رائے پوریؒ سے ملاقات ہوئی حضرتؒ نے پوچھا کہ نوکری چھوڑ دی تو اب کیا کرے گا؟ تو حاجی صاحبؒ نے عرض کیا کہ جی قرآن پڑھوں گا اور پڑھاؤں گا دو وقت کی روٹی مل ہی جائے گی، یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ ایسا توکل اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے اور انہیں ہمت دلائی اور جمے رہنے کی تلقین کی۔

مولانا یوسف صاحبؒ کے شروع کے زمانے میں کچھ میواتی حضرات مرکز میں آکر یہ بات کہا کرتے کہ ہمارے حضرت جی تو چلے گئے، اسی طرح دلّی والے کہنے لگے کہ یہ لونڈا ہی تو ہے پتا نہیں کیا کرے گا، ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت رائے پوریؒ کے پاس تھے، تو حضرت شیخ الحدیثؒ ان سے کہنے لگے دونوں لونڈے (مولانا یوسف اور مولانا انعام) پتہ نہیں کیا کررہے ہوں گے، اس وقت مولانا یوسفؒ کی عمر 28 سال تھی اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ ان سے دو سال چھوٹے یعنی 26 سال کے تھے، ان حالات میں مولانا یوسف صاحبؒ مکمل طور پر ڈٹے رہے اور دائیں بائیں کی ذرا بھی پروانہ کی، جب یہ جماعتیں لے کر جایا کرتے تھے تو جماعتوں کے اندر صاحب زادوں کی طرح نہیں رہا کرتے تھے، بلکہ پوری طرح محنت فرماتے اور نقد خروج ہوجائے اس کی کوشش کرتے تھے، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک دعا کی کہ اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں میں مولانا یوسف صاحب کی شخصیت بٹھا دے، ہم جو دفتری لوگ تھے یہ مولانا یوسف صاحبؒ کے ساتھ جڑے رہے اور ہم پر مولانا یوسف صاحبؒ کے زہد کا بہت اثر تھا۔

اجتماعی عمل کی اہمیت

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نظام الدین مرکز میں بیٹھا ذکر کر رہا تھا، مولانا یوسف صاحبؒ نے مجھے بلایا اور ڈانتے ہوئے فرمایا کہ نیچے مشورہ ہو رہا ہے اور تم اوپر ذکر میں لگے ہوئے ہو، حاجی صاحبؒ کہتے ہیں کہ میری طبیعت پر بہت گراں ہوا کہ میں ان سے بیعت تو نہیں ہوں جو مجھے ڈانتے ہیں اور میرے جی میں اور میری طبیعت پر ان کے ڈانٹنے سے بہت بوجھ ہوا، لیکن اسی لمحے میں اللہ نے میری رہنمائی فرمائی اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ''عبدالوہاب! اگر تو ذکر کی لائن سے قطب مینار پر بھی پہنچ جائے اور دوسری طرف امت اس عظیم محنت کی برکت سے ایک بال برابر بھی ترقی کر جاتی ہے تو یہ اونچا ہے، اس لیے کروں گا وہی جو یہ کہیں گے، چنانچہ کچھ ہی لمحوں میں طبیعت کی یہ گرانی رفع ہو گئی۔''

حضرت رائے پوریؒ کی خلافت

جب حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات طے کر لی کہ اسی کام کو کرنا ہے تو اکثر اوقات نظام الدین میں ہی رہنا ہوتا تھا، لیکن چونکہ حاجی صاحبؒ حضرت رائے پوریؒ سے بیعت تھے اس لیے ان سے ملاقات رہا کرتی تھی، ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرتؒ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا جا، جا، وہیں جا، حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رائے پوریؒ کی مجھ پر اب وہ پہلے کی سی توجہ نہیں رہی تھی لیکن میں نے پھر بھی حضرتؒ کے پاس جانا نہ چھوڑا، اس بار بار کے جانے سے اتنا ہوا کہ حضرتؒ مجھ پر توجہ ڈالتے رہتے تھے پھر بعد میں جب کبھی میں حاضر خدمت ہوتا تو حضرتؒ فرماتے کون؟ تو کہا جاتا عبدالوہاب، حضرت فرماتے ہاں بھائی یہ تو مولوی یوسف کا خاص آدمی ہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے یہ یہ اسباق و اذکار دیئے تھے، حضرتؒ فرمانے لگے کہ یہ تو منتہیوں کو دیئے جاتے ہیں، باقی تجھے اب ذکر کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ تو سو ضرور لیا کر اور لوگوں کو اللہ کا نام بتا دیا کر، حاجی صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس کو اجازت کہتے ہیں، بعد میں ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ کے بھانجے نے مجھ سے کہا کہ یہی تو اجازت ہے، ورنہ حضرت رائے پوری کسی کو خلافت کے لیے لکھ کر تھوڑی دیتے تھے۔

بڑوں کا اعتماد

ایک مرتبہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت آج ایک بات صاف ہوجائے کہ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کو ہم پر اعتماد ہے یا نہیں؟ اگر آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے اور ہم بہت کچھ کررہے ہوں تو ہم کچھ نہیں کررہے اور اگر آپ کو ہم پر اعتماد ہے تو ہم کچھ بھی نہ کررہے ہوں تو بھی ہم بہت کچھ کررہے ہیں۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا نہیں بھائی! ہمیں تم پر اعتماد ہے۔

جس کی کام پر جان لگ رہی ہو اسی کا مال قبول کیا جائے

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے مرکز نظام الدین میں ایک اصول بنالیا تھا کہ اس کام کے اندر جس کی جان لگ رہی ہوگی اسی کے مال کے بارے میں مشورہ کیا جائے گا اور کسی سے کوئی چیز وصول نہیں کی جائے گی، ان ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ شفیع قریشی صاحبؒ کی والدہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھیں اور سینیٹوریم میں داخل تھیں، اس زمانے میں ٹی بی ایسا ہی لاعلاج مرض سمجھا جاتا تھا جیسا آج کے زمانے میں کینسر ہے، قریشی صاحبؒ چونکہ والدہ کے پاس تھے اس لیے ان کا مرکز میں آنا جانا کم ہوگیا، قریشی صاحبؒ کے انتہائی قریبی دوست ملک دین محمد صاحب تھے، ان کی دوستی آپس میں اتنی گہری تھی جیسے حقیقی بھائی ہوں، حتیٰ کہ قریشی صاحبؒ کے بچے بھی ملک صاحب کو تایا جان کہا کرتے تھے، ملک صاحب کا تبلیغ میں اتنا وقت نہیں لگا تھا، ملک صاحب قریشی صاحبؒ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانے ہی سے معمول تھا کہ قریشی صاحبؒ کے گھر سے شب گزاری میں دیگ، جس میں عام طور پر آلو گوشت ہوا کرتا تھا اور نان مجمع کے لیے آیا کرتا تھا، حسبِ معمول قریشی صاحبؒ کی غیر موجودگی میں بھی آتا رہا، پھر جب حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے یہ طے فرمایا کہ جس کا نظام الدین آنا جانا نہیں ہے ان کی چیزیں قبول نہیں کی جائیں گی، تو جب دیگ و نان شب جمعہ میں پہنچا تو حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک پرچی پر لکھ دیا کہ قریشی صاحبؒ اب نہیں آرہے اس لیے ہم واپس بھیج رہے ہیں، ملک صاحب نے پرچی پڑھی اور دیگ و نان واپس لے لیے اور آئندہ بھیجنا بند کردیا۔ جب قریشی صاحبؒ کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہوئی اور قریشی صاحبؒ تشریف لے آئے تو پھر کھانا آنے لگا بلکہ مولانا یوسف صاحبؒ مرکز کا قرض اور مرکز کی ضرورت کا ذکر کسی سے بھی نہیں فرماتے البتہ قریشی صاحبؒ کو بتا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ چونکہ مولانا الیاس صاحبؒ ان کو بتا دیتے تھے اس لیے میں بتا دیتا ہوں۔

یہ بات حضرت رائے پوریؒ تک جا پہنچی کہ یوسف لوگوں کو انکار کر دیتا ہے کہ جان لگاؤ پھر مال کا مشورہ کریں گے، اس سے پہلے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ بھی حضرت رائے پوریؒ سے یہ شکایت کر چکے تھے کہ یہ (یوسف) ہر آنے والی چیز کا انکار کرتا رہتا ہے، لوگ اس کو تھوڑا ہی دیتے ہیں، لوگ تو تبلیغ کو دیتے ہیں، اگر اسی طرح یہ انکار کرتا رہا تو نظم کیسے چلے گا۔ حضرت رائے پوریؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے میں یوسف سے بات کروں گا، کچھ دن بعد مولانا یوسف صاحبؒ حضرت رائے پوریؒ سے ملے تو اس استغناء کی بات چل پڑی اس موقع پر حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ یوسف پکّے رہیو، میں تیرے ساتھ ہوں بس اسی پر جمے رہنا اور فرمایا: ''ہم ان دنیاداروں کے ہدیے تحفے اس لیے لیتے ہیں کہ یہ ہم سے جڑے رہیں اور کوئی آخرت کا فائدہ اٹھالیں اور یہ الٹا اپنا احسان سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارے ہدیے، تحفوں سے چلتے ہیں۔''

دعا پر اعتماد

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مطبخ کے ذمہ دار منشی صاحب آ گئے اور کہنے لگے کہ دکان دار نے راشن دینے سے انکار کر دیا ہے، کہتا ہے کہ پہلے پچھلا قرضہ اتارو پھر اور سامان ملے گا، اس سے پہلے بجلی پانی کا بل بھی آ چکا تھا، مولانا یوسف صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا پیسے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، میں نے دوانیاں نکال کر دیں تو فرمایا کہ بھاگ جا اور جا کر صلاۃ الحاجت پڑھ، میں وہاں سے چلا گیا اور وضو خانے کی طرف چل دیا، وضو کے دوران میں سوچنے لگا کہ اگر بجلی کا بل جمع نہ ہوا تو کنکشن کٹ جائے گا، اسی دوران کہیں سے اتنا انتظام ہو گیا کہ اس سے بجلی کا بل ادا ہو سکتا تھا، حضرت نے فرمایا، چلو اس سے بل تو ادا ہو جائے گا، میں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ مطبخ کے راشن کی فکر نہ کریں، انہوں نے فرمایا کہ کیا مطلب......؟ میں نے عرض کیا کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے دعا مانگی ہوئی ہے کہ اس چار دیواری میں کبھی فاقہ نہ آئے گا، مولانا یوسف صاحبؒ نے پوچھا کہ پکی بات ہے، میں نے عرض کیا جی کی بات ہے، یہ سنتے ہی مولانا یوسف صاحبؒ کی پریشانی زائل ہو گئی۔

مشورے سے پہلے مشورہ اور کام کی حقیقت

مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں کام کے اصول بننا شروع ہوئے تو اس سلسلے میں بہت سی باتیں آئے روز سامنے آیا کرتی تھیں، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان کا تذکرہ کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ شیخ

الحدیث صاحبؒ نے حاجی بشیر صاحبؒ اور دیگر اکابرین جو اس وقت موجود تھے، ان سے مشورے کے متعلق ایک بات کہی کہ یوسف کے پاس جانے سے پہلے رائے ہموار کر لینا یہ خیانت ہے، اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جیسا کہ آج کل بھی یہ بات بہت چل پڑی ہے حتیٰ کہ مدارس وتبلیغ میں بھی کہ کچھ لوگ بیٹھ کر پہلے ایک چیز کو سوچ کر طے کر لیتے ہیں اور پھر مشورے والوں کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ یہی طے ہو جانا چاہیے، یہ ٹھیک نہیں ہے، شیخ الحدیث صاحبؒ کی اس بات پر حاجی بشیر صاحبؒ نے عرض کیا ہم آپس میں بیٹھ کر متعلقہ مسئلہ کے بارے میں جتنے امور ہوتے ہیں وہ سب جمع کر لیتے ہیں پھر مولوی یوسف صاحبؒ کے پاس پیش کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت کراچی میں پانچ ہزار مسجدیں ہیں، ہر ہفتے ہم ایک مسجد والوں کو بلاتے ہیں اور ان سے مذاکرہ کرتے ہیں، تو اس طرح ان کی دوبارہ باری کب آئے گی۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو کام کی حقیقت سمجھاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت کام کی حقیقت کیا ہے؟ تو مولوی یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ "اللہ پر جان دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے سے" تو حاجی صاحبؒ فوراً بولے کہ میرے جیسا بزدل کیسے جان دے دے گا" تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ کام کے ہر تقاضے کو اپنی ہر ضرورت پر مقدم کرنا چاہے وہ اپنی ذات کی ہو یا گھر کی ہو، یا کاروبار کی، یہ ہے اللہ پر جان دینا، حاجی صاحبؒ کہنے لگے یہ تو میں کر سکتا ہوں، پھر موت تک حاجی صاحبؒ نے یہ کر کے دکھایا۔

والد صاحب کی نظام الدین آمد

مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد جب حاجی صاحبؒ کے نوکری چھوڑ دینے کے بارے میں جب والد صاحب کو علم ہوا تو وہ وہ مولانا یوسف صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے، اس نے نوکری چھوڑ دی ہے اور یہاں آکر پڑ گیا ہے، مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا اور فرمایا بھائی جاؤ اور نوکری کرو، جس سے والد صاحب خوش ہو گئے، لیکن جب وہ واپس گھر چلے گئے تو مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ "یہیں ڈٹے رہو"۔

شادی

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب چاہتے تھے کہ حاجی صاحبؒ گھر واپس آ جائیں، اس لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مولانا یوسف صاحبؒ سے حاجی صاحبؒ کی شادی کی اجازت چاہی، مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ شادی تو ضرور کرنی چاہئے، یہ سنت نبوی ہے، چنانچہ کچھ عرصے کے بعد حاجی صاحبؒ کی شادی ہوگئی، کھیڑی ضلع سہارنپور میں یہ شادی 1947ء یا 1945ء میں ہوئی، حاجی صاحبؒ کی اس اہلیہ سے ایک بچی پیدا ہوئی تھی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی، شادی کے بعد بھی حاجی صاحبؒ نظام الدین ہی میں رہے اور دعوت وتبلیغ کے کام میں منہمک رہے۔

حاجی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ

حاجی صاحبؒ کی اہلیہ ایک صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں، جب سے شادی ہوئی تب سے لے کر موت تک کبھی خاوند کی کوئی شکایت زبان تک نہ لائیں، حاجی صاحبؒ نے چونکہ اپنے آپ کو تبلیغ کے کام کے لئے وقف کر دیا تھا اور تقسیم سے پہلے وہ مستقل نظام الدین میں اور تقسیم کے بعد رائیونڈ ہی میں ہی رہتے تھے جس کی بناء پر ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ کی اہلیہ کے بھائیوں نے ان کی اہلیہ سے کہا کہ ہم آ کر تیری جان چھڑاتے ہیں کہ یہ تجھے وقت نہیں دیتا تو جھاڑو لے کر بھائیوں کے پیچھے پڑ گئیں کہ تم بیچ میں کون ہوتے ہو؟ میں جانوں اور میرا شوہر جانے اور ہمیشہ حاجی صاحبؒ کی ہر چیز میں معاون اور مددگار رہیں، کبھی ذرہ برابر بھی کسی چیز کے بارے میں کوئی شکایت نہیں کی، نظام الدین میں ایک مرتبہ چھ مہینے رہیں تو بقول حاجی صاحبؒ کے، چھ مہینے مہمانوں کا سارا کھانا آپ ہی پکاتی تھیں مگر ایک لقمہ بھی اس میں سے نہیں کھاتی تھیں، گھر کے سارے کام خود کرتی تھیں، تقسیم کے بعد جس زمانے میں بھائی بشیر صاحبؒ پاکستان کے امیر تھے، انہوں نے حاجی صاحبؒ سے کہا کہ بھائی تُو بھی اپنی اہلیہ کو یہاں لے آ، چنانچہ حاجی صاحبؒ نے اپنی اہلیہ سے کہا ''کہ اگر تم چاہو تو رائیونڈ آ جاؤ'' لیکن ان کی اہلیہ نے اس بناء پر کہ حاجی صاحبؒ کے کاموں میں حرج آئے گا، رائیونڈ آنے سے معذرت کر لی اور دین اور دین کی محنت کے لئے اپنی خوشی سے اپنے شوہر کی جدائی برداشت کی۔

مولانا حبیب الرحمن ہاشمی صاحب جو نشتر میڈیکل کالج کے خطیب ہیں ان کے والد حمایت اللہ ہاشمی صاحب، ان کے ذریعے حاجی صاحبؒ گھر کی ضروریات بھجوایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ نے بھائی حمایت اللہ

صاحب سے کہا کہ میری والدہ اور اہلیہ سے کہنا کہ ’’مجھے معاف کر دیں میں نے ان کے حقوق ادا نہیں کئے‘‘، جب حمایت اللہ صاحب نے ان دونوں کو حاجی صاحبؒ کی اس بات سے آگاہ کیا تو حاجی صاحبؒ کی والدہ محترمہ اور اہلیہ محترمہ نے کہا کہ ہم نے اس کے کون سے حق ادا کئے ہیں جو وہ ہم سے معافی مانگ رہا ہے، معافی تو ہمیں اس سے مانگنی چاہئے، نہ یہ کہ وہ ہم سے معافی مانگے۔

آخری عمر تک اپنے معمولات کی بہت پابند تھیں، تسبیحات، اذکار، تلاوت اور نوافل کا بہت اہتمام فرماتی تھیں، ایک مرتبہ پندرہ دن بھی لگائے، بوررے والا میں رہائش تھی کچھ عرصہ پھلڑوال میں بھی رہیں، اخیر عمر میں بھائی قطب الدین صاحب جھنگ والے جو حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ہوتے تھے ان کے اصرار پر ان کے یہاں رہیں، ان کی اہلیہ اور بچیوں نے حاجی صاحبؒ کی اہلیہ کی خوب خدمت کی، اپنی زندگی کے آخری ایام وہیں گزارے اور وہیں انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، ایک بے مثال خاتون تھیں، جنہوں نے اپنی ذات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک محنت اور امت مسلمہ کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے قربان کر دیا۔ رَحِمَهَا اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

والد صاحب کی ناراضگی

جب حاجی عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظام الدین میں ڈٹ گئے اور وہیں رہنا طے کر لیا تو والد صاحب نے ناراض ہو کر ان کو خط لکھا جس میں یہ دھمکی دی کہ میں نے تجھے جائیداد سے عاق کر دیا ہے اور تیری ماں سے علیحدگی اختیار کرنے لگا ہوں اور تیرے حصے کی جائیداد عدالتی کارروائی کے ذریعے تیرے بھائیوں کے نام کرنے لگا ہوں، والد صاحب کا یہ خط صرف ڈرانے کے لیے تھا ورنہ انہوں نے اپنی اہلیہ سے علیحدگی اختیار کی تھی نہ ہی ان کے حصے کی جائیداد دوسرے بیٹوں کو دی تھی، انہوں نے یہ سب صرف اس لیے کیا تھا تا کہ حاجی صاحبؒ اس ڈر سے واپس آ جائیں، لیکن حاجی صاحبؒ تو ہمت و استقلال کے پہاڑ تھے، جب یہ خط حاجی صاحبؒ نے پڑھا تو فوراً مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے، ان کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی اور ان کو ساری بات بتائی انہوں نے فرمایا کہ:

’’کسی کے عاق کرنے سے بندہ جائیداد سے محروم نہیں ہوتا اور اسی طرح چند ایک اور باتیں مفتی صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو کہیں، حاجی صاحبؒ نے والد صاحب کو جواباً خط لکھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بات بھی لکھی کہ آپ کو عدالتی کارروائی کی ضرورت نہیں، آپ جس بھائی کے نام کہیں گے، میں خود اس کے نام اپنے حصے

کی جائیداد کردوں گا۔

کچھ عرصہ کے بعد حاجی صاحبؒ کے والد صاحب نے حاجی صاحبؒ کی والدہ اور بہنوں کو ساتھ لیا اور مرکز نظام الدین کے چوراہے پر چھوڑ کر واپس چلے آئے اور کہا کہ جاؤ یہاں ہی تیرا بیٹا رہتا ہے، یہ دونوں ماں بیٹی بیچ چوراہے میں پریشان کھڑے تھے کہ ایک میواتی طالب علم کا ادھر کو گزر ہوا، اس نے ان دونوں عورتوں سے حال احوال لیے اور ساری بات سمجھ گیا اور ان دونوں خواتین کو مولانا یوسف صاحبؒ کے گھر پہنچا دیا، حاجی صاحبؒ کے والد صاحب چونکہ راجپوت تھے تو طبیعت کی یہ سختی لازمی تھی، چنانچہ اس کے بعد حاجی صاحبؒ کی والدہ اور بہن مرکز نظام الدین میں مولانا یوسف صاحبؒ کے گھر میں رہنے لگیں۔

حاجی صاحبؒ کی بہن بھی چونکہ راجپوت ہی تھیں اسی لیے ان کی طبیعت میں بھی باپ کا رنگ غالب تھا۔ ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحبؒ کی والدہ نے کوئی کام بتادیا جو اُن کی طبیعت پر بہت گراں ہوا اور وہ آگے سے اڑ گئیں اور کہا کہ میں نے نہیں کرنا، مولانا یوسف صاحبؒ کو اس بات کا پتا چلا تو حضرتؒ نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ ''پتا ہے یہ کس کی بہن ہے؟ یہ مبلغِ اعظم کی بہن ہے''۔

حاجی صاحبؒ جب گھر آئے تو آتے ہی ان کی بہن نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور یہ کہا کہ ''بھائی یا تو تُو ہمیں گھر چھوڑ کر آ، یا پھر کوئی اور مکان لے کر دے ہم یہاں نہیں رہیں گے''، حاجی صاحبؒ کہتے تھے کہ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ اگر گھر لے جاؤں یا یہیں پر کوئی اور مکان کا بندوبست کردوں تو انہیں وہ ماحول تو نہیں ملے گا جو یہاں میسر ہے، ابھی میں اسی کش مکش میں تھا کہ اچانک ایک دن والد صاحب نظام الدین تشریف لے آئے اور سخت برہمی کا اظہار کیا اور والدہ اور بہن کو لے کر واپس چلے گئے۔

براہ راست تربیت

مرکز نظام الدین میں ہوتے ہوئے مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کی کئی بار براہ راست تربیت فرمائی اور حاجی صاحبؒ خود بھی فرماتے تھے کہ میں خود بھی اس بات کا اہتمام کرتا تھا کہ میں مولانا یوسف صاحبؒ کے مضامین کو جس طرح سنا ہے ویسا ہی پیش کروں، مولانا یوسف صاحبؒ خود بھی فرماتے تھے کہ جو میں کہوں وہ کہو۔

ایک مرتبہ نظام الدین میں فجر کی نماز ہوئی، مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا اور بیان کے لیے کھڑا کردیا اور خود وہاں سے اٹھ کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے، حاجی صاحبؒ نے بات شروع کردی، کچھ ہی دیر گزری تھی کہ مولانا یوسف صاحبؒ ایک شامی جبہ پہن کر چپکے سے آئے اور دوسری طرف بیٹھ گئے۔ حاجی

صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ حضرتؒ چلے گئے لیکن وہ تو یہیں موجود تھے، جب بیان سے فارغ ہو گیا تو حضرتؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ باقی سب تو ٹھیک ہے لیکن وہ فلاں بات میں نے کب کہی؟ اس طریقے سے حاجی صاحبؒ کی تربیت مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمائی۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے تعلق

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے متعلقین میں یہ بات چل پڑی کہ حاجی عبدالوہاب صاحب ذکر کی بہت مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ ایک موقع پر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بلایا، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ تجھے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ حالانکہ جب انہوں نے مجھے بلایا تھا تو میں نے یہ ٹھان لی تھی کہ آج سب کچھ کہہ کر رہوں گا، لیکن جب حضرتؒ نے پوچھا تو میں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا لیکن مجھے کرنی ہے، اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے تین بزرگ تھے حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ، پھر ان تینوں حضرات کی عادتیں بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی کے متعلق اس کی بات اس کی پیٹھ پیچھے سنتے ہی نہیں تھے اور حضرت گنگوہیؒ کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی کسی کے بارے میں بات کرنے لگتا تو وہ اپنا ذکر شروع کر دیتے، بات کرنے والا یہ سمجھتا کہ میں حضرت کو اپنی بات بتا رہا ہوں لیکن حضرت اپنے ذکر میں لگے رہتے تھے۔

حضرت تھانویؒ کی چھوٹی بیوی ان کی محبوبہ تھیں محبوبہ، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے کہہ دیا کہ وہ جو فلاں عورت ہے وہ یوں بول رہی تھی۔ حضرت تھانویؒ نے اس عورت کو بلوایا وہ عورت سمجھ گئی کہ میری پیشی ہے، اس نے آنے سے عذر کر دیا اور کہا کہ مجھے تو بخار سا ہو رہا ہے، حضرت تھانویؒ نے ڈولی منگوائی اور اپنی اہلیہ کو بٹھا کر اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس عورت سے کہا کہ میری بیوی نے تمہارے متعلق ایسا کہا ہے، اس پر اس عورت نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی، حضرت تھانویؒ ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ یہ عورتیں لڑائی کرواتی ہیں۔ یہ قصہ سنا کر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ دیکھ میرا بھی تجھ سے تعلق ایسا ہی ہے، تُو لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا کر میں تو یوں کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ زکریا! میرے لیے کیا لائے، تو میں کہہ دوں گا کہ عبدالوہاب کو لے کر آیا ہوں اور تُو مجھ سے ناراض ہی رہتا ہے بس تُو لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا کر ویسے تو محبت تجھے یوسف سے ہے اور ایک دل میں دو کی محبت نہیں سما سکتی۔

نظام الدین آنے کا مقصد مسجد ہے یہ کمرے نہیں

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ صبح کے بیان کے بعد میں مولانا یوسف صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو فرمانے لگے کہ ابھی تو ڈاک دیکھ رہا ہوں کچھ دیر بعد آ جانا، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں مولوی عبیداللہ بلیاوی صاحبؒ کے کمرے میں چلا گیا وہاں بات چل رہی تھی کہ یونیورسٹی کا کام اور ہے اور شہر کا کام اور، میں نے کہا سب جگہ کا کام ایک ہے اور یہاں یہ کیا ہو رہا ہے (کچھ بے اصولیاں تھیں)۔ جس پر مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تُو یہاں سے کام سیکھ اور جا، تو میں نے ان سے کہا کہ ٹھیک ٹھیک کام کرو ورنہ میں تمہیں چلنے نہیں دوں گا، میں تمہیں اتنا بڑا بزرگ نہیں سمجھتا، اتنے میں مولانا یوسف صاحبؒ اپنے کام سے فارغ ہو کر مجھے ڈھونڈتے ہوئے اس کمرے تک پہنچے اور فرمایا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارا وہاں انتظار کر رہا ہوں۔ مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے کہا کہ یہ ہم سے جھگڑ رہا ہے تو مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ نظام الدین آنے کا مقصد مسجد ہے یہ کمرے نہیں ہیں، میں نے عرض کیا کہ میرا بستر تو مسجد میں ہی ہے (مسجد سے مراد مسجد کے اعمال تھے)۔ مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کو پچھلی ساری بات بتائی اور کہا کہ یہ (عبدالوہاب) ایسا کہہ رہا ہے مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ بات تو یہ ٹھیک کہہ رہا ہے، اس حد تک مولانا یوسف صاحبؒ کو حاجی صاحبؒ پر اعتماد تھا۔

جیسے لینا چاہتے ہیں، ویسے دینے کے لیے تیار نہیں

1947ء کے زمانہ میں برصغیر میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوئے اس اعتبار سے وہ برصغیر کی تاریخ کا سیاہ ترین دور ہے، جب انسانیت کو انسان سے شرم آنے لگی تھی، ہر طرف خون کی ہولی تھی، لاکھوں مسلمان اس تحریکِ آزادی پر قربان ہو چکے تھے اور جگہ جگہ مسلمان کشی جاری تھی۔

بستی نظام الدین دلّی کے دہانے پر واقع ہے، مشرقی پنجاب کے علاقے کی رہ گزر بھی ہے، پھر ہندوستان کے دارالحکومت یعنی دلّی میں مسلمان وہاں کی آبادی کے تناسب کا ایک اہم جزء تھے اور تجارت و صنعت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے ان کا آفت و مصیبت کا نشانہ بننا لازمی امر تھا۔

تقسیمِ ہند کے وقت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ہی رہے اور ان دنوں انتہائی سختی کے ایام میں بھی دعوت کے کام سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹے، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جن دنوں تحریکِ

آزادی عروج پر تھی تو یہ نعرہ زبان زد عام تھا کہ لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان، دے کے رہیں گے جان، میں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کہ لوگ جان دینے کے لیے تیار ہیں، اس پر مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں جیسے لینا چاہتے ہیں، ویسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، میاں سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں مولانا یوسف صاحبؒ اللہ تعالیٰ کو میاں کہا کرتے تھے۔

حکمت وبصیرت

جن دنوں پاکستان کی تحریک عروج پر تھی، ان دنوں مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ دلّی کی پارلیمنٹ کے باہر بھی کچھ کام ہوجائے، چنانچہ جب اس کے لیے آواز لگی تو حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً تیار ہوگئے، دلّی اسمبلی کے باہر ایک پارک تھا اور اس کے ساتھ ایک مسجد تھی اس مسجد میں حاجی صاحبؒ نے اپنا قیام رکھا اور جو دفتری لوگ وہاں سے گزرتے، ان میں سے جو مسلمان ہوتا اسے دیکھ کر کچھ بات فرمالیتے اور نظام الدین میں یہ کہلا بھیجا کہ جو جماعتیں آیا کریں وہ میرے پاس کچھ دیر وہاں ٹھہر جایا کریں، چنانچہ جماعتوں کو جہاں کا بھی رخ ملتا وہ کچھ دیر اس مسجد میں بھی ٹھہر جایا کرتی تھیں، جب ظہر کی نماز ہوجاتی تو حاجی صاحبؒ اٹھتے اور اعلان کرتے کہ بھائی یہ جماعت کلکتہ سے آئی ہے اور بمبئی میں کام کرے گی، یہ جماعت فلاں جگہ سے آئی ہے اور دلّی میں کام کرے گی۔ وہاں جو ملازمین آتے تو وہ حیران ہوکر کہتے کہ اچھا کام بمبئی تک پہنچ گیا، کام کلکتہ تک پہنچ گیا، چنانچہ اس طریقہ سے بہت سے لوگ کام سے متعارف ہوئے اور اس زمانے میں کام سے تعارف ہی بڑی بات تھی پھر یہ لوگ واپس جاکر اپنے علاقوں میں جہاں جماعت ہوتی اس کی نصرت کرتے۔

پاکستان کی طرف ہجرت اور پہلی جماعت

قیامِ پاکستان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کے کچھ ہی عرصہ بعد حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد ہندوستان سے ہجرت کرکے ضلع وہاڑی کی تحصیل بورے والا کے گاؤں EB/331 ٹوپیاں والا میں رہائش پذیر ہوئے، یہ گاؤں بورے والا سے دریائے ستلج کی طرف پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر اور برصغیر کی پہلی خانقاہ معروف ولی اللہ حاجی شیر دیوان سے دس سے بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، وہاں حاجی صاحبؒ کا آبائی گھر اور کچھ اراضی آج بھی موجود ہے۔

کچھ عرصہ حاجی صاحبؒ کے والد صاحب ان کی والدہ اور اہلیہ کو لے کر پھلڑوال ضلع سرگودھا میں بھی رہے۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے والد صاحب سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ یہ عورتیں لڑتی رہتی ہیں، بات یہ تھی کہ بھابھیاں میری اہلیہ سے کہتی تھیں کہ تیرا میاں تو کچھ کرتا نہیں، اور آتا نہیں، اس پر میں نے والد صاحب سے کہا کہ ابا جی قبرستان ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں لڑائی نہیں ہوتی، جہاں کچھ برتن ہوں گے تو آواز آوے گی، پھر کچھ عرصے بعد واپس چک چلے گئے۔

تقسیمِ ہند کے بعد ہندوستان کے مختلف حصوں سے بے شمار مسلمان پاکستان منتقل ہو گئے تھے، خصوصاً دلّی اور میوات سے (جو اس دعوتی کام اور مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے معتقدین اور محبین میں سے تھے) بہت سے پرانے کام کرنے والے اور ان اکابر سے ذاتی اور دینی تعلق رکھنے والے اپنے وطنِ عزیز کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے اور ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے اور پھر یہیں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے، اس لیے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو سخت فکر اور تشویش لاحق ہوئی کہ جو ہندوستانی باشندے یہاں سے ہجرت کر کے پاکستان جا رہے ہیں اور انہوں نے آئندہ وہیں مستقل قیام پذیر ہونا ہے تو وہاں ان کے دین کی فکر کون کرے گا؟ اور ان میں دین کے کام کو کون اجاگر کرے گا؟ حضرتؒ کی چاہت یہ تھی کہ جیسے تقسیم کے بعد یہاں کچھ کام کی شکل بنی ہے ویسے ہی پاکستان میں بن جائے۔

اس لیے آپ نے تمام احباب کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے دریافت فرمایا کہ پاکستان میں دعوت و تبلیغ کے کام کو کون اٹھائے گا؟ تو سب سے پہلے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو دین کی اس خدمت کے لیے پیش کیا اور عرض کیا کہ پاکستان میں دین کی محنت کا کام میں جا کر کروں گا، حالانکہ اس وقت حاجی صاحبؒ کا پاکستان آنے کا ارادہ بالکل نہیں تھا، اب بھی ان کا اکثر و بیشتر خاندان وہیں ہندوستان میں آباد ہے، حاجی صاحبؒ کے بعد پانچ احباب اور بھی تیار ہوئے اور انہوں نے بھی سرزمین پاکستان پر دعوت و تبلیغ کی محنت کے لیے اپنے نام پیش کر دیئے۔

جب یہ حضرات چلنے لگے تو جس سے بھی ملتے وہ انہیں مغفرت کی دعا دے کر رخصت کرتا یعنی سب کو یقین تھا کہ یہ نہیں بچیں گے، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے چھ افراد پر مشتمل اس مختصر سی جماعت کی تشکیل دہلی سے لاہور کر دی اور فرمایا کہ اب پاکستان جا کر دعوت و تبلیغ کے کام کو اُٹھانا آپ کے ذمہ ہے۔ ہدایات کے بعد جماعت دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی اور لاہور جانے والی ٹرین میں تمام احباب سوار ہو گئے، لیکن سوئے قسمت کہ جس ٹرین میں یہ احباب سوار ہوئے تھے، اسے ہر اسٹیشن پر سکھوں اور بلوائیوں نے قتل و غارت کا نشانہ بنایا، ٹرین

جب اسٹیشن پر رکتی تو یہ بیت الخلاء میں جا کر چھپ جاتے اور سکھ اور بلوائی اس ڈبے کے سامنے اکٹھے ہوتے اور آدھے اِدھر، آدھے اُدھر حملے کے لیے چلے جاتے اور اس ڈبے کو چھوڑ جاتے جس کے سامنے کھڑے تھے، یہاں تک کہ دہلی سے لاہور تک جتنے اسٹیشن آئے ہر اسٹیشن پر یوں ہی ہوتا رہا، انہوں نے اِدھر بھی لاشیں گرا دیں اور اُدھر بھی لاشیں گرا دیں، لیکن یہ تمام احباب محفوظ رہے، اللہ تعالیٰ نے اس ڈبے کو ان کی نظروں سے اس طرح محفوظ رکھا کہ ایک ہندو پنڈت جو اس ڈبے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحم ڈال دیا، جب وہ اس طرف آتے تو وہ ہندو پنڈت کہتا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں ہے تو وہ اِدھر اُدھر بکھر جاتے اور یہ لوگ محفوظ رہ جاتے، چنانچہ ساری ٹرین کٹ گئی اور صرف گنتی کے چند آدمی لٹی پٹی حالت میں بخیر و عافیت لاہور اسٹیشن پر پہنچے۔

حاجی صاحبؒ نے اس موقع پر چلتے ہوئے فرمایا تھا کہ کام کرنے والوں کو جمع میں کروں گا آگے وہ کام کریں یا نہ کریں، اس پر مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں کام کرنے والوں کو جمع کر دینا بھی بڑی بات ہے، جس پر قاری داؤد صاحبؒ جو مولانا الیاس صاحبؒ کے معتمد ساتھی تھے وہ کہنے لگے کہ اللہ کی خاص مدد اس (عبدالوہاب) کے ساتھ ہے۔

داستان ہجرت

مولانا سید محمد ثانی حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

"تقسیم کے فوراً بعد سب سے پہلی تبلیغی جماعت جو پاکستان گئی اس کی روداد سفر بڑی عبرت ناک ہے، اس جماعت کے ایک رکن نے لاہور پہنچ کر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے عجیب اور خطرناک سفر کے تاثرات لکھے تھے، جس کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی خدا پر یقین رکھتے ہوئے اور احکامِ شرعیہ کا خیال کرتے ہوئے سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرتا ہے تو خدا اس کی کھلی مدد کرتا ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ جب عقل و ہوش مندی یہ کہتی تھی کہ جو جہاں ہے وہ وہیں پڑا رہے یا پناہ گزینوں کے کیمپ میں حکومت و طاقت کی حفاظت میں چلا جائے، لیکن تعلق مع اللہ اور ایمان باللہ کہتا تھا کہ مارنے اور جلانے والی صرف ایک خدا کی طاقت ہے مخلوق سے ڈرنا کیسا، اس تبلیغی جماعت نے خدا پر بھروسہ کر کے علی الاعلان یہ سفر کیا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

تاثرات کا یہ مکتوب خطوط کے ایک نادر ذخیرے سے میسر آ گیا اس لیے اسی کو نقل کیا جاتا ہے:

ازلاہور، ۲۴ اگست 1947ء

محترم المقام مخدومنا جناب مولانا محمد یوسف صاحب! ''سلام مسنون! ہماری لاہور جانے والی جماعت جو کہ چھ افراد پر مشتمل تھی آپ سے اجازت لے کر جب اسٹیشن پہنچی تو ہمیں مختلف ذرائع سے یہ پتہ چلا کہ یہ راستہ بھٹنڈا جانا انتہائی خطرناک ہے، ہم نے امیر جماعت سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے ٹکا سا جواب یوں دیا: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہ اور یوں کہا کہ: ''ہمیں فضاؤں اور ظاہری حالات اور مشاہدہ سے متاثر نہیں ہونا چاہئے، بلکہ یہی حق ہے کہ ہم ایسے میں اپنے آپ کو اللہ پر چھوڑ دیں، اس سے زیادہ اور کون سا وقت ہوگا جبکہ ہم اللہ کے دین کے لیے نکلے ہوئے ہیں'' غرضیکہ ہم نے امیر کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کیا، وضو کیا، نمازیں پڑھیں اور تعلیم میں مشغول ہو گئے، اب تک تو چند مسافر ہمارے ڈبے میں ہم سفر رہے، لیکن اس کے بعد سوائے ہمارے اور بھٹنڈا اترنے والے قلی کے اور کوئی نہ تھا، جنید کے اسٹیشن پر جب ہماری گاڑی پہنچی تو فسادی گروہ درگروہ جو بلموں (نیزوں) خنجروں اور چھریوں سے مسلح تھے، آپس میں کانا پھوسی کرتے ہوئے ہم کو دیکھ رہے تھے، گاڑی کو جب جی چاہتا کھڑا کر لیتے تھے اور جہاں جی چاہتا تھا چلنے کا حکم دیتے تھے، غرضیکہ ریل کا تمام اسٹاف من وعن انہیں کا تھا۔ جب موڑ کا اسٹیشن آیا تو ہم نے ایک لاش چادر میں لپٹی ہوئی خون سے لت پت اور دوسری پندرہ سالہ مسلمان بچے کی لاش تلواروں سے کٹی ہوئی ریل کی پٹڑی پر پڑی ہوئی دیکھی، فسادی بہ دستور سرگوشیاں کرتے اور ہماری طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ بھٹنڈا سے آگے جب گیانہ اسٹیشن پر ہم پہنچے تو اس وقت تعداد میں فسادی ایک ہزار کے قریب تھے، انہوں نے وہاں گاڑی کھڑی کر لی اور پہلے کچھ دیر مشورہ کیا، بعد میں انہوں نے چار گروپ میں تمام فسادیوں کو اس طرح تقسیم کیا کہ ایک گروہ ڈبہ کے آگے (جن کے پاس تلواریں، بلم اور چھبیاں تھیں) کھڑا کیا، اور دوسرا گروہ مسلح ڈبہ کے اندر دو حصوں میں تقسیم کر کے بھجوا دیا۔ ایک حصہ کا کام صرف یہ تھا کہ مال واسباب، عورتیں اور بچیاں لوٹ کر لے جائیں، اور دوسرا گروہ مسلمان مردوں کو باہر نکال کر ڈبے کے آگے کھڑے ہوئے گروہ کے حوالے کرتا جائے جنہیں وہ منٹوں میں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتے تھے۔ تیسرا گروہ گاڑی کے دوسرے رخ پر صرف پستولوں سے مسلح تھا کہ جو مسلمان ادھر سے نکل بھاگنے کی کوشش کرے اسے گولی ماردی جائے اور چوتھا گروہ ساتھ ہی بیلچوں اور زمین کھودا وزار کے ساتھ اس لیے زمین کھود رہا تھا تا کہ لاشوں کو ساتھ ساتھ جوڑ کر ان خندقوں

میں ڈالا جا سکے۔ اب انہوں نے قتل کا کام یوں شروع کیا کہ گاڑی کھڑی کر لی اور گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان مردوں، عورتوں کو ایک ایک ڈبے سے نکال نکال کر ڈبے کے آگے والے گروہ کے حوالے کر دیا جاتا اور چوتھا گروہ لاشوں کو گڑھوں اور خندقوں میں دباتا جاتا اور گاڑی کے دوسرے رخ سے نکلنے والوں کو گولیوں سے بھونا جا رہا تھا۔ ہم نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو اللہ میاں سے دعائیں مانگنی شروع کیں اور آہستہ سے ریل کے ڈبے کی سیٹوں کے نیچے پڑ رہے اور بھائی رحمت علی صاحب کو جن کی ڈاڑھی مونچھ نہیں تھی باہر ہی رہنے دیا۔ اتفاق سے ایک ہندو نیم پاگل جیسا جس کے سر پر چوٹی، جنیو اور ہندوانہ وضع قطع بھی صاف دکھ رہی تھی، ہم نے اسے پہلے ہی اپنا لیا تھا اور ایک چودھا سالہ بچہ جو بھائی رحمت علی کا رشتہ دار تھا اسے بہاول پور جانا تھا وہ بھی بیٹھا ہوا تھا، ایک اصلی ہندو اور دو نقلی ہندو بنے بیٹھے تھے، جب قتل کرنے والے نوبت بہ نوبت ہمارے ڈبے تک پہنچے (ہاں! اس دوران میں ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک لاش فسادی ہمارے ڈبے میں پھینک گئے تھے) قتل کرنے والوں کو رحمت علی نے کہا یہاں تو کوئی مسلمان نہیں ہے پہلے یہاں سے ہو کر گئے ہیں، تم بھی اپنی تسلی کر لو! اور یہ لاش ہمارے حوالے اس لیے کر گئے ہیں کہ چلتی گاڑی سے ہم اسے پھینک دیں۔ قتل کرنے والا گروہ ہمارے ڈبے میں چڑھا، دیکھا اور کمرہ خالی پا کر ساتھ والے کمرہ پر حملہ کر دیا۔ اس طرح یہ تمام ٹرین میں خون کی ہولی کھیلتے ہوئے دوسرے سرے تک پہنچے۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ چلو "رسیدہ بود بلائے ولے بہ خیر گزشت"، لیکن اگلے اسٹیشن پر ہو بہو یہی انتظام اسی فعل کے ساتھ عمل میں لایا گیا۔ آنکھوں دیکھے اور سننے میں زمین آسمان کا فرق ہے، ہم جو دیکھ رہے تھے حیطۂ امکان سے باہر ہے کہ وہ صفحہ قرطاس پر اپنے احساسات و کیفیات کے ساتھ رقم کر سکیں، ان کے قتل کا ڈھنگ اولاً جو عرض کیا گیا آخر تک یہی رہا اور اس دوران میں چھتیس میل کے رقبے میں گاڑی کو تیرہ مرتبہ کھڑا کیا گیا اور مذکورہ طے شدہ طریق قتل سے فسادی ہولی کھیلتے رہے۔ ہماری طرف سے انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں۔ آخر ہم پانچ آدمی، سید رسول شاہ، مولوی عبدالوہاب صاحب، مولوی صدیق صاحب، اکرام صاحب، محمود صاحب، یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ اس ڈبے کے بیت الخلاء میں گھس گئے، جہاں ہمیں ساڑھے چار گھنٹے تک محصور رہنا پڑا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ فسادی اس ڈبہ میں تیرہ بار آئے، لیکن حق تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے ہم بال بال بچ گئے، لیکن معصوم بچوں کی چیخیں، عورتوں کا واویلا اور مردوں کا کراہنا قتال کے وقت کی ایسی چیزیں ہیں جن کے نقوش زندگی بھر تک ہمارے دل سے نہیں مٹ سکتے۔ اور مقتولین مسلمانوں کی تعداد کم از کم دو سو سے زیادہ ہوگئی، جن

میں بوڑھے، بچے، عورتیں شامل ہیں۔ فسادیوں نے اپنی طرف سے کوئی لاش بھی گاڑی میں نہیں چھوڑی۔ لاہور کے اسٹیشن پر آٹھ لاشیں ان لوگوں کی ملیں جو گھائل تھے، جنہوں نے فیروز پور اور لاہور کے درمیان دم توڑ دیا، ایک قافلہ جو بیس یا چوبیس افراد پر مشتمل تھا اور ان میں سے ایک آدمی جب ہم دعا کر رہے تھے آ کر شامل دعا ہوا اور تھوڑی دیر بعد اپنے گروہ میں چلا گیا۔ یہ ابتداء کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے پر پڑنے اور نکلنے میں جو برکات تھیں، وہ ہم نے بہ درجۂ اتم اس سفر میں دیکھیں اور ہم میں سے ہر ایک اس وقت یہی کہتا تھا کہ اللہ اس وقت ان ظالموں سے اگر نجات دے دے تو ساری عمر ہم تبلیغ کے کاموں میں گزار دیں گے۔ ہم محفوظ و مامون طریقے سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے، اس لیے یہ خیریت نامہ تحریر کر رہے ہیں۔ ہم آتے ہی اپنے کام میں لگ گئے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر لگے رہیں گے اور لوگوں کے اس نوع پر پڑنے اور کامیابی کے نمایاں طور پر اثرات نظر آ رہے ہیں، خصوصی طور پر دعا فرمائیں۔''

مندرجہ بالا مکتوب سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پورا مشرقی پنجاب مسلمانوں کے لیے آگ کی بھٹی بن چکا تھا، نہ مال و زر محفوظ تھا، نہ جان و ایمان کی خیر تھی، بغض و عداوت، نفرت، غیظ و غضب کا دور دورہ تھا اور مسلمان کشی کی وباء پھیل چکی تھی، ان علاقوں میں جو مسلمان بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اتنے سہمے ہوئے تھے کہ ایک قدم چلنا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف سمجھتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تمنا اور آرزو تھی کہ خدا کا نام لینے والے اسلام کے اس اجڑے ہوئے دیار اور ویرانہ میں جائیں اور خدا کا نام بلند کریں اور ان مسلمانوں کی ڈھارس بندھائیں جو دور دراز علاقوں میں چھپے ہوئے ہیں اور ان غیر مسلم حضرات کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کریں جو انہوں نے اپنے ہمسایہ مسلمانوں کے غلط طریقوں اور خلاف اسلام اعمال سے غلط سمجھا ہے اور وہ معصوم انسانوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے، اس لیے کہ ان غیر مسلموں میں کثرت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے لاعلمی اور صرف بھڑکانے سے فساد کیا تھا، لیکن اس پُرآشوب دور میں یہ کام تھا بہت مشکل۔ اول تو راستہ ہی نہ تھا، دوم وہ داخل ہی نہیں ہو سکتے تھے، اس کا راستہ ہموار کرنے کے لیے کئی سال چاہیے تھے، اس آگ کے الاؤ میں کودنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی، بڑے سے بڑا اہل عزیمت بھی اس پر عمل کرنا ناممکن سمجھتا تھا۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ راستے میں میں اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ نیت کر وان تمام قتل کرنے والوں کو جنت میں لے جائیں گے، ساتھی کہتے یہ ہمیں قتل کر رہے ہیں اور تُو کہتا ہے ان کو جنت میں

لے جانا ہے، الغرض بڑی مشکل سے ساتھیوں سے یہ نیت کروائی۔

پاکستان میں کام کی ابتداء

پاکستان پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ تبلیغ سے وابستہ چند چیدہ چیدہ آدمی ہیں، جو کراچی، لاہور اور راولپنڈی میں آباد ہیں، اس لیے حاجی صاحبؒ ان احباب سے ملنے کبھی کراچی، کبھی لاہور اور کبھی راولپنڈی جاتے تاکہ یہاں پاکستان میں دعوت وتبلیغ کا کچھ کام شروع ہو جائے، چنانچہ احباب نے بار بار آپس میں ملاقاتیں کیں اور باہم اکٹھے ہوئے تو پھر سوچنے لگے کہ ہماری جماعت کا یہاں کوئی مرکز ہونا چاہئے، کوئی ٹھکانا ہونا چاہئے، تاکہ ہم خوب دل جمعی اور اطمینان خاطر کے ساتھ دین کی محنت کرسکیں۔

مرکز کی تلاش اور پہلا اجتماع

چنانچہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک جماعت تشکیل کی، جس کا امیر میاں جی عبداللہؒ کو بنایا اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ ایک چلہ لگاؤ! دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب، دس دن جنوب کی جانب، اور فرمایا کہ چلے کے بعد ساری جماعت استخارہ کرے اور آپس میں مل بیٹھ کر مشورہ کرے کہ ہمیں کہاں اپنا مرکز اور ٹھکانا بنانا چاہیے؟ چنانچہ جماعت نے حسبِ ارشاد دس دن مشرق کی جانب، دس دن مغرب کی جانب، دس دن شمال کی جانب اور دس دن جنوب کی جانب لگائے، دوران چلہ انہیں ایک میواتی نوجوان ملے، جن کا نام حافظ سلیمانؒ تھا اور وہ قرآن مجید کے حافظ تھے، میاں جی عبداللہؒ نے ان سے فرمایا کہ ہم دین کا بڑا مرکز بنا رہے ہیں تم بھی آجاؤ، ہم تمہیں اپنا امام بنائیں گے، تو وہ بھی ساتھ ہو گئے اور وہ بعد میں ۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک رائے ونڈ مرکز کے امام رہے۔

چنانچہ پاکستان پہنچنے کے اگلے ہی سال ۱۹۴۸ء میں لاہور بیگم پورے کی مسجد اور مدرسہ ضیاء القرآن میں پہلا تبلیغی اجتماع ہوا، اس میں بہت سے میواتی حضرات موجود تھے، سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کو قریشی صاحبؒ نے بیان کے لیے کھڑا کیا لیکن کچھ دیر کے بعد کسی وجہ سے انہیں بٹھا دیا، قریشی صاحبؒ کو مولانا الیاس صاحبؒ کی طرف سے اجازت تھی کہ اگر کسی کو بھی اصول سے ہٹ کر بیان کرتا دیکھیں تو پرچی بھیج کر بیان سے بٹھا دیں۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے ان کے علاوہ کسی کو اجازت نہیں تھی کہ بیان کے دوران کسی کو بیان سے روک دے۔ پاکستان میں کام کے اصولوں سے سب سے زیادہ واقف قریشی صاحبؒ تھے، جو براہ راست مولانا الیاس

صاحبؒ سے کام سیکھے ہوئے تھے۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ قریشی صاحبؒ فرماتے تھے کہ عقل تو اللہ نے ہمیں دی ہے، باقی تیری (حاجی صاحبؒ) رائے سے وحشت نہیں ہوتی ہے کیونکہ تُو (حاجی صاحبؒ) اپنی بات تو کرتا نہیں یا تو مولانا الیاس صاحبؒ کی یا مولوی یوسف صاحبؒ کی بات ہوتی ہے، باقی مجھے سب پتہ چل جاتا ہے کون کس کی پڑھائی ہوئی رائے دے رہا ہے، پھر اس کے بعد کراچی ایک قسم کا کام کا مرکز بن گیا، اس کے بعد ختم نبوت کی تحریک چلی جس نے پورے ملک خاص طور سے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس دوران بھی حاجی صاحبؒ اور ان کے ساتھی دعوت کے کام میں مشغول رہے، اگلے سال سندھ میں اجتماع ہوا، اس وقت جو حضرات نظام الدین سے لاہور آئے تھے ان میں بھائی عبدالخالق، بھائی تنویر، بھائی یاسین صاحب، بھائی ادریس قریشی صاحب وغیرہ حضرات تھے، ادریس قریشی صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو حاجی صاحبؒ کو نظام الدین سے ہی جانتے تھے، ان کے نانا فتح پور سکری کی مسجد کے امام تھے، جو بریلوی مکتبہ فکر کی ایک بڑی مسجد تھی اور نظام الدین کے زمانے میں ان کے والد نے حاجی صاحبؒ سے کہا ہوا تھا کہ دفتر سے آ کر کھانا ہمارے ہاں کھا لیا کرو، بھائی ادریس قریشی صاحب لاہور میں اسلام پورہ میں آباد ہوئے ان کی اولاد وہیں رہتی ہے۔

۴ دسمبر ۱۹۵۰ء کو کراچی میں مشورہ ہوا وہاں یہ طے ہوا کہ رائے ونڈ کو مرکز بنانا چاہیے، حاجی صاحبؒ تو اسے ٹھیہ کہتے تھے لیکن مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ٹھیہ نہیں مرکز ہے، پاکستان کا مرکز ہے رائے ونڈ، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مرکز نہ کہیں یہ ٹھیہ ہے، رائے ونڈ پہلے ضلع قصور میں تھا بعد میں ضلع لاہور میں آیا اور اسی مشورے میں قریشی صاحبؒ کی امارت کا بھی طے ہوا، چنانچہ ۱۹۵۱ میں یہ حضرات رائے ونڈ آئے جن میں میاں جی عبداللہ صاحبؒ، حافظ سلیمان صاحبؒ، حافظ نور الدین صاحبؒ، میاں جی اسماعیل صاحبؒ، میاں جی عبدالرحمن صاحبؒ (حافظ نور الدین اور میاں جی اسماعیل دونوں سگے بھائی تھے، میاں جی اسماعیل بڑے تھے اور حافظ نور الدین چھوٹے تھے) اور حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

یہ سب حضرات یہاں آئے سب سے پہلے انہوں نے چھوٹے رائے ونڈ کی ایک مسجد میں قیام کیا (چھوٹا رائے ونڈ ہمارے تبلیغی مرکز کے قریب ایک چھوٹی سی آبادی تھی جو کہ اب پھیل کر بڑا رائے ونڈ اور منڈی سب مل کر رائے ونڈ کی آبادی بن گئی ہے از مولانا فہیم صاحب) حاجی صاحبؒ تو جماعت لے کر پہنچتے تھے پھر گشتوں میں نکل جاتے تھے جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو سب امام کا انتظار کر رہے تھے، جب مقامیوں سے پوچھا انہوں

نے کہا کہ امام پہلے فلاں گاؤں میں نماز پڑھائے گا پھر آ کر ہمیں نماز پڑھائے گا، ہمارے ساتھی کہنے لگے کہ یہ تو مشکل ہے کہ ایک نماز دو دفعہ پڑھائے گا، تو یہ چھوٹا رائے ونڈ چھوڑ کر آگے بڑے رائے ونڈ میں آ گئے جہاں آبادی زیادہ تھی، بازار بھی ساتھ تھا، اس سے متصل جو آبادی تھی وہ بڑا رائے ونڈ تھا وہاں چلے گئے، وہاں ایک مسجد میں قیام کیا جب وہاں پہنچے تو وہاں بھی یہی معاملہ تھا کہ امام پہلے کسی گاؤں میں نماز پڑھائے گا، غالباً عصر کی نماز تھی پھر یہاں پڑھائے گا، انہوں نے رائے ونڈ چھوڑ کر شہر کی طرف جو بازار میں غیر مقلد حضرات کی مسجد تھی وہاں چلے گئے، انہوں نے پہلے تو خوب استقبال کیا کچھ دن وہاں قیام کیا، بعد میں انہوں نے ٹوکا ٹا کی شروع کر دی یہ سنت نہیں، یہ بدعت ہے، یہ شرک ہے، وہ پیچھے پڑے رہے تو یہاں سے چھوڑ کر اسٹیشن کی دوسری طرف ایک مسجد تھی چھوٹی سی، چند گھروں کی آبادی تھی اس مسجد میں قیام کیا تو وہ ختم پڑھانے کے لیے آ گئے، ان حضرات نے کہا کہ ہم تو ختم پڑھتے نہیں، تو مسجد والوں نے کہا نکلو، یہاں سے انہوں نے نکال دیا یہاں سے نکلے تو آگے ایک قبرستان تھا اسٹیشن کی دوسری طرف، قبرستان کی صفائی کر کے چٹائی بچھا کر وہاں بیٹھ گئے وہاں کوئی فوتگی ہوئی تو وہ میت کو لے کر آئے کہا کہ فاتحہ پڑھو، انہوں نے کہا ہم فاتحہ نہیں پڑھتے انہوں نے کہا کہ نکلو یہاں سے تو وہ دوبارہ اسی مسجد میں آ گئے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے سوچا کہ ہم کب تک بلی کے بچے کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہیں گے، ادھر ادھر گھومتے رہیں گے، جیسے بلی کے بارے میں مشہور ہے کہ اپنے بچوں کو لے کر سات جگہ گھومتی ہے۔

رائے ونڈ میں مرکز کا قیام

جب حاجی صاحبؒ اور ان کی جماعت کو ان مشکلات کا سامنا ہوا تو حاجی صاحبؒ نے قریشی صاحبؒ سے بات کی، بھائی شفیع قریشی صاحبؒ نے ملک دین محمد صاحب سے بات کی، ملک صاحب نے کسی سے بات کر کے سرکاری طور پر موجودہ جگہ مرکز کے نام کروائی، یہ زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں تھی، البتہ جب اس کو الاٹ کیا جانا تھا تو کسی ایک کے نام الاٹ ہونی تھی تو جماعت نے آپس میں مشورہ کر کے میاں جی عبداللہؒ کے نام کروالی اور اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ میاں جی عبداللہ صاحبؒ سب میں بڑے تھے، چنانچہ اس طریقے سے رائے ونڈ مرکز میں جگہ کی تعیین اور کام کا آغاز ہوا۔

بھوک کے مزے لوٹ لو

جب مرکز کی جگہ حاصل ہوگئی تو ان حضرات نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ وہاں پر دعوت کا کام شروع کر دیا، کھانے کے لیے روکھی سوکھی جیسی ملتی کھا کر گزارہ کر لیتے، حافظ سلیمان صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کبھی آدھی روٹی سوکھی ملتی کبھی اس سے بھی کم، ہم نمک کے ساتھ کھاتے تو میاں جی عبداللہ صاحبؒ فرماتے: ''لوٹ لو بھوک کے مزے لوٹ لو، رائے ونڈ میں ایک وقت آئے گا جب یہاں کبھی فقر وفاقہ نہ ہوگا۔''

تقسیم ہند کے بعد جو میواتی حضرات ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے، ان میں ایک بڑی تعداد رائے ونڈ کے چاروں طرف آباد ہوگئی تھی، چونکہ رائے ونڈ اس زمانے میں بھی جنکشن تھا اور یہ میواتی رائے ونڈ سے گزر کر مختلف شہروں میں جاتے تھے، اس بناء پر رائے ونڈ کو مرکز کے طور پہ مناسب سمجھا گیا۔

رائے ونڈ کا پہلا تبلیغی اجتماع

٦ شعبان المعظم ١٣٣٣ھ بمطابق 10 اپریل 1954ء بروز ہفتہ کو رائے ونڈ کا پہلا اجتماع ہوا، مولانا یوسف صاحبؒ اس دن صبح دلّی سے روانہ ہو کر دن کے 12 بجے لاہور پہنچ گئے اور عصر کی نماز کے بعد اجتماع میں تشریف لے گئے، یہاں مولانا یوسف صاحبؒ نے تین دن قیام فرمایا۔

موت پر بیعت

جب اجتماع ختم ہوا تو مولانا یوسف صاحبؒ نے تمام احباب کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا ''دیکھو بھائی! آج کے بعد یہ جگہ تمہاری جماعت کا مرکز ہے، تم نے اسے سرسبز وشاداب بنانا ہے اور اس جگہ کو دین کی محنت سے آباد کرنا ہے، اس لیے تنگی آئے یا وسعت، بھوک آئے یا پیاس، بیماری آئے یا موت، تم نے دنیا کے کسی کام میں نہیں لگنا بلکہ اسی کام میں لگنا ہے اور اپنے آپ کو یہاں مٹا دینا ہے تو جو تیار ہو وہ اٹھے اور میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرے، پھر فرمایا کہ کوئی کسی کو ترغیب بھی نہ دے جس نے کھڑا ہونا ہے اپنی ذمہ داری پر کھڑا ہو۔'' چنانچہ جو شخص سب سے پہلے کھڑا ہوا اس کا نام (حاجی) عبدالوہاب تھا، اس کے بعد حافظ سلیمان صاحبؒ کھڑے ہوئے، اس کے بعد میاں جی عبداللہ صاحبؒ کھڑے ہوئے، اس کے بعد میاں جی عبدالرحمن صاحبؒ کھڑے ہوئے، اس کے بعد حافظ نور محمد صاحبؒ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد میاں جی اسماعیل صاحبؒ کھڑے ہوئے، جو کھڑا ہوتا مولانا یوسف کاندھلویؒ اس کو آگے اپنے پاس بلا لیتے اور اس سے یہ اقرار لیتے کہ آج کے بعد میں اشاعت

اسلام، خدمت دین اور مرکز کی آبادی کے علاوہ دنیا کے کسی کام میں نہیں لگوں گا، اس راستہ میں اگرچہ مجھے بھوک آئی تو برداشت کروں گا، پیاس آئی تو برداشت کروں گا، بیماری آئے گی تو برداشت کروں گا لیکن کسی دوسرے کام میں ہرگز نہیں لگوں گا''۔

ابھی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ یہ کہلوا کر ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ باہر بٹھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں آپ کی نظر میاں جی محرابؒ پر پڑ گئی، جو حاجی محمد مشتاق صاحبؒ کو تیار کر رہے تھے، تو آپؒ نے میاں جی محرابؒ کو انتہائی زور سے ڈانٹا اور فرمایا: ''میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ کوئی کسی کو تیار نہ کرے ورنہ کل جب بھوک پیاس آئے گی تو پھر یہ تمہیں گالیاں دے گا کہ مجھے اس نے پھنسایا تھا! اس لیے کوئی کسی کو تیار نہ کرے!'' الغرض کل اٹھارہ آدمی کھڑے ہوئے اور انیسویں آدمی بھائی مشتاق صاحبؒ تھے جو سب سے آخر میں کھڑے ہوئے تھے، یہ کل انیس آدمی تھے، جنہوں نے اس ڈانواڈول کشتی کو بھنور سے نکالا اور اسے کھینچ کر ساحل پر لائے، ان میں سے جو احباب موت تک یہیں رائے ونڈ مرکز پڑے رہے وہ چھ تھے:

١ حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
٢ میاں جی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ
٣ حافظ محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
٤ میاں جی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
٥ حاجی محمد مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
٦ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میاں جی عبدالرشیدؒ نابینا تھے، انہوں نے بھی اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی، پرانی مسجد کے ایک کونے میں ان کا بستر ہوتا تھا، طالب علم مہینہ مہینہ کی ڈیوٹی سے ان کو کھانا پہنچاتے تھے، باقی ہر جگہ مرکز میں آنا جانا وہ اپنی لاٹھی سے کرتے تھے، کسی سہارے کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی تھی، حاجی صاحبؒ کو تہجد میں اٹھایا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا انیس لوگوں میں حافظ نور محمدؒ، میاں جی عبداللہؒ، میاں جی اسماعیلؒ، حافظ سلیمان صاحبؒ ان سب حضرات کے گھر رائے ونڈ کی بستی میں بن گئے تھے اور یہ اپنے بچوں سمیت وہاں رہا کرتے تھے، حافظ نور محمدؒ اور میاں جی اسماعیلؒ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں حفظ پڑھاتے تھے، حافظ سلیمان صاحبؒ رائے ونڈ مرکز کی مسجد کے امام تھے اور یہ بھی حفظ پڑھاتے تھے، اب ان تینوں کی اولاد اور احفاد رائے ونڈ مرکز کے شعبہ حفظ کو چلا

رہے ہیں جس میں پاکستانی بچے پڑھتے ہیں، بیرون کے بچوں کا شعبہ حفظ، شعبہ کتب کے ساتھ ہے، لیکن ان سب میں سب سے زیادہ جو اللہ کے راستے میں قربان ہوئے اور تکلیفوں اور مشقتوں کی چکی میں پسے وہ حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

پاکستان میں تبلیغی کام اور اس کا نظم

قیامِ پاکستان کے بعد جب یہاں کام منظم ہوا تو مولانا یوسف صاحبؒ نے احباب سے مشورہ کر کے بھائی شفیع قریشی صاحبؒ کو پاکستان کا امیر مقرر فرمایا، بھائی شفیع قریشی صاحبؒ نے دسمبر 1950ء سے دسمبر 1971ء تک نہایت جانفشانی سے امارت کے فرائض سرانجام دیئے اور جماعت کے کام کو آگے بڑھایا، ان کی وفات کے بعد 1971ء میں ہی بھائی بشیر صاحب کو مشورے سے تبلیغی جماعت پاکستان کا ذمہ دار مقرر کرلیا گیا، بھائی بشیر صاحبؒ جولائی 1992ء میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے، جس کے بعد حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس عظیم کام کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔

تقسیم ہند کے بعد چونکہ کام دونوں جگہ پاکستان و ہندوستان میں شروع ہو چکا تھا تو اس موقع پر کام کی ترتیب اور دیگر ممالک میں جماعتوں کی نقل و حرکت کے امور باہمی مشورے سے طے ہوتے تھے، مولانا یوسفؒ اپنے ساتھیوں سے یعنی ہم (حاجی صاحبؒ وغیرہ) لوگوں سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے، چنانچہ اگر ملکوں کے کوئی مسائل آتے تو مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے کہ بھائی ہمارے شوریٰ والے کچھ پاکستان میں ہیں، کچھ حجاز میں ہیں، لہٰذا جب اکٹھے ہوں گے پھر مشورہ کریں گے (پاکستان میں قاضی عبدالقادر صاحبؒ، مفتی صاحبؒ، قریشی صاحبؒ، حاجی عبدالوہاب صاحبؒ، بھائی بشیر صاحبؒ وغیرہ اور حجاز میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اور بھائی فضل عظیم صاحبؒ وغیرہ تھے)۔

چنانچہ وہ امور جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہوتا تھا ان کے طے کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہونا ضروری تھا، چونکہ ہندوستان میں سب کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا، اس لئے یہ طے ہوا کہ عمرے کے عنوان سے حجاز مقدس میں جمع ہوا جائے، لہٰذا 1961ء یا 1962ء میں یہ ترتیب شروع ہوگئی، پھر ایک سال چھوڑ کر ایک سال حج کے موقع پر جانے لگے، جہاں باہمی مشورے سے امور طے ہوتے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ حضرات طاق سالوں میں حج پر جاتے ہیں یہ فقط اتفاق ہوگیا، ورنہ طے کر کے نہیں گئے تھے۔

1965ء سے مولانا یوسف صاحبؒ کے بعد پھر یہی ترتیب مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے رکھی، مولانا انعام

الحسن صاحبؒ کی ہیبت بہت زیادہ تھی، حاجی صاحبؒ چونکہ جری آدمی تھے وہ مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے ہر طرح کی گرم سرد بات کر لیتے تھے اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی حاجی صاحبؒ کا بہت لحاظ کرتے تھے، حاجی صاحبؒ کے دنیا کے مختلف ممالک کے زیادہ تر اسفار مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ہوئے۔

غالباً 1978ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا کہ ایک سال حج کا سفر اور ایک سال کسی بیرون ملک کا، ان اسفار میں کوئی چیز طے نہیں ہوتی تھی، بلکہ عالمی امور یا تو پاکستان کے اجتماع میں طے ہوتے تھے یا حج کے موقع پر، سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان تقسیم ہو گیا تو پھر یہ عالمی امور تین جگہ طے ہونے لگے، ایک رائے ونڈ اجتماع، دوسرا ڈھاکہ اجتماع اور تیسرا سفر حج۔

مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی زندگی کے آخری سالوں میں ایک سال حج کا سفر تو باقی رہا، البتہ ایک سال بیرون ملک سفر کی ترتیب ان کے ضعف کی وجہ سے ملتوی ہو گئی، اس پر یہ طے ہوا کہ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے پاس ایک سال چھوڑ کر ایک سال یعنی دوسرے سال ممالک کے پرانے حضرات آ جایا کریں، جب وہ آ جاتے تو مولانا انعام الحسن صاحبؒ ان کے مسائل سنتے، ان مسائل میں سے جو چیز پہلے سے طے ہوتی وہ بتا دیا کرتے اور اگر نئے امور سامنے آتے تو مولانا انعام الحسن صاحبؒ خود سے طے نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ رائے ونڈ لکھو، یا فرماتے کہ رائے ونڈ یا ٹونگی اجتماع پر موقوف رکھو، رائیونڈ سے جو بات سامنے آتی اسے سوچ کر پھر کوئی بات طے فرماتے تھے، غرض یہ کہ مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے تک کام چونکہ ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ پر شروع ہو چکا تھا اس لیے مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ باہمی مشورے سے عالمی امور طے فرماتے تھے۔

مولانا یوسف صاحبؒ کی پنڈی آمد

مولانا یوسف صاحبؒ کے انتقال سے چند سال قبل غالباً 1960ء میں انہیں بواسیر کی شکایت ہوئی تو علاج کے لیے پنڈی تشریف لائے، قریشی صاحبؒ کے گھر پر قیام تھا اور پنڈی کے پرانے مرکز ڈیری حسن آباد میں فجر کے بعد کا بیان روزانہ مولانا یوسف صاحبؒ ہی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ نماز کے بعد بیٹھ گئے کہ مولانا یوسف صاحبؒ آئیں گے اور بیان فرمائیں گے، لیکن مولانا یوسف صاحبؒ نہیں آئے اور منشی اللہ دتہ جو کہ پرانے ساتھیوں میں سے تھے بیان کے لیے آ گئے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے منشی اللہ دتہ صاحب سے حضرت جیؒ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو ابھی اپنے استاد مولانا عبدالرحمن کامل پوری صاحبؒ

سے ملنے جائیں گے اور 10 بجے پرانوں میں شیخ قدیر کے گھر کے لان میں بیان کریں گے، جو راجہ بازار کے ایک مدرسے میں استاد تھے، پہلے مظاہر العلوم سہارنپور میں استاد تھے۔

حاجی صاحبؒ مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس گئے اور کہا کہ یہ مشورہ کس نے کیا کہ فجر کے بعد آپ کا بیان نہیں ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ بھائی تمہارے مشورے والوں نے، حاجی صاحبؒ نے عرض کیا کہ ان کا نام بتا دیں، لیکن مولانا یوسفؒ صاحب ایک ہی بات کہتے رہے کہ تمہارے مشورے والوں نے، حاجی صاحبؒ اپنی بات پر مصر رہے کہ نام بتائیں اور حضرت جیؒ جواب میں یہی کہتے کہ تمہارے مشورے والوں نے طے کیا، حاجی صاحبؒ کے بار بار اصرار پر مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ نہ تمہارا مشورہ تمہارے قابو میں نہ اس کا اجراء اور غصے میرے اوپر ہو رہا ہے، اس پر حاجی صاحبؒ خاموش ہو گئے۔

10 بجے مولانا یوسف صاحبؒ شیخ قدیر صاحب کے مکان کے باغیچے میں بیان کے لیے آئے اور آتے ہی فرمایا کہ بلاؤ عبدالوہاب کو، کہاں ہے عبدالوہاب؟ جب حاجی صاحبؒ تشریف لے آئے تو کچھ اور احباب کو بھی بلوایا اور بیان شروع کیا جس کی ابتداء میں حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''بھائیو دوستو! دیکھو بات یہ ہے کہ یہ تبلیغ کا کام بہت نازک ہے، اتنا نازک کہ کوئی حدوحساب نہیں، اس کام کے کرنے سے آدمی بن بھی سکتا ہے اور بگڑ بھی سکتا ہے، اس سے بنے تو ایسا بنے کہ ایسا ملنا مشکل اور اس سے بگڑے تو ایسا بگڑے کہ ایسا ملنا مشکل۔''

انتقال سے چند روز پہلے رائیونڈ کے اندر مولانا یوسف صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کو بٹھایا اور بہت سی باتیں فرمائیں کہ فلاں کے ساتھ ایسے چلنا، فلاں کے ساتھ ایسے رہنا وغیرہ، یعنی جانے سے پہلے ساری بات سمجھا گئے۔

قریشی صاحبؒ جن دنوں پاکستان کے امیر تھے، اس وقت مولانا یوسف صاحبؒ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ ہم رائیونڈ کا ذمہ دار اس (حاجی صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو سمجھیں، مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تو سمجھتے ہی اس کو ہیں۔

پاکستان کا آٹھواں اور آخری سفر

مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پاکستان کا آٹھواں سفر جو کہ ان کی حیات کا آخری سفر ہے، ۱۳۸۴ھ میں کیا، اس سفر کے لیے مولانا کی روانگی ۱۰ شوال ۸۴ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء میں ہوئی، مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ،

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اس سفر میں ساتھ تھے، لاہور سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ تشریف لے گئے اور نواکھالی، چاٹگام، سلہٹ، کُمّلا، دیناج پور، راج شاہی، کھلنا، فرید پور کا تفصیلی دورہ فرمایا، ڈھاکہ میں سہ روزہ تبلیغی اجتماع تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں نے شرکت کی، اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلہ اور تین چلوں کی نکلیں، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا دورہ پورا فرما کر ڈھاکہ سے کراچی (مغربی پاکستان) واپسی ہوئی، یہاں بھی کراچی، ملتان، کنگن پور، ٹل، کوہاٹ، راولپنڈی میں اہم اور بڑے بڑے اجتماعات ہوئے، کراچی کے قیام میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ بھی دہلی سے تشریف لے آئے، ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ میں رائے ونڈ کا عظیم و وسیع سالانہ اجتماع ہوا، آخری جمعہ کی ادائیگی گوجرانوالہ میں فرمائی اور نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد تقریر بھی فرمائی اور اسی دن شام لاہور آ گئے۔

منگل، بدھ، جمعرات ۳۰، ۳۱ مارچ، یکم اپریل ۱۹۶۵ء بمطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ میں تین دن رائے ونڈ میں قیام فرمایا، ان تینوں دنوں میں بہت مؤثر اور فکر و کرب سے بھرپور بیانات فرمائے، منگل کے دن بعد نماز فجر جو تقریر فرمائی، اس کی ابتداء میں اپنی طبیعت کی ناسازی کا ذکر کیا اور پھر بہت ہی حسرت و افسوس کے لہجہ میں اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

''دیکھو! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی، اس کے باوجود ضروری سمجھ کر بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔ (حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرتؒ کی ہمت بالکل نہیں ہو رہی تھی میں ہی انہیں اصرار کر کے لے گیا تھا)، یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا، بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول کیا فرماتے ہیں، امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں، جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی، اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی، امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والے کا نام نہیں ہے، بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے، جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے، امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے ذبح کیا

ہے، یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے، اگر مسلمان اب بھی امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی، ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی، امت میل ملاپ اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی، بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لیے اپنا حق، اپنا مفاد قربان کیا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اپنے اوپر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے میں، جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے، یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے، زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے تو اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے، اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے، اس لیے سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ زبان پر قابو ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت ہر جگہ اس کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

قاری رشید احمد صاحب خورجوی جو اس سفر میں ساتھ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس مرتبہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے یہود ونصاریٰ کے نظام پر زیادہ گفتگو فرمائی اور ان کی اسلام دشمنی کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا، چنانچہ ایک موقع پر فرمایا کہ:

''یہ دونوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں، انہوں نے اپنی معاشرت اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہنچایا ہے کہ سدھار دشوار ہو رہا ہے، اچھے اچھے دین داروں کو خبر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت پاک، لغات قرآن میں ایسے ایسے تغیرات کیے ہیں کہ اچھے اچھے اہل علم کو دھوکہ لگ جاتا ہے''۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا یہ آخری سفر تھا اور اسی سفر میں حضرت جیؒ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کر دی گئی (از مرتب سعد عبدالرزاق)۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بطور امیر تقرر

مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کام کو دیکھتے

ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر ہو سکتا ہے، اہل حل وعقد کے مشورے سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نائب، دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا، حضرت مولانا محمد یوسف کے صاحبزادے مولانا محمد ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فیصلے کی بھرپور تائید فرمائی اور اسے دل سے تسلیم فرمایا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں دعوتی کام

مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے اس عظیم منصب کو سنبھالنے کے بعد دعوت کے کام کو اپنے عروج تک پہنچا دیا، حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے شانہ بشانہ کام کرتے رہے اور اکثر اسفار میں مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے۔

مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے حاجی صاحبؒ کی قربانی اور مشقت کا زمانہ دیکھ رکھا تھا کہ کس طرح اس شخص نے اپنا تن من دھن دین کے لیے قربان کر دیا تھا جس کی وجہ سے مولانا انعام الحسن صاحبؒ حاجی صاحبؒ کا حد درجہ لحاظ کرتے تھے۔

حاجی صاحبؒ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے بہت واقعات سناتے تھے، ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ حجازِ مقدس کا سفر تھا ہم سب مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں تھے، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ شفیع قریشی صاحبؒ (جو اس وقت پاکستان کے امیر تھے) اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اب بوڑھے ہو گئے ہیں ان کا بدل سوچ لو کہ کون ہو؟ مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے شیخ الحدیث صاحبؒ کی بات سن لی لیکن ان کی جیسی طبیعت تھی کم گو، وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب مجھے پتہ چلا کہ شیخ الحدیث صاحبؒ نے یہ فرمایا ہے تو میری طبیعت میں بے چینی سی شروع ہو گئی کہ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا پتہ نہیں کس کا طے کرنے کا ارادہ ہے، چنانچہ حرم کی طرف جاتے ہوئے میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور عرض کیا کہ حضرت! شیخ نے جو فرمایا ہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو آپ نے کیا سوچا؟ حضرت جیؒ خاموش رہے، میں نے دوبارہ یہی سوال دہرایا تو فرمایا کہ سن! یہ تصوف والوں کی سوچ ہوتی ہے کہ میرے بعد کون ہوگا، کون خلیفہ بنے گا، یہ نبوت کا کام ہے اس میں یہ نہیں چلا کرتا، جس سے اللہ تعالیٰ نے کام لینا ہو اس کے لیے خود ہی حالات بناتے چلے جاتے ہیں (جس کی وجہ سے سب کے قلوب اس پر جمع ہوتے چلے جاتے

ہیں) اور آخر میں فرمایا کہ آخر میرے جیسے گونگے سے بھی تو اللہ تعالیٰ کام لے ہی رہے ہیں۔

دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک

دعوت کے تقاضوں اور اس کے نشیب وفراز کو سمجھنے میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو جس طرح اعلیٰ درجے کا کمال وملکہ عطا فرمایا تھا، اسی طرح دوراندیشی اور اصابت رائے بھی اعلیٰ درجہ کی مرحمت فرمائی تھی، جب آپ کی معاملہ فہمی، دقت نظری اور اصابت فکر اپنی تمام تر قوت روحانی اور نور ایمانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی، تو اچھے اچھے خرقہ پوش آپ کے چہرہ کے نور کی روشنی میں اپنے چاک داماں کی بخیہ گری کرلیا کرتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے تمام تذکرہ نگار اور وقائع نویس اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے پورے دور امارت میں مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ اس دعوت وتبلیغ کے دماغ بن کر رہے، مسائل خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اندرونی ہوں یا بیرونی، فرد کا مسئلہ ہو یا افراد کا، اجتماع کا مسئلہ ہو یا اجتماعیت کا، مولانا محمد یوسف صاحبؒ بڑے اہتمام کے ساتھ مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ سے مشورہ فرما کر آپ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔

دعوت وتبلیغ کے ایک قدیم کارکن محترم بھائی خالد سیف اللہ (دہلی) مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نگاہ میں آپ کے مشوروں کی اہمیت وافادیت اور آپ کی وجہ ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں کہ:

''مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں ہم لوگ مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے بہت ڈرتے تھے چونکہ ان کا رعب بہت تھا، اس لیے ان سے دور دور رہتے تھے، میں نے متعدد مشورے ایسے دیکھے جس میں ساری شوریٰ کی رائے ایک طرف اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی رائے ایک طرف تھی، لیکن مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے سب کی رائے سے ہٹ کر مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی رائے پر فیصلہ دے دیا، مشورے کا یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوتی تھی، ایک مرتبہ میں نے تنہائی میں اس کی وجہ مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھی تو فرمایا کہ بڑے حضرتؒ کی زندگی میں سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہ کر دعوت کو مولوی انعامؒ نے پیا ہے، خطوط کے جوابات بھی اکثر وہی لکھتے تھے، اس زمانے میں میرا ذوق تو حضرت شیخ والا ذوق تھا یعنی ذکر اور مطالعہ وتصنیف، بڑے حضرتؒ جب مجھے حکم دیتے تھے تو جماعت میں چلا جاتا تھا، اس زمانہ میں میرے ذمہ بڑے حضرتؒ نے دعوت کے عنوان سے حیاۃ الصحابہ لکھنا طے فرمایا تھا اور میں ان دنوں اوپر کے حجرہ میں رہتا تھا، ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بہت سے ٹیلی فون کے تار میرے حجرہ میں آرہے ہیں اور ہر تار کے ساتھ ایک پرچہ چسپاں ہے جس پر کسی ملک کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑا خوش ہوا اور میں نے یہ تعبیر لی کہ میری یہ کتاب

حیاۃ الصحابہ ان ملکوں میں جائے گی، لیکن جب بڑے حضرتؒ کو یہ خواب سنایا تو خوش ہو کر تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ ان شاء اللہ ان ان ملکوں میں تمہارے ذریعہ دعوت کا کام پہنچے گا، لیکن مجھ پر اس وقت بھی کتاب و مطالعہ کا ایسا ذوق غالب تھا کہ میں نے یہ تعبیر سننے کے باوجود دل میں یہی سوچا تھا کہ نہیں ان ملکوں میں میری کتاب جائے گی۔"

دور یوسفیؒ میں مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی مثال اس کمانڈر جیسی تھی جو بڑی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر رہ کر اپنے ماتحت عملے کو برابر متحرک رکھتا ہو اور وقت پر ضروری اور اہم ہدایات و مشورے دے کر ان کی قوت عمل اور نقل و حرکت کو بڑھاتا رہتا ہو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب امامت و امارت مرحمت فرمایا اور اس کام کا بوجھ تن تنہا آپ پر آ گیا تو آپ نے عزیمت و جدوجہد اور سرفروشی و قربانی کی ایک ایسی عظیم الشان تاریخ رقم فرمائی کہ دنیا والے آج بھی اس پر حیران ہیں کہ گوشہ گمنامی اور کنج تنہائی میں رہنے والے اس مرد درویش نے اس قدر کامیاب بین الاقوامی قیادت اور عالمی رہنمائی کیسے کر دی۔

چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ آپ کے بتیس سالہ دور امارت میں ہونے والے عظیم تر اور وسیع تر دعوتی عمل پر اپنے تاثرات و احساسات ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے رفیق کار اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، امیر منتخب ہوئے تو ان کے زمانہ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت و کامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اس نے اپنے اثرات دکھائے، اس میں مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی استقامت، روح محافظت اور اس جذبہ کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصلی راستہ اور ابتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے، اس لیے انہوں نے (اس تحریک کو) انہیں حدود اور دائرہ کار میں رکھا جو ابتداء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔"

اس استقامت، روح محافظت یا بالفاظ دیگر دعوتی بصیرت اور اصابت فکر کی سب سے مضبوط اور پختہ دلیل یہ ہے کہ آپ دین کے کسی ایک ہی شعبہ کے ترجمان اور داعی نہیں تھے بلکہ تمام دینی شعبوں اور گوشوں کی مکمل رعایت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس دعوت و تبلیغ کے ذریعہ ایک صالح معاشرہ اور اعمال سے مالا مال ایک خالص دینی و روحانی ماحول پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ مختلف مجالس و اجتماعات میں بڑے

اعتماد و وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ:

’’ہم اس دعوت والے کام کے ذریعہ یہ چاہتے ہیں کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اس وقت جو اس امت کی (دینی و ایمانی) حالت تھی اس حالت پر تمام امت آجائے۔‘‘

اسی طرح آپ کی دعاؤں میں یہ فقرہ کہ ’’اے اللہ اس نقل و حرکت کے ذریعے دین کے تمام شعبوں کو زندہ فرما‘‘ اس بات کو پورے طور پر واضح کرتا ہے کہ آپؒ کی نگاہ پورے دین پر تھی اور اس دعوت کے ذریعہ پورے دین کے احیاء کی کوشش آپؒ کے پیش نظر تھی، موجودہ زمانہ میں دین کی حیات کے جتنے شعبے اور طریقے ہیں خواہ وہ درس و تدریس ہو یا تصنیف و تالیف اور وعظ و ارشاد، دینی مدارس اور علمی جامعات ہوں یا سلوک و احسان کی راہ سے تزکیہ و تجلیہ اور بیعت و طریقت، حضرت مولاناؒ کا ان سب شعبوں سے براہ راست اور بہت قریبی تعلق تھا، آپ نے حکمت و تدبر کے ساتھ ہمیشہ اس کی کوشش فرمائی کہ دعوت و تبلیغ کی شکل میں چلنے والا یہ عمل نبوت دین کے ان تمام شعبوں کے ساتھ مربوط ہو کر چلتا رہے تا کہ ایک کو دوسرے سے تقویت پہونچے۔

دعوت و تبلیغ کی راہ سے دین کے معاملہ میں آپؒ کا طرز فکر صرف اسلام کے چند ارکان کو زندہ کرنا نہیں تھا بلکہ روشن ضمیری کے ساتھ اس دینی غیرت اور ایمانی حرارت کو پیدا کرنا تھا جو ایک مسلمان کو ایمان و یقین کی بھرپور دولت عطا کر کے اعمال و اخلاق کی لائن سے اس کو اتنا مضبوط کر دے کہ جلوت و خلوت میں اس کا رابطہ مسلسل خدا کے ساتھ قائم رہے، نیز دعوت و تبلیغ کی راہ سے آپؒ کا اصلی ذوق و وجدان یہ تھا کہ امت کو اعمال صالحہ پر کھڑا کیا جائے اور ان میں دین کے بنیادی و اساسی اعمال، نماز، ذکر، تلاوت، تسبیحات، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کا شوق پیدا کیا جائے، اسی فکر و نظریہ کے تحت آپؒ اپنی تقریروں و تحریروں میں اعمال پر خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ امت کے اندر سو فیصد اعمال زندہ ہو جائیں، بالخصوص اسلام کے بنیادی اور اساسی فرض نماز کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اتنی محنت کی جائے کہ ہر علاقے میں سو فیصد نمازی بن جائیں۔

ایک موقع پر آپؒ نے اسی طرز فکر و نظریہ کی وضاحت میں فرمایا تھا کہ ہم تینوں کے زمانے میں مختلف چیزوں پر زور رہا ہے، بڑے حضرت جی (مولانا الیاس صاحبؒ) کے زمانہ میں آخرت اور جنت و جہنم پر زور تھا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانہ میں قربانی اور مجاہدات پر زور رہا اور میرے زمانہ میں اعمال پر زور ہے۔

اکابر ثلاثہ کے ستر سالہ دور امارت کی کچھ اہم خصوصیات

❶ **یکساں نہج:** حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ہے کہ **اس کام کے کچھ مخصوص اعمال مخصوص نہج کے ساتھ متعین ہیں،** حضرت مولانا یوسف صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے سامنے جب کبھی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے قائم کردہ نہج میں تبدیلی کی رائے رکھی جاتی تو یہ دونوں حضرات ہمیشہ یہ کہتے کہ جس رخ پر حضرت جیؒ چلا کر گئے ہیں اسی پر چلیں گے، ہم تو لکیر کے فقیر ہیں۔

❷ **اہل حق کی تائید اور سرپرستی:** مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہما اپنے تبحر علمی اور علمی حلقوں میں اپنے وقار اور وزن اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ اور مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ جیسے علماء کے نظام الدین میں موجود ہونے کے باوجود حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا قاری طیب صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب اور حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ گہرا ربط رکھتے تھے اور پیش آمدہ مسائل میں پرانے احباب سے مشورہ و مذاکرہ کے ساتھ ساتھ معتمد و مستند علماء کرام و مفتیان عظام سے بھی استفادہ کرتے تھے، اور دعوت کی محنت ہر طرف سے راسخین فی العلم علماء کرام کی براہ راست نگرانی میں ہو رہی تھی۔

❸ **شوریٰ اور مشورے کا اہتمام:** ان تینوں حضرات کے یہاں شوریٰ تھی، مشورہ تھا، اور اس کے مطابق عمل تھا، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ ''اس لیے میرے نزدیک جو کام چلنے کے لیے اس وقت ضرورت ہے وہ مشائخ طریقت و علماء شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشوروں کے ماتحت ہونے کی ہے، جو ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد خاطر خواہ مدام رہے، اور عملی چیز سب اس کے ماتحت ہو، سو ایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہو جانے کی ضرورت ہے اور دوسرے اس وقت جو امت محمدیہ کے امراض کہنہ میں سے ہے، وہ عملی چیز کا بے محل اور بے ضرورت تقریر کی کثرت پر اکتفاء ہے اور اس کے بالمقابل قول پر عمل بڑھنے کی ضرورت ہے، لہٰذا آگے جو تبلیغ میں کوشش کرے وہ اس تبلیغ کے میدان میں نکل چکنے والوں کے ساتھ زندگی گزاریں۔''

شوریٰ کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ''ہمارے اس کام میں اخلاص اور صدق دلی کے ساتھ اجتماعیت اور **شُوْرٰی بَیْنَهُمْ** کی بڑی ضرورت ہے اور اس کے

بغیر بڑا خطرہ ہے۔" (ملفوظات حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملفوظ نمبر ۱۶۵)

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب ملکوں کے مسائل آتے تو حضرت فرماتے کہ ہمارے سارے شوریٰ والے یہاں نہیں ہیں، کچھ یہاں ہیں کچھ پاکستان میں ہیں اور کچھ حجاز میں ہیں، جب ہم اکٹھے ہوں گے تو اس مسئلے پر غور کریں گے، چنانچہ جب صدر پاکستان ایوب خان نے ہمارے ساتھیوں کو بلایا تو حاجی صاحبؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا کہ اگر ایوب خان یہ پوچھے کہ ہندوستان کے بزرگوں کو کیوں بلاتے ہو تو اس کا کیا جواب دیں؟ اس پر مولانا یوسف صاحبؒ نے جواب لکھوایا کہ پہلے سے کیونکہ کام نظام الدین سے ہو رہا ہے، اس لیے ان سے مشورہ کرنے کے لئے انہیں بلاتے ہیں اور اس کام کو جنہوں نے ابتداء میں کیا ہے کچھ یہاں ہیں، کچھ وہاں ہیں اور کچھ مکہ میں ہیں، اب وہ کام کرنے والے آپس میں مذاکرہ کرتے ہیں اس کام کے اصولوں پر جمانے کے لئے، کیونکہ وہ کام کرنے والے ہیں اس لیے ان کو مشورے کے لئے بلاتے ہیں۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی ملکوں کے مسائل جب آتے تو حضرتؒ یہ فرماتے کہ رائے ونڈ (پاکستان)، ٹونگی (بنگلہ دیش) اور حج کے موقع پر جب سب ساتھی اکٹھے ہوں گے تو اس مسئلے پر غور کر لیں گے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ کام اب خود اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر جگہ ایک جماعت ہو جو کام کو سنبھالے، مشورہ کی جماعت جب بناؤ تو اس میں سے امیر کا لفظ ہی نکال دو اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ امیر ایسا ہے کہ اس کا کوئی اختیار نہیں ہے، یہ صرف خادم ہے اور قوم کا خدمت گار ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب تو انعام بھی امیر بن گیا، حضرت جی ہو گیا، تو مولانا انعام صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحب اکثر میری رائے پر فیصلہ فرماتے تھے، جب سے میں امیر بنا ہوں اپنی رائے ہی چھوڑ دی، جس بات پر ساتھیوں کے رائے جمع ہو جاتی ہے وہ کر لیا جاتا ہے۔

تقریباً پچاس سال تک حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی صحبت پانے والے حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ اپنے خط میں ان دونوں حضرات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ دونوں حضرات اگرچہ سب کے نزدیک متفق علیہ امیر تھے، مگر کبھی انہوں نے امارت کا دعویٰ نہیں کیا، کبھی حکم کے انداز سے بات نہیں کی، اور کبھی اپنی نہیں چلائی، ہمیشہ اپنے کو مشورہ کے تابع رکھا اور کوئی بھی بات چلائی تو اپنے

ساتھیوں کے اتفاق کے بعد چلائی، امیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ مشورے کے تابع رکھا۔''

۱۹۹۳ء میں حج کے موقع پر مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ اور چند دیگر حضرات کے سامنے یہ فرمایا کہ میری صحت اور میرا حال تمہارے سامنے ہے، اب میں کسی قابل نہیں ہوں، کام دنیا میں پھیل رہا ہے، اس کا میرے اوپر بڑا بوجھ ہے، اس عالمی کام کے تحفظ، بقاء اور رہبری کے لیے میں ایک شوریٰ بنانا چاہتا ہوں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ مناسب ہے، حضرت جیؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدینؒ، حاجی محمد افضل صاحبؒ، حاجی عبدالمقیت صاحبؒ اور حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ کے سفر ہند کے لیے ویزے جدہ میں ہی حاصل کر لیے گئے اور یہ سب حضرات وسط اگست ۱۹۹۳ء میں بستی نظام الدین تشریف لے آئے، اس وقت بنگلہ والی مسجد میں ملائیشیا والوں کا جوڑ تھا، اس سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد حضرت جیؒ کے حجرے میں نشست ہوئی، اس مجلس میں درج ذیل حضرات موجود تھے۔

1. مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)
2. حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)
3. مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)
4. حاجی محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)
5. حاجی عبدالمقیت صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بنگلہ دیش)
6. مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)
7. مولانا عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)
8. مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری طبیعت کا حال تم لوگ دیکھ رہے ہو، میری طبیعت گرتی جا رہی ہے اور کام بڑھ رہا ہے، اس کو سنبھالنے کے لیے اکیلے میرے اوپر ذمہ داری نہ رہے، ہم سب مل کر اس کو ایک فکر کے ساتھ لے کر چلیں، مندرجہ بالا حضرات سے فرمایا کہ آپ لوگ تو میری شوریٰ میں ہیں ان دو کو بھی شامل کر لو، میاں جی محراب صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب، اس طرح ان شاء اللہ یہ شوریٰ دس افراد کی ہوگی جو آگے کام کو لے کر چلے گی۔

شوریٰ بننے کے بعد ایک مجلس میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے حضرت جیؒ کے سامنے ساری شوریٰ کی

موجودگی میں یہ بات رکھی کہ حضرت جہاں آپ موجود ہوں تو آپ امیر ہیں ہی، اگر کہیں آپ موجود نہ ہوں تو کس طرح کام کیا جائے؟ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ تم جتنے بھی موجود ہو اپنے میں سے ایک کو فیصل بنا کر کام کرو۔

۱۹۹۵ء میں حضرت جیؒ نے اس پوری شوریٰ کے ساتھ حج کیا اور اسی حج میں سیلون سے لے کر آسٹریلیا تک کا سفر ۱۰،۸ ممالک کا طے ہوا، اس حج سے واپسی پر حضرت جیؒ کا وصال ہو گیا، اسی موقع پر یہ شوریٰ بستی نظام الدین میں جمع ہوئی اور مشورہ کیا کہ آئندہ کام کی کیا شکل ہوگی، چنانچہ یہ طے فرمایا کہ نظام الدین میں اس شوریٰ کے جو پانچ افراد ہیں وہ نظام الدین کے کام کو لے کر چلیں گے۔

❶ مولانا اظہار الحسن صاحب۔

❷ مولانا عمر پالن پوری صاحب۔

❸ مولانا زبیر الحسن صاحب۔

❹ میاں جی محراب صاحب۔

❺ مولانا سعد کاندھلوی صاحب۔

اور فیصل تین ہوں گے، مولانا اظہار الحسن صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا سعد صاحب۔

اس موقع کے متعلق حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے تھے کہ مولوی سعد صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ مولوی زبیر الحسن کو امیر بنائیں گے تو وہ لوگ کام سے کٹ جائیں گے جو مجھ سے جڑے ہوئے ہیں اور اگر مجھے امیر بناتے ہیں تو وہ لوگ کٹ جائیں گے جو مولانا زبیر الحسن صاحب سے جڑے ہوئے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ امیر نہ ہو اور کام شوریٰ سے چلے اور نظام الدین میں بیعت نہ ہو، سب اہل شوریٰ اس پر راضی ہو گئے۔

مشورہ میں تین باتیں طے ہوئیں جن کو باقاعدہ طور پر میاں جی محراب صاحب نے بنگلہ والی مسجد میں سب کے سامنے مجمع کو سنایا جو درج ذیل ہے:

❶ مستقبل میں کام کی نگرانی کی ذمہ داری کسی ایک امیر پر نہیں ہوگی بلکہ پوری شوریٰ پر ہوگی۔

❷ اس شوریٰ میں جو حضرات بنگلہ والی مسجد کے ہیں، وہ یہاں کی شوریٰ ہیں، جو آئندہ نظام الدین کے کام کو لے کر چلیں گے، نیز نظام الدین میں امور طے کرنے کے لیے پانچ رکنی شوریٰ میں سے تین حضرات باری باری فیصل ہوں گے (۱) مولانا اظہار الحسن صاحب (۲) مولانا زبیر الحسن صاحب (۳) مولانا محمد سعد صاحب۔

❸ رائیونڈ اور نظام الدین میں بیعت نہیں ہوگی۔

شوریٰ کے بننے کے بعد سے رائے ونڈ وٹونگی کے اجتماعات، حج کے موقعوں اور جملہ اسفار میں یہی شوریٰ مختلف ممالک کے امور و مسائل کو باہم مشورے سے حل کرتی رہی، عموماً اسفار میں فیصل کبھی مفتی زین العابدین صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ، کبھی حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی میاں جی محراب صاحبؒ، کبھی مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ ہوتے تھے اور ان احباب کی وفات کے بعد جس مشورے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود رہے، ہمیشہ حاجی صاحبؒ ہی فیصل رہے۔

اکابر ثلاثہ کے ستر سالہ دور کے اس دعوتی نظام کے ہر ہر عمل میں حاجی صاحبؒ پیش پیش تھے اور تینوں اکابر یعنی مولانا الیاس صاحبؒ، مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ نہ صرف یہ کہ حاجی صاحبؒ پر اعتماد فرماتے تھے، بلکہ مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ یہ دونوں حضرات حاجی صاحبؒ کی رائے اور مشورے کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

رجوع الی الاصل اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی پاکستان آمد

ایک مرتبہ سید سلیمان ندویؒ ایک حکومتی اجلاس میں شرکت کے لیے پاکستان تشریف لائے، اس وقت پاکستان کا دارالخلافہ کراچی تھا اور حکومت پاکستان نے سید سلیمان ندویؒ کو دستور پاکستان مرتب کرنے کے لیے مدعو کیا ہوا تھا، ابھی پاکستان کا آئین نہیں بنا تھا، تو حاجی صاحبؒ نے سوچا کہ ان سے کچھ بات ہو جائے اور ان کو اپنے کام کی کارگزاری سنائی جائے، چنانچہ حاجی صاحبؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ اور بھائی بشیر صاحبؒ کو تیار کیا کہ جس ڈبے میں سید صاحب تشریف فرما ہوں آپ دونوں ادھر بیٹھ جائیں، چنانچہ جب گاڑی اسٹیشن پر آ کر رکی تو حاجی صاحبؒ نے فوراً معلوم کر لیا کہ سید صاحبؒ کس ڈبے میں ہیں، یہ روہڑی (سکھر) کا اسٹیشن تھا اور سید صاحب جس ڈبے میں موجود تھے وہ سیکنڈ کلاس کا ڈبہ تھا، حاجی صاحبؒ نے فوراً دو ٹکٹیں سیکنڈ کلاس کی لیں اور یہ دونوں ٹکٹیں مفتی صاحبؒ اور بھائی بشیر صاحبؒ کو دے دیں اور انہیں سید صاحبؒ کے ساتھ بٹھا دیا اور خود ایک تھرڈ کلاس کی ٹکٹ لے کر ٹرین میں بیٹھے اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے اور یہ دونوں حضرات سارا راستہ سید صاحب سے بات کرتے رہے اور انہیں اپنے کام کی تفصیل اور کارگزاری سناتے رہے، جب کراچی کا اسٹیشن آیا تو سید صاحبؒ ٹرین سے اترے اور جو حکومتی ارکان سید صاحبؒ کو وصول کرنے کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے، ان کی طرف توجہ کیے بغیر ان حضرات سے بات کرتے رہے، پھر ان حضرات نے عرض کیا کہ اگر آپ کا کچھ وقت میسر ہو جائے، تو سید صاحبؒ نے فرمایا میں ان شاء اللہ اتوار کو حاضر ہوں گا، اس کے بعد سید

صاحبؒ تو اجلاس میں تشریف لے گئے اور ان دونوں حضرات نے حاجی صاحبؒ کو ساری کارگزاری سنائی۔

سید صاحبؒ کا جب تک کراچی میں قیام رہا، ہر اتوار کو مکی مسجد تشریف لاتے رہے، ہمارے حضرات بھی ان سے ملتے رہے، جب تک سید صاحبؒ آئین پاکستان مرتب کرنے میں حکومتی ارکان کے ساتھ مشغول رہے، حاجی صاحبؒ ہمیشہ خبر لیتے رہے کہ اب کام کہاں تک پہنچا۔

حاجی صاحبؒ کو پتہ چلا کہ سید صاحبؒ پریشان ہیں، پریشانی اس بات پر ہے کہ اگر اسمبلی میں کسی مسئلے میں اختلاف ہوا تو آخری اور حتمی فیصلہ کس کا ہوگا، علماء کا یا پارلیمنٹ کا۔ سید صاحبؒ فرماتے تھے کہ علماء کا فیصلہ حتمی ہونا چاہئے اور سرکار کہتی تھی کہ پارلیمنٹ کا فیصلہ حتمی ہوگا، حاجی صاحبؒ نے یہ بات ملک دین محمد صاحب کو بتادی، ملک صاحب نے حاجی صاحبؒ سے کہا کہ سید صاحبؒ سے کہہ دیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، حاجی صاحبؒ نے کہا کہ اس کا کیا مطلب؟ تو ملک صاحب نے فرمایا کہ بڑے لوگوں کے لیے اتنا کافی ہوتا ہے، حاجی صاحبؒ نے یہ بات آکر سید صاحبؒ سے عرض کر دی تو سید صاحبؒ اس بات سے بہت خوش ہوئے کہ شکر ہے کوئی تو ہمارے ساتھ ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حاجی صاحبؒ کی ملاقات

ایک مرتبہ کراچی میں ایک جماعت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے ملاقات کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی، یہ رمضان کے دن تھے اور رمضان بھی گرمی کا تھا، مفتی صاحبؒ نے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ تو اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے والی بات ہے اور فرمایا جو اپنے کو مشقت میں خود ڈالتا ہے تو اللہ بھی اسے مشقت ہی میں رکھتے ہیں، یہ ان ہی دنوں کی بات ہے جب سید سلیمان صاحبؒ کراچی میں موجود تھے، کچھ دن بعد ہی جماعت حاجی صاحبؒ کے ہمراہ سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اللہ کی شان مفتی شفیع صاحبؒ بھی وہاں موجود تھے، سید صاحبؒ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ واہ واہ، واہ واہ، ماشاءاللہ رمضان میں بھی کام ہو رہا ہے، غزوۂ بدر رمضان میں ہوا، فتح مکہ رمضان میں ہوا، رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسفار ہوئے، اسی طرح سید صاحب نے رمضان میں ہونے والے کام گنوانا شروع کر دیئے، جیسے ہی سید صاحبؒ خاموش ہوئے تو مفتی صاحب اٹھے اور ساتھیوں کی پیشانی کا بوسہ لے لیا۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ مفتی صاحبؒ کا بڑا پن تھا کہ کچھ دن پہلے تو جماعت کو ڈانٹ پلائی تھی اور اب جب سید صاحبؒ نے جماعت کی حوصلہ افزائی کی تو فوراً یہ عمل کر کے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔

مفتی شفیع صاحبؒ کی ترغیب

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جس علاقے میں کوئی پریشانی یا مصیبت آئی ہوتی تو وہاں جماعت بھیجتے، مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسف صاحبؒ کا بھی یہی معمول تھا، چنانچہ بنگال (مشرق پاکستان) میں جب طوفان آیا تو حاجی صاحبؒ نے ارادہ کیا کہ یہاں سے ایک جماعت بھیجی جائے، کوئی جماعت تیار نہیں ہورہی تھی، حاجی صاحبؒ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ حضرت بنگال میں طوفان آیا ہوا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ایک جماعت وہاں بھیجی جائے لیکن جماعت تیار نہیں ہورہی ہے آپ تھوڑی سی زحمت فرمالیں اور مجمع میں آکر کچھ ترغیب دیدیں تاکہ جماعت تیار ہوجائے۔

مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ''میں نے ایک حکومتی آدمی سے کئی ہفتوں سے وقت مانگ رکھا تھا، اس سے ایک انتہائی اہم مسئلے پر بات کرنی تھی لیکن تمہارا یہ کام اتنا اونچا ہے کہ اس کے لیے میں کچھ بھی چھوڑ سکتا ہوں مگر میرے پاس سواری کا انتظام نہیں ہے، حاجی صاحبؒ نے کہا کہ سواری کا انتظام میں کرلوں گا، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بھلا میرے پاس کون سی سواری تھی میں ایک رکشہ لے کر مفتی صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا اور ان کو رکشہ میں بٹھا کر مکی مسجد لے آیا، انہوں نے مجمع سے ایسی بات کی کہ اللہ نے بنگال کے لیے جماعت بنادی۔''

مولانا عزیز گل صاحبؒ سے ملاقات

مولانا عزیز گل صاحبؒ کبار علماء اور حضرت شیخ الہندؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے، یہ صاحب فراش تھے، حاجی صاحبؒ ان سے ملاقات کے لیے گئے، حاجی صاحبؒ سے پہلے مولانا طارق جمیل صاحب اور ان کے ساتھی مولوی اسحاق صاحب اور مولوی عبدالودود صاحب مرحوم بھی اجازت حدیث کے لیے گئے تھے، جب حاجی صاحبؒ ان سے ملے تو عرض کیا کہ حضرت ہمارے بچے آئے تھے، مولانا عزیز گل صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بچے تھے؟ پھر فرمایا کہ ان کو مختلف جگہوں پر ابتدائی تعلیم کے لیے بٹھاؤ، ابتدائی تعلیم مدارس سے ختم ہوتی جارہی ہے اور ان کو تنخواہ بھی دیا کرو، حاجی صاحبؒ نے کہا کہ تنخواہ ہمارے ہاں نہیں ہوتی، پھر حاجی صاحبؒ انہیں اپنی باتیں سنانے لگے، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بات کرتے کرتے ایک دم میرے دل میں خیال آیا کہ میں جب سے آیا ہوں خود ہی بولتا جارہا ہوں حضرت کیا سوچیں گے کہ جب سے بیٹھا ہے بولے ہی جارہا ہے کوئی ادب وآداب کا خیال ہی نہیں، ابھی یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ مولانا نے فوراً فرمایا:

''ٹھہر جا! میں چپ ہو گیا، پھر فرمایا کہ میرے ساتھیوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ تجھے شیخ الہندؒ سے کوئی فائدہ نہیں ہونے کا، میں حضرت شیخ الہندؒ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میرے ساتھی کہتے ہیں کہ تجھے شیخ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تُو تو کبھی ادب کا لحاظ نہیں رکھتا، اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ ''ادب و آداب تو محبت تک پہنچنے کے لیے ہوتے ہیں اور تجھے مجھ سے پہلے ہی سے محبت ہے'' مولانا عزیز گل صاحبؒ نے یہ بات کہہ کر فرمایا کہ اب بات کرو۔'' یہ مولانا عزیز گل صاحبؒ کی فراست تھی کہ حاجی صاحبؒ کے دل میں بس خیال ہی آیا کہ کہیں بے ادبی نہ ہو رہی ہو، اور مولانا نے فوراً اس کا ادراک کر کے اپنا واقعہ سنا ڈالا اور حاجی صاحبؒ کو اطمینان دلا دیا، اس کے بعد حاجی صاحبؒ نے کھل کر بات کی۔

مولانا عزیز گل صاحبؒ نے اپنے بیٹے کو بلوایا اور کہا کہ کھانا بنواؤ، بیٹے نے کہا تبلیغ والے تو جب تک وقت نہ دو کھانا نہیں کھاتے، مولانا نے فرمایا کیسے نہیں کھاتے بنواؤ کھانا، حاجی صاحبؒ تو کھانے کے لیے کبھی رکتے نہیں تھے، مولانا کے اس طرح کے برتاؤ سے کھانے کے لیے رک گئے اور جب واپسی کی اجازت چاہی تو مولانا عزیز گل صاحبؒ نے فرمایا کہ عبدالوہاب! تیرا نام بہت سنا تھا، آج مل کر بڑی خوشی ہوئی اور پھر دروازے تک چھوڑنے آئے، حالانکہ اپنی بیماری کی وجہ سے زیادہ چلتے نہیں تھے، اس وقت مولانا سخا کوٹ میں رہتے تھے۔

حاجی صاحبؒ کا تاجر برادری سے میل ملاپ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاجر برادری کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کے ذہن میں مسلمان تاجر کی بہت اہمیت تھی، امتیاز غنی صاحب (غنی گلاس والے) کہتے ہیں کہ ہم کچھ تاجر حضرات حاجی صاحبؒ کے پاس حاضرِ خدمت ہوئے تو ہم سے فرمانے لگے کہ بھائی! تاجر کس کو کہتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ آپ ہی بتا دیں، تو فرمانے لگے کہ تاجر اس کو کہتے ہیں جو نفع کو پہچانے، تاجر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو کام کرنے سے پہلے پتا چل جائے کہ اس میں مجھے کیا ملے گا، پھر خود ہی فرمانے لگے کہ سب سے بڑا تاجر کس کو کہتے ہیں؟ ہم اس پر بھی چپ رہے تو خود ہی فرمایا کہ بڑا تاجر وہ ہے جو بڑے نفع کو پہچان لے اور ہم تمہیں بڑے نفع کی طرف بلا رہے ہیں، اس کے علاوہ بھی جب کبھی ہم تاجروں کی جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے تو ہمیں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ تم نکمے اور ناکارہ ہو تم اس تجارت کو کر رہے ہو جس کا نفع چھوٹا ہے۔

گوجرانوالہ کے ایک کاروباری شخص جن کا نام یوسف سیٹھی تھا، ان کا حاجی صاحبؒ سے بہت تعلق تھا، بہت نیک شخص تھے، دیگر علماء کرام سے بھی ان کا تعلق تھا، انہوں نے حاجی صاحبؒ سے کہہ رکھا تھا کہ جب کبھی تجھے قرض

کی ضرورت ہوتو مجھ سے لے لیا کر۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے جب بھی قرضے کی ضرورت ہوتی ان سے لے لیتا تھا اور وہ فوراً دے بھی دیتے تھے۔‘‘

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک موقع پر وہ آئے اور کہنے لگے کہ میں نے ایک نیا کاروبار شروع کیا ہے تو بھی اس میں شریک ہوجا، حاجی صاحبؒ نے کہا میں شریک نہیں ہوتا، اس پر وہ بولے ہمارے اس کام میں بڑے بڑے علماء بھی شامل ہیں، حاجی صاحبؒ نے کہا میں تو نہیں شامل ہوتا، وہ بولے اس میں تیرا کیا حرج ہے؟ اس کا منافع تبلیغ میں ہی خرچ کرے گا، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کیا حرج ہے، میرے پیارے! یہ دو یقینوں کی ٹکر ہے، تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ کام کریں گے، اس سے پیسے کمائیں گے اور ان پیسوں سے دین کا کام کریں گے اور ہمارا یقین یہ ہے کہ ہم اللہ کے حکموں کو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر پورا کریں گے اور براہ راست اللہ سے تعلق جوڑ لیں گے، اللہ خود ہی ہمارے سارے کام بنائیں گے‘‘۔

کچھ عرصے کے بعد یوسف سیٹھی صاحب آئے اور تین ہزار روپے دیئے کہ وہ جو تو نے ہمارے ساتھ کاروبار کیا تھا یہ اس کا نفع ہے (یوسف سیٹھی صاحب نے اپنی طرف سے حاجی صاحبؒ کے نام کا حصہ ڈال دیا تھا)، حاجی صاحبؒ نے فرمایا نہ میں نے کوئی کاروبار کیا اور نہ کوئی نفع، اس لیے رقم لینے سے انکار کر دیا، حالانکہ اس وقت مرکز کی ضرورت بھی تھی اور اس وقت کے تین ہزار معمولی رقم نہیں تھی۔

حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے حد درجے کا استغناء عطا فرما رکھا تھا، دیکھنے والے کو یوں لگتا تھا کہ جیسے خالق کائنات نے مال کی طمع کو ان کی ذات سے ختم کر دیا ہو، حالانکہ مرکز کا اتنا بڑا انظام حاجی صاحبؒ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ چلاتے تھے لیکن جس درجے کا استغناء اللہ نے ان کو عطا کر رکھا تھا ویسا کم ہی دیکھنے میں آیا، یہی وجہ تھی کہ جب لوگ ان کے پاس آتے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی اور جب ان کے پاس سے جاتے تو کیفیت کچھ اور ہوتی۔

اس پر مزید یہ کہ حاجی صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے استغناء کے ساتھ ساتھ مردم شناسی بھی عطا کر رکھی تھی، جس طرح ایک کاروباری مزاج کا آدمی ہوتا ہے، وہ آنے والے کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص میرے ساتھ سودا کرے گا کہ نہیں، اسی طرح حاجی صاحبؒ کے اندر یہ صلاحیت بہت زیادہ تھی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ استغناء

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سے متاثر نہیں ہوتے تھے، جب بھی کوئی آکر مخلوق سے ہونے کی بات کرتا تو اس کو ڈانٹ دیتے، کبھی فرماتے کہ سب مخلوق سے فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں، اگر کوئی آکر کہتا

کہ فلاں شخص کی بڑی فیکٹری یا بڑی گاڑی ہے تو فرماتے کہ تم لوگوں پر دنیا کی بڑائی چھائی ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ میاں نواز شریف کے والد میاں شریف صاحب مرحوم آئے تو بلا جھجک ان سے فرمایا کہ خود بھی ننگے سر ہو اور بیٹوں (نواز شریف، شہباز شریف، عباس شریف ساتھ تھے) کو بھی ننگے سر رکھا ہوا ہے۔

اسی طرح دنیا کے اعتبار سے بہت سے بڑے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حاجی صاحبؒ کبھی کسی سے متاثر نہیں ہوئے، دنیا والے مختلف شکلوں میں بھاری نذرانے لے کر حاضر خدمت ہوتے لیکن حاجی صاحبؒ نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں فرمایا۔

خواص

حاجی صاحبؒ میں استغناء جس درجہ کا تھا یہ قریب والے ہی محسوس کر سکتے تھے، بڑے سے بڑا دنیادار اور عہدے دار حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آتا تو حاجی صاحبؒ کبھی بھی اس سے متاثر نہیں ہوئے، نہ کسی کی حیثیت سے متاثر ہوئے اور نہ ہی کسی کے مال سے، جب حاجی صاحبؒ کے سامنے لفظ خواص آتا تو حاجی صاحبؒ اس کی یہ تشریح فرماتے کہ آج کل جو اللہ کے غیر سے جتنا متاثر ہے، وہ اتنا ہی بڑا خواص میں ہے۔

کسی کی چیز قبول کرنے کے لیے کچھ شرائط تھیں:

سب سے پہلے پوچھتے تین چلے کب لگے؟ اگر تین چلے نہ لگے ہوں تو اس کی بات ہی نہ سنی جاتی، پھر اگر تین چلے لگے ہوئے ہوتے تو پوچھا جاتا کہ جب سے تین چلے لگے اس وقت سے اب تک معمولات کی پابندی ہے یا نہیں؟ اگر اس پر بھی پورا اتر گیا تو پوچھا جاتا کہ بنک سے سود پر قرض لے کر کاروبار تو نہیں کیا تھا؟ اگر اس پر بھی پورا اتر جائے، تو فرماتے کہ اپنے علاقے میں ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان پر خرچ کرو اور جو اللہ کے راستے میں تمہارے علاقے کے لوگ نکلے ہیں ان پر خرچ کرو، ہمیں یہاں دے کر کیا کرو گے؟ اس کے بعد اگر وہ بہت زیادہ اصرار کرتا اور پیچھے پڑ جاتا، اور ساری شرائط پوری ہوتیں تو قبول فرما لیتے، لیکن رقم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

کام کی دھن اور فکر

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا دیکھنے میں آیا کہ حاجی صاحبؒ لقمہ سالن میں ڈبو کر منہ تک لائے اور دعوت کی بات شروع کر دی تو لقمہ ہاتھ میں پونا پونا گھنٹہ رہ جاتا، خادم دس دس مرتبہ سالن اٹھا کر لے جاتا، گرم کر کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا، وہ پھر گرم کر کے لا کے رکھتا وہ پھر ٹھنڈا ہو جاتا، لقمہ اسی

طرح حاجی صاحبؒ کے ہاتھ میں رہتا اور دعوت کی بات چل رہی ہوتی، اس وجہ سے پھر مشورہ یہ ہوا کہ جب حاجی صاحبؒ کھانا کھایا کریں تو ان کے پاس کوئی نہیں ہونا چاہیے تاکہ وہ تسلی سے کھانا کھالیا کریں ورنہ وہ کھانا ہی نہیں کھا سکتے تھے۔

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ:

''تمہیں کیا احساس کہ فکر و کڑھن کسے کہتے ہیں؟ فکر سیکھنی ہے تو محترم حاجی صاحبؒ سے سیکھو! بندہ ناشتہ لے کر حاضر ہوا، اس وقت میں مہمانوں (بیرون ممالک سے آئے ہوئے احباب) سے ملاقات کا وقت بمشکل نکالا جاتا تھا، حاجی صاحبؒ نے لقمہ توڑا اور منہ کی جانب لے جانے لگے کہ اتنے میں مہمان آگئے، ان سے دعوت کی بات شروع کردی، ان کو ہدایات و نصائح سے رخصت کیا، پھر لقمہ منہ کے قریب تھا کہ اور مہمان آگئے، ان سے دعوت کی بات شروع فرمادی، حتیٰ کہ یہ سلسلہ چلتا رہا، مہمانوں کی آمد و رفت میں دعوتی فکر غالب رہی، تقریباً بیالیس منٹ بعد حاجی صاحبؒ نے وہ لقمہ منہ میں رکھا۔''

یہ فرماتے ہوئے استاذ محترم حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

فناء فی التبلیغ

دعوت و تبلیغ میں لگے رہنا اور امت کے غم اور فکر میں کڑھنا حاجی صاحبؒ کا اوڑھنا اور بچھونا تھا، اسی میں آپؒ نے اپنے آپ کو کھپادیا تھا، آپؒ میں نبیوں والا درد و غم، نبیوں والی فکر و تڑپ اور امت کے لیے بے قراری اور بے چینی پائی جاتی تھی، اس کے علاوہ آپؒ کو نہ کسی چیز کی سوچ آتی تھی اور نہ ہی آسکتی تھی۔

چنانچہ حجاز کے تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا سعید احمد خانؒ جب سعودی عرب سے رائے ونڈ تشریف لے آئے تو حاجی صاحبؒ نے احتراماً انہیں اپنے کمرے میں ٹھہرالیا اور وہیں آپؒ کا بستر بھی لگوادیا، لیکن اس دوران حاجی صاحبؒ نے نہ آپؒ سے کھانے کا پوچھا نہ پینے کا، اس لیے کہ آپؒ اس قدر فناء فی التبلیغ تھے کہ آپؒ کو اپنے کھانے پینے کا پتہ ہی نہیں ہوتا تھا تو آپؒ کسی دوسرے کو کھانے پینے کا کیا پوچھتے؟ جب چار پانچ دن اسی طرح گزرے تو حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی! میرا بستر یہاں سے نکال دو! یہاں تو حاجی صاحبؒ کسی کو کھانے کا بھی نہیں پوچھتے، اس لیے حضرت مولانا نے وہاں سے نکل کر عربوں کے ہال میں اپنا ڈیرہ ڈال دیا، پھر بہت جلد ہی حضرت مولاناؒ کے لیے ایک علیحدہ کمرہ بنایا گیا، جس میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے اور وہاں آپؒ کا دسترخوان چوبیس گھنٹے چلتا رہتا تھا۔

گردوپیش پر گہری نظر

حاجی صاحبؒ کی عالمی اسلامی حالات پر تو عمیق نظر تھی ہی، اس کے علاوہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی حالات پر بھی آپؒ گہری نظر رکھتے تھے، عالمی اسلامی و سیاسی حالات سے آپ ہر وقت باخبر رہتے تھے اور ان کی صلاح وفلاح اور درستگی کی حتی المقدور زبانی وعملی اور دعاؤں وغیرہ کے ذریعہ سعی وکوشش بھی فرماتے تھے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ:

''حضرت قبلہ (مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ) کو ایک بار رمضان شریف میں ران پر پھوڑا نکل آیا، مجبوراً آپریشن کروایا، اس دوران میں بہت سے علماء ومشائخ عیادت کے لیے تشریف لائے، دیگر حضرات کے علاوہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے (یہ ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء کی بات ہے)، اس وقت محترمہ بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم پاکستان تھیں، پنجاب میں نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے، اندرون سندھ میں مدتوں سے قیام پذیر پنجابیوں کو نکالا جا رہا تھا، روزانہ قافلے در قافلے سندھ میں جائیدادیں چھوڑ کر پنجاب آ رہے تھے، اس موقع پر حاجی صاحبؒ نے خواجہ صاحبؒ سے فرمایا کہ: ''سندھ سے آ رہا ہوں، وہاں کے حالات یکسر بدل رہے ہیں، عصبیت زوروں پر ہے، یہی حال رہا تو پتہ نہیں ملک کا کیا بنے گا؟ میرے خیال میں دو آدمی اس صورت حال پر کنٹرول کر سکتے ہیں، اور وہ دونوں آپ (حضرت خواجہ صاحبؒ) کا حکم مانیں گے، ان کا اندرون سندھ کا دورہ رکھا جائے تو ان شاء اللہ یہ صورت حال ٹھیک ہو جائے گی اور ملک کا فائدہ ہوگا، وہ دونوں حضرات ایک تو نواب زادہ نصر اللہ خانؒ اور دوسرے مولانا فضل الرحمن صاحب ہیں، ان کو آپ سندھ بھجوائیں ڈیڑھ دو گھنٹہ حاجی صاحبؒ حضرت کے پاس رہے اور یہی گفتگو فرماتے رہے، اس دن اندازہ ہوا کہ حاجی صاحبؒ صرف تبلیغ حالات سے ہی باخبر نہیں رہتے تھے بلکہ ملکی سیاسی حالات پر بھی ان کی گہری نظر ہے''۔ (لولاک خواجہ خواجگان نمبر)

مردم شناسی

حاجی صاحبؒ بڑے قیافہ شناس تھے، آپؒ پہلی ملاقات ہی میں آدمی کو پڑھ لیتے تھے اور اس سے اس کے مناسب موضوع کے متعلق گفتگو فرماتے تھے، دعوت وتبلیغ جیسے عالمگیر کام کی بدولت روزانہ آپؒ کی مختلف شعبہ

ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں سے ملاقات ہوتی تھی اور آپؒ اپنی ذکاوتِ حس کی بناء پر ہر شخص سے اس کے شعبہ سے متعلق گفتگو کر کے اس سے دعوت وتبلیغ کی محنت کے بارے میں بات کرتے اور اسے دین کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے پر آمادہ فرماتے تھے۔

چنانچہ شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''ایک مرتبہ ہمیں رائے ونڈ مرکز جانے کا اتفاق ہوا، مغرب کی نماز ہم نے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ادا کی، نماز کے بعد حاجی صاحب کا بیان طے تھا، وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ بیان روزانہ ہوتا رہتا ہے، آج آپ سے باتیں کرنا ضروری ہیں، اس وقت حاجی صاحبؒ کو اتنا تیز کشف ہوا کہ میں نے ایسا تیز کشف کبھی نہیں دیکھا اور دو گھنٹے کی مجلس میں انہوں نے مفتی محمودؒ اور مولانا یوسف بنوریؒ کی کرامات بیان کیں جن سے میں بڑا حیران ہوا۔''

چونکہ مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے انتہائی شیدائی اور بڑے عقیدت مند تھے، اس لئے حاجی صاحبؒ نے بھی بغیر کسی تمہید کے سب سے پہلے ان ہی حضرات کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

مخالفین سے سلوک

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے مخالفین کی نفرت بالکل بھی نہ تھی اور نہ ہی ان سے انتقام کا جذبہ تھا، اپنا ہو یا غیر ہو، ہر ایک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونے کے ناطے محبت کرتے تھے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، ہر ایک کی اصلاح کی کوشش کیا کرتے تھے، اس وجہ سے کچھ (فسادی لوگوں) کو مرکز کی بجائے مقامی کام کی اجازت دی، نہ ان سے بدلہ لیا اور نہ نفرت کی بلکہ ان کو اس کام سے جوڑے رکھا، اہل اغراض سے بھی نہایت حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے اور اخلاق اور خوش دلی سے پیش آتے، کسی چیز کو ذاتیات پر نہیں لے جاتے تھے۔

احساس ذمہ داری

دعوت کی ذمہ داری کا احساس تو ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے حاجی صاحبؒ کا بیان سنا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو، اس کے ساتھ ساتھ مرکز کی انتظامی ذمہ داریاں بھی نہایت ذمہ داری سے نبھاتے تھے اور اس دوران کبھی تکبر وغرور کی کیفیت نہیں دیکھی گئی، بلکہ بنفس نفیس مرکز کے تمام شعبوں میں جاتے اور امیر کے کام کو دیکھتے اور کمی

کوتاہی کی اصلاح فرماتے اور اسی طرح افراد کے کام کو بخوبی دیکھتے اور کوتاہیوں کی اصلاح فرماتے اور جہاں امیر یا افراد کی تبدیلی کو بہتر سمجھتے تو امیر اور افراد کو بدل دیتے اور کام کے متعلق ان کو اپنی قیمتی ہدایات سے بھی نوازتے۔

علم اور اہل علم کی قدر

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علم اور اہل علم کی بہت قدر و منزلت تھی، حاجی صاحبؒ عموماً سب بزرگوں سے ملاقات اور میل جول رکھتے تھے، حاجی صاحبؒ نے اسی کے متعلق پرانوں کے جوڑ میں یہ واقعہ سنایا جو بہت سوں کو یاد بھی ہوگا، فرمایا کہ ہم نظام الدین جایا کرتے تھے اور نماز اور اعمال وغیرہ کا بہت اہتمام کرتے تھے، مگر وہاں کے طلبہ کو دیکھتے کہ وہ اعمال کا اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے، بلکہ بعض مرتبہ ان سے سستی ہو جاتی تھی اور ہمارے دل میں یہ بات آتی کہ کیسے طالب علم ہیں کہ نماز و اعمال وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے، جبکہ ہم کالج کے ہو کر اتنا اہتمام کرتے ہیں، اس کا تذکرہ میں نے مولانا یوسفؒ سے کیا اور پوچھا ایسا کیوں ہوتا ہے اور ہمارے دل میں یہ بات آتی ہے ہم کیا کریں؟ ایک دو مرتبہ پوچھنے کے بعد پھر تیسری مرتبہ کسی موقع پر میں نے یہی پوچھا تو ابتداء میں تو حضرتؒ خاموش رہے اس کی طرف التفات بھی نہیں فرمایا میرے کئی مرتبہ کے استفسار کے بعد حضرت نے فرمایا:

عبدالوہاب دیکھ کسی پلاسٹک کی ڈبی میں ہیرا ہو اور وہ گندی جگہ پڑا ہو اور تُو اس کو اٹھالے اور دھو کر صاف کرلے تو ڈبی بھی کام آجائے گی اور ہیرا بھی، ان کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ اگر ان کی قدر کرے گا اور جو بھی ان کی قدر کرے گا، اللہ تعالیٰ ان کے علم سے اس کو فائدہ دے گا یا اس کی اولاد کو عالم بنائے گا اور قدر نہیں کرے گا تو دونوں چیزوں سے محروم ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ ہمیں علماء کرام کی قدر کرنی چاہیے اور ان سے پوچھ پوچھ کر چلنا چاہیے، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ پھر میرے دل میں کبھی کوئی بات نہیں آئی۔

اس لیے حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہر مسلمان کو مولوی ہونا چاہیے کیونکہ مولوی کو شریعت کی حدود کا پتہ ہوتا ہے اگر مولوی نہ ہو سکے تو شبیر (لاہور کے تیسرے امیر) کی طرح ہو کیونکہ بھائی شبیر صاحبؒ کی عادت تھی کہ ہر چھوٹی بڑی چیز علماء سے پوچھ کر کرتے تھے خصوصاً حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے کیونکہ ان سے بیعت بھی تھے۔

حاجی صاحبؒ کا تھپڑ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھپڑ بہت مشہور تھا، جو لوگ حاجی صاحبؒ کے قریب رہے ہیں ان میں سے بہت سوں کو حاجی صاحب کا تھپڑ لگا ہے (الحمدللہ مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہوئی از مرتب سعد عبدالرزاق)۔

ایک مرتبہ محمد یوسف کرکٹر ساؤتھ افریقہ کے کرکٹر جونٹی روڈز کو لے کر رائے ونڈ آیا، اسے حاجی صاحبؒ کے باہر والے کمرے میں دوپہر کا کھانا کھلایا، آم چوسنا سکھایا، کھانے سے جب فارغ ہو گئے تو حاجی صاحبؒ اپنے کمرے سے باہر آئے اور اس سے بات فرمانے لگے، کہ آج ساری دنیا مخلوق سے فائدہ اٹھانے پر لگی ہوئی ہے اور ہم لوگوں کو براہ راست اللہ سے فائدہ اٹھانا سکھا رہے ہیں۔

ڈیفنس لاہور کا ایک نوجوان جس کا نام حاشر ہے، وہ حاجی صاحبؒ کی بات کا انگریزی میں ترجمہ کر رہا تھا، وہ امریکہ میں کافی عرصہ رہا ہے تو امریکی لہجے میں ترجمہ کرنے لگا، تو اس نے لفظ اللہ کا ترجمہ God سے کیا، وہ حاجی صاحبؒ کے بائیں جانب بیٹھا تھا تو حاجی صاحبؒ نے اس کے زور سے ایک تھپڑ لگایا اور فرمایا کہ God کیا ہوتا ہے، اللہ کہو، وہ پہلے ہی سرخ وسفید نوجوان تھا، تھپڑ لگا تو اور لال ہو گیا، جب حاجی صاحبؒ اندر چلے گئے تو میں نے انگریزی میں جونٹی روڈز سے کہا کہ ہمارے بزرگ کھبو ہیں، ان کا بایاں ہاتھ بہت سخت ہے، تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ اسی وجہ سے تم ان کے دائیں طرف بیٹھے ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں!

ایک مرتبہ بھائی سعید انور (کرکٹر) ملنے کے لئے آئے تو میں اسے لے کر حاجی صاحبؒ کے کمرے میں چلا گیا، ہم سے پہلے دو میواتی بوڑھے حاجی صاحبؒ کے پاس بیٹھے تھے، حاجی صاحبؒ چارپائی پر بیٹھ کر تلاوت فرما رہے تھے اور وہ دونوں زمین پر بیٹھے تھے، ان میں سے ایک بالکل مسکین سی شکل بنا کر بیٹھا تھا، جبکہ دوسرا بہت تیز طبیعت کا اور مسلسل بول رہا تھا اور حاجی صاحبؒ سے کہہ رہا تھا تو ہمیں چپیڑ (تھپڑ) مار جب تک تو ہمیں نہیں مارے گا ہم ٹھیک نہیں ہوں گے، حاجی صاحبؒ اس کے جواب میں یہی کہتے کہ جا جا تیری شکل ہے چپیڑ کھانے والی اور دوسرا جو بالکل مسکین سا تھا اسے حاجی صاحبؒ نے کچھ دیر بعد زور سے تھپڑ لگایا اور کہا کہ بڑا صوفی بنا بیٹھا ہے، جو کہہ رہا تھا تھپڑ مارنے کو اسے نہیں مارا، اس سے یہ پتہ چلا کہ حاجی صاحبؒ جان بوجھ کر تھپڑ نہیں مارتے تھے، من جانب اللہ ان کا ہاتھ اٹھ جاتا تھا، پھر اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی۔

ہم اردن گئے، ایئرپورٹ سے باہر آئے، ایک ساتھی کی گاڑی میں بیٹھے مرکز جانے کے لیے، اس عرب نے بیٹھتے ہی کہا کہ مجھے شیخ سے قصاص لینا ہے، میں نے پوچھا کس چیز کا قصاص لینا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جب میں

رائے ونڈ گیا تھا تو وہاں مجھے حاجی صاحبؒ نے تھپڑ مارا تھا، میں نے ساری بات حاجی صاحبؒ سے عرض کر دی، حاجی صاحبؒ کچھ دیر کے لئے خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ:
''میرا ہاتھ خود بخود اٹھ جاتا ہے، من جانب اللہ ایسا ہوتا ہے مجھے اس کا ادراک تک بھی نہیں ہوتا، بعد میں مجھے خیال آتا ہے کہ مجھ سے یہ کیا ہوا، پھر میں نے اللہ سے دعا مانگی ہوئی ہے کہ یا اللہ جس پر بھی میرا ہاتھ اٹھ جائے تو اسے اس کے لئے رحمت بنا دے۔'' میں نے ساری بات کا ترجمہ کر کے اس عرب کو بتایا تو وہ خوش ہو گیا اور مجھے بارہا اس کا ادراک ہوا کہ جسے بھی حاجی صاحبؒ کا تھپڑ لگتا، وہ اتنا ہی زیادہ حاجی صاحبؒ کے اور قریب ہو جاتا ہے اور حاجی صاحبؒ کا عاشق و دیوانہ بن جاتا۔

یقین محکم

۲۰۰۶ء میں جب حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کے لیے رخت سفر باندھا تو اس وقت آپؒ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور وہیل چیئر پر ادھر ادھر آتے جاتے تھے، لیکن جوں ہی آپؒ دیار حرم میں پہنچے، تو آپؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ ''زم زم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے اس سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے'' زم زم کا پانی اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت و تندرستی عطاء فرمائے اور میں دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کا یہ مقصد حل فرمایا اور اسی وقت آپؒ کو صحت یاب فرما دیا۔
ان ہی دنوں مولانا جمشید علی خان صاحبؒ بھی چلنے پھرنے سے قاصر تھے اور وہیل چیئر پر ادھر ادھر آتے جاتے تھے، چنانچہ حاجی صاحبؒ نے اسی وقت حرم پاک سے مولانا جمشید صاحبؒ کو رائے ونڈ فون کیا اور اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے زم زم کا پانی اس نیت سے پیا تا کہ اس سے مجھے اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی نصیب فرمائیں اور میں دوبارہ چلنے پھرنے لگ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و تندرستی عطاء فرما دی اور میں نے وہیل چیئر کو چھوڑ کر اب اپنے قدموں پر چلنا پھرنا شروع کر دیا ہے، لہٰذا آپ بھی زم زم کا پانی اس نیت سے استعمال فرمائیں اور وہیل چیئر کو چھوڑ کر اپنے قدموں پر چلنا شروع کریں۔
اسی سفر میں مدینہ منورہ کے قیام میں وہاں کے پرانے ساتھی عبدالشکور بخاری سے ملنے گئے وہ صاحب فراش تھے، حاجی صاحبؒ چل کر گئے اور سیڑھیاں چڑھ کر ان کے پاس پہنچے، ان سے فرمایا کہ زم زم پیو، دیکھو میں نے زم زم پیا اور وہیل چیئر چھوڑ دی اب خود چل پھر رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ ایسا یقین کہاں سے لاؤں، حاجی

صاحبؒ نے فرمایا کہ تم پہلے یقین کے لئے پیو، یع (نی پہلے اس یقین کے حصول کی نیت سے زمزم پیو)۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ عبدالشکوری بخاری مدینے کا پہلا تاجر ہے جو میری ترغیب پر عصر کے وقت دکان بند کر کے مسجد کو وقت دینے لگا۔

حاجی صاحبؒ کے پاس مختلف ممالک کے بہت سے آفیسر آتے تھے، لیکن کبھی حاجی صاحبؒ نے ان کے عہدے کو اہمیت نہیں دی بلکہ ہر ایک کو نبی علیہ السلام کا امتی ہونے کا درس دیتے، ایک مرتبہ سلمان تاثیر حاجی صاحبؒ کے پاس آیا، حاجی صاحبؒ نے اس کو دعوت دی تو کہنے لگا کہ میں بڑا حیران ہوں کہ آپ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ انڈونیشیا کا سفیر آیا اور عرض کیا کہ میں انڈونیشیا کا سفیر ہوں، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ مت کہو کہ میں انڈونیشیا کا سفیر ہوں بلکہ تم امتی ہو اور سارے عالم کے لیے بھیجے گئے ہو۔ وہ بات کرتا رہا جب بھی وہ کہتا کہ میں انڈونیشیا کا سفیر ہوں تو حاجی صاحبؒ فوراً ٹوک دیتے، بالآخر اس کی سمجھ میں آگئی پھر وہ ہر بات میں کہنے لگا کہ میں امتی ہوں امتی، آخر میں جاتے ہوئے یہی کہا کہ میں امتی ہوں سارے عالم کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

مستقل مزاجی

مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے بعد کافی سارے حضرات مثلاً مفتی زین العابدین صاحبؒ، مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ وغیرہ موجود تھے، یہ سب ہی حاجی صاحبؒ کو اپنا بڑا سمجھتے تھے، کیونکہ حاجی صاحبؒ نے اپنا سب کچھ اس کام کے لئے لگایا ہوا تھا، جب کبھی یہ حضرات کہیں سفر میں جاتے تو واپسی میں حاجی صاحبؒ سے گھر جانے کی اجازت لے کر جاتے تھے، ایک مرتبہ مفتی زین العابدین صاحبؒ کسی اجتماع سے واپس آرہے تھے تو حاجی صاحبؒ سے کہا کہ اب ہمیں واپسی کی اجازت دے دیں۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بس یہ فرق ہے آپ میں اور مجھ میں، میں کام کو سامنے رکھ کر چلتا ہوں آپ لوگ اپنے گھروں کو سامنے رکھ کر چلتے ہو۔ مفتی صاحبؒ نے عرض کیا کہ یہ غلط ہے ہم تو اپنے نفس کو سامنے رکھ کر چلتے ہیں گھروں کا تو ہم نے بہانہ بنایا ہوا ہے۔

مولانا عمر پالنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصولی

حاجی عبدالوہاب صاحبؒ مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں ایک مرتبہ حج سے واپس تشریف لائے تو واپسی پر بمبئی میں کام شروع کیا، گشت کی نیت سے ایک تاجر کی دکان پر گئے وہاں ایک نوجوان نظر آیا جو بڑا ہوشیار تھا،

حاجی صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا آپ ہی یہاں کے سیٹھ صاحب ہیں؟ اس نے کہاں کہ سیٹھ وہ ہیں جو سامنے بیٹھے ہیں، حاجی صاحبؒ نے ان سے بات شروع کی تو وہ نوجوان بولا کہ مختصر بات کیجئے گا، یہاں لاکھوں کا کاروبار ہوتا ہے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں کروڑوں کی بات لے کر آیا ہوں، تم لاکھوں کی بات کرتے ہو، یہاں پر اس شخص سے دوستی ہوگئی اس شخص کا نام اسماعیل منصوری تھا، بعد میں حاجی صاحب کو پتہ چلا کہ یہ تو تمام بزرگوں کا لاڈلا ہے، حضرت مدنیؒ آتے ہیں تو اسماعیل منصوری کا پوچھتے ہیں، قاری طیب صاحبؒ آتے ہیں تو اسماعیل صاحب کی بابت دریافت کرتے ہیں، جو بھی بزرگ بمبئی آتا ہے تو اسماعیل منصوری کا ضرور پوچھتا ہے بعد میں حاجی صاحبؒ بھی جب کسی بمبئی کے آدمی سے ملتے تو فرماتے کہ اسماعیل منصوری کی اولاد کو میرا سلام کہنا۔

بمبئی میں کام کرتے ہوئے حاجی صاحب نے 40 سے 50 افراد کے قریب لوگ وصول کیے ان میں مولانا عمر پالن پوری صاحبؒ بھی تھے یہ اس وقت عالم نہیں تھے فقط ایک واعظ تھے، حاجی صاحبؒ نے ان کے چار ماہ لگوائے پھر اس کے بعد یہ عالم بنے اور لسان دعوت وتبلیغ کے نام سے مشہور ہوئے۔

بلاد عرب کی طرف پہلی جماعت

سب سے پہلی جماعت جو عرب ممالک کی طرف گئی وہ حاجی صاحبؒ کی خاص محنت کی برکت سے گئی۔ حاجی صاحبؒ کراچی میں گشت کرتے تھے، ایک مرتبہ تین چار آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت گشت کے لئے تیار ہوئی جس میں مولوی احسان صاحب بھی تھے اور جماعت کا امیر بھی مولانا احسان صاحب کو بنایا گیا تھا، اس وقت ان کی عمر دس گیارہ سال تھی، چنانچہ کراچی کے کسی علاقے میں گشت ہوا اور متکلم حاجی صاحبؒ کو بنایا گیا اور اللہ تعالٰی نے ان چار پانچ حضرات کی محنت کی برکت سے بحرین کے لئے ایک جماعت تیار کروائی۔

۱۹۹۱ء میں ایک جماعت پیدل ڈیڑھ سال کی حجاز مقدس کے لئے تیار ہوئی، جس میں بھائی مشتاق صاحبؒ اور بھائی غلام مصطفی صاحبؒ بھی شامل تھے، یہ حضرات بڑی قربانی اور محنت کے ساتھ کام کرتے رہے۔

یہ حضرات اس دور کے علماء اور مقتدر طبقے سے بھی ملے، عرب کے مشہور عالم شیخ بن باز کے استاذ شیخ ابراہیم وغیرہ سے بھی ملے، انہوں نے ایک خط اس جماعت کے حوالے کیا جس میں علماء اور ائمہ مساجد کے نام لکھا کہ یہ کام سنت کے مطابق کر رہے ہیں ان کی نصرت کرو۔ قصیم کے نام سے ایک علاقہ مشہور تھا، اکثر ائمہ حرمین مثلاً شیخ سدیس صاحب، شیخ صلاح البدیر صاحب وغیرہ حضرات اسی علاقے سے ہیں، بھائی مشتاق صاحبؒ اس علاقے سے بہت متاثر تھے، اس زمانے میں قصیم کے اندر فجر کی نماز میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی باجماعت نماز

ادا کرتے تھے، اسی جماعت کے ایک ساتھی میاں جی عبدالغفور صاحبؒ کا راستے میں گوادر کے علاقے میں انتقال ہوا، یہ ایسے مبارک ساتھی تھے کہ ان کے پھوڑے پھنسیوں سے جو خون آتا تھا اس سے خوشبو آتی تھی۔

جہاں جائیں وہاں کے امیر کے تابع ہو جائیں

مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں جب پاکستان میں کام شروع ہوا تو ایک بات یہ چل پڑی کہ جو کوئی کسی دوسری جگہ پر جاتا، وہاں جا کر اپنی مرضی کے آدمی لے لیتا، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے یہ بات مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کی، اس پر انہوں نے فرمایا کہ بھائی جہاں بھی جاؤ وہاں کا جو ذمہ دار ہے اپنے آپ کو اس کے تابع سمجھو۔'' لہٰذا حاجی صاحبؒ جس ملک میں بھی جاتے تھے یہی ترتیب چلاتے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رائے ونڈ اور نظام الدین والے کہیں جاتے ہیں تو وہاں جا کر چودھری بن جاتے ہیں، ڈھاکہ میں کئی بار جب حاجی صاحبؒ کا جانا ہوا تو وہاں کا جو مقامی ذمہ دار ہوتا تھا حاجی صاحبؒ نے اسی کو فیصل بناتے تھے۔

ایک مرتبہ کینیا میں میں حاجی صاحبؒ کے ساتھ تھا، ہمارے ساتھ گئے ہوئے تمام حضرات مشورے کے وقت آگے آگے بیٹھ گئے اور مقامی حضرات سب پیچھے بیٹھ گئے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی یہاں کے مقام والے کہاں ہیں......؟ اس مجمع میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ، مولانا سعد صاحب بھی تشریف فرما تھے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مقامی حضرات کو بلاؤ، ان کو آگے کیا اور فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے؟ مقامی احباب آگے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سوچ کر بتائیں گے، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کام تو اب شروع ہوا ہے، ابھی تک تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بزرگ آئیں ہیں، کھائیں گے، پئیں گے، بیان کریں گے، سوئیں گے اور چلے جائیں گے چنانچہ حاجی صاحبؒ نے یہ بات طے فرما دی کہ جب کبھی اجتماع میں جانا ہو تو جو وہاں کے مقامی احباب ہوں مقامی مسائل کے لیے ان ہی کو فیصل بنایا جائے، چنانچہ جس شہر کا اجتماع ہوتا اور حاجی صاحبؒ نے وہاں جانا ہوتا تو حاجی صاحبؒ وہاں کے مقامی احباب کو بلاتے اور ان سے کام کی نوعیت پوچھتے پھر ان کے مقامی ذمہ دار یا فیصل سے ہی سارے امور طے کرواتے۔

پرانوں کا جوڑ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے اس بات کی اجازت لی کہ پرانے احباب کو جمع کرنے کے لیے کوئی جوڑ کی شکل ہو، اس پر مولانا انعام الحسن

صاحبؒ نے فرمایا کہ تین دن کا جوڑ رکھ لو۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے جی میں تھا کہ کاش یہ جوڑ دس دن کا ہو جائے، جب تین دن کا جوڑ ہوا تو حاجی صاحبؒ نے ساری کارگزاری لکھ کر مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو بھیجی، مولانا انعام صاحبؒ نے خط کے جواب میں لکھا کہ آئندہ جوڑ دس دن کا رکھا جائے، تین دن جمع کرو، پھر پانچ دن کے لئے تشکیل میں بھیجو، پھر دو دن کے لیے جمع کرو، چنانچہ اسی طرح ہونے لگا اور جوڑ دس دن کا ہو گیا۔

بلاتفریق سب کے بیان کو ادب سے سننا

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مولانا انعام الحسن صاحبؒ ایک مرتبہ پرانوں کے جوڑ کے موقع پر پاکستان تشریف لائے تو بیس روز قیام فرمایا، جوڑ کے سارے اعمال ہم خود ہی کرتے رہے، ان ہندوستان والوں سے کوئی عمل نہیں کروائے تو لوگوں نے حاجی صاحبؒ سے کہا کہ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کیا سوچتے ہوں گے کہ ہم آئے ہیں اور ہمیں کوئی عمل بھی نہیں دیا، حاجی صاحبؒ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم کو بلوایا اور ہم سے کوئی کام بھی نہیں کروایا، حضرت ہم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ آپ دیکھ لیں کہ آپ کے پیچھے ہم کیا کرتے ہیں، ہم آپ کو دکھانا چاہتے تھے، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی ہمیں تو بڑی خوشی ہوئی تمہارے یہاں کے کام سے۔

۲۰۱۷ء کے جوڑ پر جب ہندوستان والے آئے تو حاجی صاحبؒ ان سے بھی اعمال نہیں کروانا چاہتے تھے، بلکہ ہر اجتماع و جوڑ پر حاجی صاحبؒ مولانا انعام الحسن صاحبؒ والی بات فرماتے اور کہتے کہ یہ لوگ یہاں ہمارے اعمال کو سنیں، میں نے حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت جیؒ تو اب چلے گئے ہیں، اب آپ تبلیغ کے بڑے ہیں، اب آپ کو ان سے اعمال کروانے چاہئیں تا کہ آپ کو بھی پتا چلے کہ وہ حضرات وہاں کیا بات کرتے ہیں اور آپ ان کو بتا بھی سکیں کہ کیا کہنا ہے اور کیا نہیں کہنا، حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے، پھر فرمایا کہ اچھا مولوی ابراہیم سے کہو کہ مغرب کا بیان کرے، حاجی صاحبؒ کا مزاج یہ تھا کہ نئے سے نئے آدمی کی بات سنا کرتے تھے، ایسا نہیں کہ صرف نام دیکھ کر بات سنتے ہوں، بلکہ ہر نئے آدمی کی بات اللہ کی عظمت کی وجہ سے پورے دھیان سے سنتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند سے پہلے ایک جماعت حجاز مقدس گئی جس میں مفتی زین العابدین صاحبؒ، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ وغیرہ حضرات تھے، سب نوجوان تھے، ۱۹۴۸ء میں حاجی صاحبؒ ایک جماعت لے کر حجاز پہنچے، تو حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ میں یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ کوئی بھی

ساتھی بات کرتا یا بیان کرتا باقی سب بہت ادب سے اس کی بات سنتے اور اس سے بھی زیادہ حیرانی اس بات پر ہوئی کہ انفرادی دعوت میں اپنے ساتھی کے نام کے ساتھ بات بتلاتے کہ ہمارے فلاں ساتھی نے یہ بات کی، حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں ٹوہ میں لگا کہ یہ معاملہ کیا ہے، تو پتہ چلا کہ ان حضرات نے مولانا یوسف صاحبؒ کو خط لکھا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے تربیت یافتہ ان کے خلفاء میں سے کسی کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ وہ ہماری تربیت کریں، مولانا یوسف صاحبؒ نے جواب میں لکھا کہ میں جس کو بھی تمہارے پاس بھیجوں گا چند دن تمہارے ساتھ رہ کر وہ بھی تمہارے جیسا ہو جائے گا، پھر تم لکھو گے کہ حضرت آپ خود ہی ہماری تربیت کے لیے تشریف لے آئیں، پھر میں بھی تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری طرح ہو جاؤں گا، لہٰذا اس کی بجائے اپنے نئے سے نئے ساتھی سے فائدہ اٹھانا سیکھ لو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نئے سے نئے ساتھی کی بات کو بھی بزرگ کی بات سمجھ کر سنو، اللہ تعالیٰ تمہیں اسی سے نفع پہنچا دیں گے۔

اسی وجہ سے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جیسے مفتی زین العابدین صاحبؒ، قریشی صاحبؒ، بھائی مشتاق صاحبؒ ادب کے ساتھ بیٹھ کر بات سنتے تھے ویسے ادب کے ساتھ بیٹھ کر بات سننے والا میں نے نہیں دیکھا، کوئی بھی بات کر رہا ہو چاہے بزرگ ہو یا نہ ہو، پرانا ہو یا نیا ہو، بلاتفریق سب کی بات کو ادب سے سنتے تھے۔

ماہانہ مشورہ

حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں مشورے کے لیے ایک ایک آدمی کے پاس جایا کرتا تھا، قریشی صاحبؒ کے پاس پنڈی جاتا، قاضی عبدالقادر صاحبؒ کے پاس جھاوریاں (سرگودھا) جاتا، مفتی صاحبؒ کے پاس فیصل آباد اور بھائی بشیر صاحبؒ کے پاس کراچی جاتا، پھر سب کو بتاتا کہ فلاں کی یہ رائے ہے اور فلاں کی یہ ہے پھر سب کو خیال آیا کہ یہ اکیلا ہم سب کے پاس پھرتا ہے مہینہ میں کوئی دن ایسا طے کر لینا چاہئے کہ ہم خود اس کے پاس اکٹھے ہو جایا کریں، چنانچہ حاجی صاحبؒ کی اس قربانی کی برکت سے ماہانہ مشورہ شروع ہوا، جس میں یہ سب حضرات حاجی صاحبؒ کے پاس آنے لگے، شروع میں ہر ماہ ایک دن کے لیے آتے تھے، پھر جوں جوں کام بڑھتا گیا اور تقاضے بڑھتے گئے تو تین دن کے لیے مشورے کے عنوان سے جمع ہونے لگے۔

اس کام میں اصل تو نقل و حرکت ہے

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ ہر زمانے میں جب حق و باطل میں اختلاط ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فتنے کا ایک دروازہ کھول

کر حق و باطل میں امتیاز فرما دیتے ہیں اور اللہ کے بہت سے برگزیدہ بندے ایسے ہیں جن کو اللہ فتنوں کی راہ میں حائل بنا دیتا ہے، حاجی صاحبؒ بھی ان ہی ہستیوں میں سے ایک تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود کی برکت سے فتنوں کے بہت سے دروازوں کو بند کر رکھا تھا اور جب کوئی فتنہ کھڑا ہوتا تو حاجی صاحبؒ بغیر کسی تنقید اور انتقام کے اس کا ایسا حل فرماتے کہ وہ فتنہ اپنے آپ ہی دب جاتا، حاجی صاحبؒ با قاعدہ عالم تو تھے نہیں لیکن حسن ظن کے پیکر تھے، مسلمان جھوٹ بول سکتا ہے یہ ان کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا تھا، کچھ اہل شر مختلف عنوانات سے جو حاجی صاحبؒ کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے رائے ونڈ میں داخل ہوئے، کبھی کشف کے نام سے کبھی عملیات وخوابوں کے نام سے، لیکن چونکہ مولانا الیاس صاحبؒ دعا کر چکے تھے کہ میرے اس کام میں ترمیم نہیں چلے گی، تو جو بھی جس شکل میں بھی آئے، اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحبؒ ہی کو ان کے ختم کرنے کا ذریعہ بنایا، حالانکہ یہ اہل شر حاجی صاحبؒ کو سہارا بنا کر آتے رہے، مقصد والے آئے، متوکلین آئے، مذاکرے والے آئے، تین پانچ تین کا کام شروع ہوگیا، جو بعد میں کچھ ردوبدل کے ساتھ عشرے کے عنوان سے شروع ہوگیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحبؒ کی برکت سے کام کو اپنی اصل نہج پر باقی رکھا۔

ایک مرتبہ شوریٰ والے حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عشرے کے سلسلے میں بات شروع کی، ابھی انہوں نے اپنی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم نظام الدین جاتے تھے، مولانا یوسف صاحبؒ ہمیں دو تین دن مسجد کے اعمال میں رکھتے تھے اور پھر فوراً تشکیلیں کر دیتے تھے، **اس کام میں اصل تو نقل وحرکت ہے** چنانچہ اپنی اس پُر حکمت بات سے یہ معاملہ بھی صاف کر دیا اور الحمدللہ رائے ونڈ کا کام نکھر کر تمام خرافات سے پاک صاف ہوگیا۔

حاجی صاحبؒ کے آخری سالوں میں اسفار کی تفصیل

تاریخ کے اوراق گردانتے کے بعد یہ بات اکثر ملتی ہے کہ اہل اللہ کی اپنے آخری ایام میں محنت، ریاضت اور فکر آخرت بڑھ جایا کرتی تھی، جن کے دلوں میں اللہ رب العزت نے دین محمدی کی فکر، کڑھن رکھی ہو ان کے حال کا تو پوچھنا ہی کیا، مولانا عبد القادر رائے پوریؒ جب مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی کے آخری ایام میں حاضر خدمت ہوئے تو ملاقات کے بعد فرمایا کہ حضرت دہلویؒ تو ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں۔

حاجی صاحبؒ کی تو ویسے ساری زندگی ہی دین کی تڑپ، فکر اور کڑھن میں گزری لیکن وفات سے تقریباً دس بارہ سال قبل بحالت صحت اس تندہی سے اسفار کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، ایک سفر پہ نکلتے تو دس بارہ ملک کا دورہ

فرما کر واپس آتے، ہر ہر سفر کی تفصیل تو انتہائی مشکل ہے کہ ان کی زندگی کا ہر سفر ہی ایک طویل موضوع ہے، ذیل میں صرف 2006ء سے ہونے والے حاجی صاحبؒ کے اسفار کا انتہائی مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

سن 2006ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے، پھر مئی میں متحدہ عرب امارات اور اردن اور ستمبر میں قطر، ترکی اور برطانیہ تشریف لے گئے۔

سن 2007ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے، پھر مارچ میں متحدہ عرب امارات اور سویڈن، اپریل میں زمبابوے، زمبیا، ماریشس، جنوبی افریقہ، ملاوی، موزمبیق، مڈغاسکر تشریف لے گئے، مئی میں کینیا، متحدہ عرب امارات اور اردن تشریف لے گئے، اگست میں برطانیہ اور آئرلینڈ تشریف لے گئے، نومبر میں سری لنکا اور تھائی لینڈ اور دسمبر میں فلپائن، انڈونیشیا، ملائیشیا، نیوزی لینڈ، فیجی، آسٹریلیا اور متحدہ عرب امارات کا سفر فرمایا۔

سن 2008ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ یمن اور تھائی لینڈ تشریف لے گے، پھر مارچ میں جنوبی افریقہ، موزمبیق، کینیا، اور اپریل میں ناروے اور یورپ کے ممالک کا سفر فرمایا، پھر مئی میں متحدہ عرب امارات، جون میں اردن اور متحدہ عرب امارات، اگست میں برطانیہ، نائیجیریا اور تشاد، پھر ستمبر میں گھانا اور متحدہ عرب امارات اور اکتوبر کے مہینے میں بنگلہ دیش اور برازیل کا سفر کیا۔

سن 2009ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ برما اور تھائی لینڈ تشریف لے گے، پھر مئی کے مہینے میں اردن، جون میں متحدہ عرب امارات، ناروے اور یورپ کے دیگر ممالک میں تشریف لے گئے، پھر جولائی کے مہینے میں انڈونیشیا، ملائیشیا، سنگاپور اور فلپائن کا سفر فرمایا، پھر دسمبر کے مہینے میں متحدہ عرب امارات، کینیا اور نائیجیریا تشریف لے گئے۔

سن 2010ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے، پھر مارچ کے مہینے میں ٹرینیڈاڈ اور وینزویلا اور اپریل میں ایکواڈور، پانامہ اور چلی تشریف لے گئے، پھر مئی میں اردن اور بحرین اور جون میں متحدہ عرب امارات تشریف لے گئے۔

سن 2011ء کے مارچ کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیپال اور تھائی لینڈ تشریف لے گے، پھر مئی کے مہینے میں ترکی، برطانیہ اور اردن تشریف لے گئے۔

سن 2013ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے، پھر مئی

کے مہینے میں عمان اور اردن، جون میں ترکی ، جولائی میں مراکش، اگست میں برطانیہ اور نومبر میں ترکی کا سفر فرمایا۔

سن 2014ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے، پھر مارچ کے مہینے حاجی صاحبؒ نے اپنی زندگی کا ہندوستان کا آخری سفر فرمایا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، پھر مئی کے مہینے میں برطانیہ اور آئرلینڈ اور جون کے مہینے میں ترکی اور اردن تشریف لے گئے۔

سن 2015ء کے جنوری کے مہینے میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلہ دیش تشریف لے گے۔

مذکورہ بالا اسفار کی تفصیل حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاسپورٹ سے لی گئی ہے۔

مولانا زبیرالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اور حاجی صاحبؒ کا سفر ہند

۱۸ مارچ سن ۲۰۱۴ کو مولانا زبیرالحسن صاحب اس دار فانی سے کوچ فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعزیت کے لئے ہندوستان تشریف لے گئے، اس سفر کی روداد بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید اس بات کا ذکر کیا جارہا ہے کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کام کا نہج کیا تھا اور کام کس ترتیب سے چل رہا تھا۔

مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کام کی ترتیب

۱۹۹۳ء میں حج کے موقع پر مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے مفتی زین العابدین صاحبؒ اور چند دیگر حضرات کے سامنے یہ فرمایا کہ میری صحت اور میرا حال تمہارے سامنے ہے، اب میں کسی قابل نہیں ہوں، کام دنیا میں پھیل رہا ہے، اس کا میرے اوپر بڑا بوجھ ہے، اس عالمی کام کے تحفظ، بقاء اور رہبری کے لیے میں ایک شوریٰ بنانا چاہتا ہوں، مفتی صاحبؒ نے کہا کہ مناسب ہے، حضرت جیؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدینؒ، حاجی محمد افضل صاحبؒ، حاجی عبدالمقیت صاحبؒ اور حاجی محمد عبدالوہاب صاحبؒ کے سفر ہند کے لیے ویزے جدہ میں ہی حاصل کر لیے گئے اور یہ سب حضرات وسط اگست ۱۹۹۳ء میں بستی نظام الدین تشریف لے آئے، اس وقت بنگلہ والی مسجد میں ملائیشیا والوں کا جوڑ چل رہا تھا، اس سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح ناشتہ کے بعد حضرت جیؒ کے حجرے میں نشست ہوئی، اس مجلس میں درج ذیل حضرات موجود تھے۔

1. مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدینہ منورہ)
2. حاجی محمد عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)

۳ مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)
۴ حاجی محمد افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پاکستان)
۵ حاجی عبدالمقیت صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بنگلہ دیش)
۶ مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)
۷ مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)
۸ مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہندوستان)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری طبیعت کا حال تم لوگ دیکھ رہے ہو، میری طبیعت گرتی جارہی ہے اور کام بڑھ رہا ہے، اس کو سنبھالنے کے لیے اکیلے میرے اوپر ذمہ داری نہ رہے، ہم سب مل کر اس کو ایک فکر کے ساتھ لے کر چلیں، مندرجہ بالا حضرات سے فرمایا کہ آپ لوگ تو میری شوریٰ میں ہیں ان دو کو بھی شامل کرلو، میاں جی محراب صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب، اس طرح ان شاء اللہ یہ شوریٰ دس افراد کی ہوگی جو آگے کام کو لے کر چلے گی۔

شوریٰ بننے کے بعد ایک مجلس میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے حضرت جیؒ کے سامنے ساری شوریٰ کی موجودگی میں یہ بات رکھی کہ حضرت جہاں آپ موجود ہوں تو آپ امیر ہیں ہی، اگر کہیں آپ موجود نہ ہوں تو کس طرح کام کیا جائے؟ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ تم جتنے بھی موجود ہو اپنے میں سے ایک کو فیصل بنا کر کام کرو۔

۱۹۹۵ء میں حضرت جیؒ نے اس پوری شوریٰ کے ساتھ حج کیا اور اسی حج میں سیلون سے لے کر آسٹریلیا تک کا سفر تقریباً آٹھ سے دس ممالک کا طے ہوا، اس حج سے واپسی پر حضرت جیؒ کا وصال ہوگیا۔

۱۹۹۶ء میں جنوب مشرقی دنیا کے ممالک (سری لنکا، تھائی لینڈ، ملائیشیا، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا اور فیجی) کا سفر اسی شوریٰ کی سرپرستی میں ہوا، اس سفر میں سڈنی (آسٹریلیا) میں شوریٰ نے یہ طے کیا کہ اب نظام الدین میں پانچ رکنی شوریٰ کے صرف تین فیصل نہیں ہوں گے بلکہ پانچوں باری باری سے تین تین دن کے لیے فیصل ہوں گے، پھر ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء میں مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا، ۲۱ مئی ۱۹۹۷ء میں مولانا عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ۱۲ اگست ۱۹۹۸ میں میاں جی محراب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، اس طرح تین سال کے مختصر عرصہ میں ہی نظام الدین کی پانچ رکنی شوری دو رکنی ہوکر رہ گئی۔

۱۹۹۸ء میں افریقی ممالک کا سفر اسی شوریٰ کی سرپرستی میں ہوا، ماریشیش میں یہ بات طے ہوئی کہ کوئی کسی ملک

یا شہر میں جا کر وہاں کام کی ترتیب بدلنے کے لیے نہیں کہے گا، اگر ضروری بات ہو تو وہاں کے شوریٰ والوں کے سامنے تجویز رکھے گا، وہ اس پر آپس میں مشورہ کر کے اپنی رائے کے ساتھ نظام الدین و رائے ونڈ بھیجیں گے اور یہاں سے مشورہ کے بعد جو لکھا جائے اس پر عمل ہو گا، اس میں یہ بات بھی طے ہوئی تھی کہ اختلافی باتیں تو درکنار، معروف صحیح باتیں بھی مجمع میں بیان نہیں کی جائیں گی، تاکہ کسی قسم کی کوئی غلط فہمی لوگوں میں پیدا نہ ہو، جو کام کے نقصان کا ذریعہ بنے۔

اس کے بعد ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء میں مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں حاجی عبدالمقیت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، اور صرف پانچ حضرات باقی رہ گئے، ان پانچ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱ مفتی زین العابدین صاحبؒ۔
۲ بھائی محمد افضل صاحبؒ۔
۳ حاجی عبدالوہاب صاحبؒ۔
۴ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ۔
۵ مولانا محمد سعد صاحب۔

۱۹۹۹ء میں رائے ونڈ اجتماع کے بعد شوریٰ نے ہندو پاک کے ذمہ دار پرانے احباب کے سامنے ایک تحریر پیش کی، اس تحریر پر اس وقت موجود پانچوں حضرات کے دستخط ہیں، اس تحریر کا آخری پیراگراف اس طرح ہے:

''اسی طرح رائے ونڈ اور نظام الدین میں بھی کسی چیز کو چلانے سے پہلے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی مقرر فرمودہ پوری شوریٰ کا متفق ہونا ضروری ہے۔''

۲۰۰۰ء میں مغربی ممالک (جرمنی، امریکہ، ویسٹ انڈیز، کینیڈا اور انگلینڈ) کا سفر اسی شوریٰ کے باقی پانچ حضرات کی سرپرستی میں ہوا، پھر شوریٰ کے دو حضرات بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، اور تین حضرات حاجی عبدالوہاب صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب باقی رہ گئے، مختلف احباب کے توجہ دلانے کے باوجود کسی نا کسی وجہ سے شوریٰ کے افراد نہ بڑھائے جا سکے۔

اس طرح ۱۹۹۵ء سے لے کر آج تک یہ مبارک کام بغیر کسی متعین امیر کے پوری شوریٰ کی نگرانی میں باہمی مشورے سے چل رہا ہے۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفر ہند

۱۸ مارچ سن ۲۰۱۴ میں مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعزیت کے سلسلے میں ۲۶ مارچ ۲۰۱۴ بروز بدھ نظام الدین تشریف لے گئے، تو وہاں کے تمام ذمہ دار احباب یعنی مولانا یعقوب صاحبؒ، مولانا ابراہیم صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب، مولانا اسماعیل صاحب گودھرا، بھائی فاروق صاحب بنگلور والے، ڈاکٹر خالد صدیقی صاحب، ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب، پروفیسر عبدالرحمن صاحب اور دیگر کچھ ذمہ دار احباب حاجی صاحبؒ کے پاس کبھی اکٹھے کبھی دو دو چار چار ہو کر مختلف موقع پر مرکز ہی میں ملاقات کرتے رہے اور مرکز کے حالات سے آگاہ کرتے رہے اور جو پریشانیاں اور حالات ان حضرات کو درپیش تھے وہ حاجی صاحبؒ کے سامنے بیان کرتے رہے اور درخواست کی کہ آپ (حاجی صاحبؒ) تشریف لائے ہیں اور آپ سب سے پرانے ہیں، تینوں حضرت جی کے صحبت یافتہ ہیں اور کام کے اصولوں سے سب سے زیادہ واقف ہیں تو جو مسائل ہمیں درپیش ہیں انہیں حل کر کے جائیں۔

اسی طرح دہلی کے ذمہ دار احباب اور بستی نظام الدین کے احباب نے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نظام الدین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے وہاں درپیش مسائل کو حل کر کے جانے کی درخواست کی۔

نیز حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم دو مرتبہ مرکز نظام الدین میں تشریف لائے اور حاجی عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور دونوں مرتبہ یہ درخواست کی کہ آپ ہی اس وقت تبلیغ کے بڑے ہیں، آپ اپنے اس سفر میں موجودہ درپیش مسائل کو حل کر کے جائیں کہ مولوی سعد جوان ہیں، باصلاحیت ہیں، لیکن اپنے بیانات میں بعض باتیں ایسی کہہ جاتے ہیں جو علماء اہل سنت و جماعت کی رائے سے ہٹ کر ہوتی ہیں اس لیے علماء کو اس پر اشکال پیدا ہوتا ہے اور جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی سفر میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تو وہاں بھی مولانا ارشد مدنی صاحب نے یہی درخواست کی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام احباب کی باتیں پوری توجہ سے سنیں اور سب سے ایک ہی بات فرمائی کہ استغفار کر کے دعا کریں۔

یکم اپریل ۲۰۱۴ بروز منگل مغرب سے پہلے حاجی صاحبؒ نے بندے (مولانا فہیم صاحب) کو بلایا اور فرمایا کہ سعد (مولانا محمد سعد صاحب) سے کہو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، بندہ (مولانا فہیم صاحب) مولانا سعد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حاجی صاحبؒ آپ سے ملنے کے لئے آنا چاہتے ہیں، مولانا سعد

صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب کو لے کر نہ آنا بلکہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا، بندہ (مولانا فہیم صاحب) نے حاجی صاحبؒ سے عرض کر دیا کہ مولانا سعد صاحب خود آرہے ہیں، تھوڑی دیر بعد مولانا سعد صاحب تشریف لے آئے، بندے نے تمام خدام کو کمرے سے باہر نکال دیا اور خود بھی باہر آ گیا، حاجی صاحبؒ اور مولانا سعد صاحب کمرے میں اکیلے رہ گئے اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔

اندر کمرے میں کافی دیر ان کی آپس میں گفتگو ہوتی رہی پھر مولانا سعد صاحب دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے، ان کا چہرہ کِھلا ہوا تھا بندے کے پاس سے گزرتے ہوئے مسکرا کر فرمانے لگے کہ بھائی فہیم کیا حال ہے؟ بندے نے عرض کیا الحمدللہ اور وہ تشریف لے گئے۔

پھر جب بندہ (مولانا فہیم صاحب) اندر حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حاجی صاحبؒ نے قریب بلایا اور وہ تمام باتیں جو ان کے اور مولانا سعد صاحب کے درمیان ہوئی تھیں، بتا دیں اور بندے سے فرمایا کہ مولوی ابراہیم (مولانا ابراہیم دیولہ صاحب) اور دیگر ساتھیوں کو بلا کر لاؤ، بندہ سب کے پاس گیا، چونکہ رات ہوگئی تھی اس لیے سب تو نہ آسکے لیکن اکثر حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، حاجی صاحبؒ نے ان سب حضرات کو اپنے اور مولانا سعد صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ بتا دی، وہ سب حضرات بہت خوش ہوئے کہ جو مسئلہ پریشان کن تھا وہ الحمدللہ حل ہو گیا۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعد صاحب کے درمیان گفتگو کا خلاصہ

حاجی صاحبؒ نے مولانا الیاس صاحبؒ، مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں تبلیغ پر جو حالات، دشواریاں اور مسائل پیش آئے اس کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور ان تینوں حضرات نے ان حالات میں کن اعمال کو اختیار کیا اور کیسے ان حالات سے نکلے اور کس طرح اپنے ساتھیوں کو لے کر چلے اور اخیر میں دو باتیں فرمائیں:

1. مولوی یعقوب، مولوی ابراہیم، مولوی احمد لاٹ ان تین کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانا۔
2. جس چیز میں کسی ایک کی رائے نہ ہو اسے نہ کرنا، جب تک تینوں کی رائے ایک نہ ہو جائے۔

مولانا سعد صاحب نے حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ جیسا فرما رہے ہیں میں ایسا ہی کروں گا، اگلے دن یعنی بدھ کی صبح مولانا سعد صاحب اپنی گاڑی میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہم دو ساتھیوں اور اپنے بچوں کو لے کر دہلی ائرپورٹ چھوڑنے گئے، خوشی خوشی سب رخصت ہوئے، جب ہم رائے ونڈ پہنچ گئے تو بھائی فاروق

بنگلور والوں کا فون آیا، ہم نے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دی، بھائی فاروق صاحب بہت خوش تھے، فرمانے لگے کہ دہلی ائر پورٹ سے نظام الدین واپسی پر مولانا سعد صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھالیا اور حاجی صاحبؒ اور ان کے درمیان جو رات گفتگو ہوئی تھی من وعن بغیر کسی کمی زیادتی کے سب بتا دیا اور مولانا سعد صاحب نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا جیسا حاجی صاحب نے فرمایا ہے۔ مولانا سعد صاحب کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ ساری باتیں حاجی صاحب نے ہمیں بتا دی ہیں، بہر حال بھائی فاروق صاحب بہت خوش تھے کہ اللہ نے اپنے فضل سے حاجی صاحب کے ذریعے ان مسائل کو حل فرما دیا۔

رائیونڈ اجتماع سن ۲۰۱۵ء اور شوریٰ کی تکمیل

نومبر ۲۰۱۵ میں رائے ونڈ کے اجتماع کے موقع پر ساری دنیا کے پرانے احباب موجود تھے، ان کے سامنے پیش آنے والے حالات کو اور ان حالات کو سنبھالنے کی بات رکھی گئی، چنانچہ مختلف ممالک کے ذمہ داروں نے تمام حالات پر غور وخوض کرنے کے بعد طے کیا کہ پورے عالم میں دعوت کی اس عالی محنت کو یکساں اور متفقہ نہج پر قائم رکھنے کے لیے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ شوریٰ کی تکمیل کی جائے (جس کے دس میں سے آٹھ اراکین کا انتقال ہو چکا ہے) اور اسی طرح مرکز نظام الدین کی پانچ رکنی شوریٰ کو پورا کیا جائے جس کے صرف ایک رکن باقی ہیں۔

اس مقصد کے لیے ایک مجلس ہوئی اور مولانا محمد احمد صاحب انصاریؒ نے اجتماعیت اور شوریٰ کی اہمیت کے بارے میں چند کلمات ارشاد فرمائے اور پھر مولانا محمد احمد صاحبؒ تشریف لے گئے پھر حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام احباب سے فرمایا کہ ہر ساتھی اپنی اپنی رائے دے دے، لیکن اس وقت کوئی متفقہ بات طے نہ ہو سکی، تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر مجلس ختم کر دی کہ تم سب استغفار کرو اور دعا کرو۔

اس موقع پر کئی ساتھیوں نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد سعد صاحب سے عرض کیا کہ ذمہ داری آپ دونوں حضرات پر ہے، اس شوریٰ کی تکمیل آپ کے ذمہ ہے، آپ دونوں مل کر اس کی تکمیل کر لیں، اس میں آپ چاہیں ہمیں بلائیں یا نہ بلائیں، جس سے رائے لینا چاہیں اس سے رائے لے لیں، نہ لینا چاہیں نہ لیں، یہ ذمہ داری آپ کی ہے، رائیونڈ کے ان مشوروں میں فیصل حاجی صاحبؒ ہی تھے۔

بہر حال خلاصہ یہ کہ دونوں ممالک (ہند و پاک) کے ذمہ دار احباب نے غور وخوض اور دوسرے مختلف احباب کی رائے لیتے ہوئے ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے چند احباب کے نام حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی بنائی ہوئی شوریٰ کی

تکمیل کے لئے حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیے، حاجی صاحبؒ نے بعض احباب کے بارے میں کچھ باتیں فرمائیں اور اخیر میں گیارہ حضرات کے اضافے کی تصویب کردی اور خود ہی سب سے پہلے دستخط فرمائے، اس مشترکہ شوریٰ میں چار احباب ہندوستان کے، چار احباب پاکستان کے اور تین احباب بنگلہ دیش کے شامل کیے گئے، یہ گیارہ افراد ہوگئے اور حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعد صاحب پہلے ہی سے تھے تو مکمل شوریٰ تیرہ افراد کی ہوگئی، بعد میں یہ بھی طے ہوگیا کہ نظام الدین کے پانچ حضرات جو اس شوریٰ میں ہیں وہی نظام الدین کی شوریٰ ہوگی اور یہی شوریٰ نظام الدین کے جملہ امور باہمی مشورہ سے سرانجام دے گی۔

شوریٰ کی تکمیل سے متعلق ایک تحریر تیار کی گئی جس پر حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کئے اور دوسرے رفقاء سے بھی دستخط کروائے، حاجی صاحبؒ کے ارشاد پر وہ تحریر مولانا سعد صاحب کو بھی پیش کی گئی کہ وہ بھی اس پر دستخط فرمادیں تو انہوں نے شوریٰ کی اس تکمیل سے یہ کہہ کر اتفاق کرنے سے انکار کردیا کہ اس کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، مجھے اس پر انشراح نہیں ہے، جیسے کام چل رہا ہے ویسے ہی ٹھیک ہے، متعدد باران سے بات کی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔

حاجی صاحبؒ کے عوارض وامراض

میرے ذہن میں تھا کہ حاجی صاحبؒ کو مختلف اوقات میں پیش آنے والی کچھ بیماریوں کا بھی تذکرہ ہوجائے، میں جب سے حاجی صاحبؒ کے پاس رہا، تب سے انہیں خاص خاص جو عوارض پیش آئے، یا پہلے کے وہ عوارض جو خود حاجی صاحبؒ سے میں نے سنے وہ تذکرے میں آجائیں۔

سن 1949ء کی بات ہے، حاجی صاحبؒ ہندوستان میں تھے، تہجد کا وقت تھا، حاجی صاحبؒ اندھیرے میں بالائی منزل سے نیچے اتر رہے تھے، ایک جگہ سیڑھی سمجھ کر پاؤں رکھا تو وہاں سیڑھی نہیں تھی، اندھیرے میں پتہ نہیں لگا جس کی وجہ سے نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا، اس وقت حاجی صاحبؒ نظام الدین میں ہی تھے چنانچہ بازو پر پلستر وغیرہ کروالیا اور اسی حال میں مولانا عبیداللہ صاحبؒ کے والد کو وصول کرنے کے لیے نظام الدین سے گورکھ پور تک گئے جس کا واقعہ پہلے بھی ذکر کیا گیا۔

اس کے بعد بھی چھوٹی بڑی بیماریاں پیش آتی رہیں غالباً 1978ء کی بات ہے، حاجی صاحبؒ کو السر ہوگیا تھا وہ پھٹ گیا، اس موقع پر حاجی صاحبؒ کو بہت زیادہ خون کی بوتلیں لگی تھیں اور حالت کافی خراب ہوگئی تھی اور گویا

زندگی کی امید ختم ہو چکی تھی، حاجی صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور مجھے لے گئے ایک جگہ پہنچے تو میں نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے، انہوں نے کہا کہ یہ جنت البقیع ہے، میں نے کہا کہ مجھے یہاں کیوں لائے ہو، یہاں تو مولانا الیاسؒ صاحب اور مولانا یوسف صاحبؒ نہیں ہیں، اس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو نظام الدین میں ہیں، میں نے فوراً کہا تمہارے لیے کیا مشکل ہے انہیں اٹھا کر یہاں لے آؤ اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے مطابق جو روزانہ ہزار دفعہ درود شریف پڑھے تو اسے تب تک موت نہیں آتی جب تک اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے اور تم نے تو مجھے میرا ٹھکانہ دکھایا ہی نہیں، تو پھر وہ دونوں فرشتے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ چلو اس کو واپس لے چلتے ہیں۔

اس موقع پر ڈاکٹر حضرات باہر اطلاع دینے کے لیے آ چکے تھے کہ حاجی صاحبؒ کا انتقال ہو چکا ہے، لیکن جب دوبارہ اندر گئے تو حاجی صاحبؒ آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہے تھے۔

اس کے بعد 1984ء میں بھی بعینہ یہی عارضہ پیش آیا، اس وقت حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی یہیں تھے، اس وقت بھی زندگی کی امیدیں دم توڑ چکی تھیں، لیکن اللہ نے اس موقع پر بھی عافیت فرمائی اور حاجی صاحبؒ تندرست ہو گئے، جب ایک صاحب نے آ کر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے عرض کیا کہ حاجی صاحبؒ کا آخری وقت ہے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم نے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں کچھ ہے یہ سمجھ کر عبدالوہاب کو ہسپتال نہیں بھیجا، بلکہ سنت کی اتباع میں بھیجا ہے اور ہم نے عبدالوہاب کو اللہ سے مانگ لیا ہے ہم تو کل ہی ملنے جائیں گے۔

حاجی صاحبؒ کی بیماری اکثر چلتی رہتی تھی، جس میں حاجی صاحبؒ حکیمی دوائی لیا کرتے تھے البتہ حاجی صاحبؒ کو دوائی کھلانا بھی ایک خاصہ دشوار مرحلہ ہوتا تھا اور انگریزی دوائی سے تو حاجی صاحب کو سخت نفرت تھی، انگریزی دوائی کے استعمال پر نہایت خفا ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا ایمان ہے، میرا ایمان ہے، میرا ایمان ہے کہ انگریزی دوائی کے استعمال سے ایمان میں خلل آجاوے ہے، خلل آجاوے ہے، خلل آجاوے ہے۔

حاجی صاحبؒ کو کچھ سانس کی تکلیف بھی تھی اکثر حضرات نے دیکھا ہوگا کہ بیان کرتے کرتے حاجی صاحب سو جاتے تھے، پھر ایک دم سے لمبا سانس لے کر اٹھتے تھے اور جب کمرے میں آرام فرما رہے ہوتے تھے تو اتنی زور سے خراٹے لیتے تھے کہ کوئی دوسرا وہاں سو بھی نہیں سکتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے کوئی گلا دبا رہا ہے، اس زمانے

میں امریکہ سے ایک ڈاکٹر آئے، جن کا نام مجاہد تھا، انہوں نے حاجی صاحبؒ کو ایک سانس کی مشین بھی لگا کر دی لیکن حاجی صاحبؒ یہ چیزیں کہاں استعمال کرتے تھے، چنانچہ وہ بھی استعمال نہیں کی اور پڑی رہی۔

حاجی صاحبؒ کی جو اصل خطرناک بیماری تھی جس کی تشخیص بہت بعد میں جا کر ہوئی، وہ یہ تھی کہ حاجی صاحبؒ کی سانس کی نالی قدرتی طور پہ کچھ تنگ تھی، سانس لیتے وقت آکسیجن ٹھیک سے اندر نہیں جاتی تھی اور کاربن ڈائی آکسائڈ اندر جمع ہوتی رہتی تھی، جس کی وجہ سے حاجی صاحبؒ غنودگی میں چلے جاتے تھے، پھر زور لگا کر اسے نکالتے تھے یہ وہ اصل وجہ بیماری تھی جس کی طرف ڈاکٹر حضرات کی توجہ نہیں ہو پائی۔

نومبر 2011ء میں اجتماع کے دن تھے اس دوران میں حاجی صاحبؒ کو سخت قسم کا نمونیہ ہو گیا تھا، حاجی صاحبؒ کو رات کو کمرے سے باہر نکلنا پسند تھا تو ٹھنڈ کی وجہ سے نمونیہ ہو گیا، جب طبیعت (زیادہ بگڑ گئی تو ان کو مڈسٹی ہسپتال لے جایا گیا جہاں دیگر ڈاکٹروں کے ساتھ) ڈاکٹر صدف صاحب اور ڈاکٹر انجم صاحب حاجی صاحبؒ کے علاج میں لگے ہوئے تھے اور یہی دو حضرات تھے، جنہوں نے سب سے پہلے رائے دی تھی کہ سینے کے ایکسرے کو دیکھ کر بیماری کی صحیح تشخیص کی جائے، چنانچہ ڈاکٹر خالد گوندل صاحب کے ایک کلاس فیلو تھے ڈاکٹر کامران چیمہ، جنہوں نے سب سے پہلے حاجی صاحبؒ کی بیماری کی صحیح تشخیص کی، پھر ان ہی کے مشورے سے حاجی صاحبؒ کو سروسز ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔

اس بیماری کی تشخیص کے بعد حاجی صاحبؒ کے گلے میں سانس کی ایک نالی لگائی گئی، جس سے آکسیجن مناسب مقدار میں اندر جاتی تھی اور کاربن ڈائی آکسائڈ بھی باہر نکلنے کا مناسب انتظام ہو گیا تھا، اس نالی کا دن میں تقریباً 6 یا 7 گھنٹے لگنا ضروری تھا، دن میں تو حاجی صاحبؒ یہ لگاتے نہیں تھے، جب رات میں سونے کے لیے لیٹتے تو خدام لگا دیتے، اللہ کی شان کہ اس سے حاجی صاحبؒ کی نیند اچھی ہونے لگی اور طبیعت بڑی حد تک درست رہنے لگی۔

اسی سال 2011ء میں مشورے سے چھ ڈاکٹروں (ڈاکٹر انجم رشید، ڈاکٹر خالد گوندل، ڈاکٹر مدثر، ڈاکٹر صدف، ڈاکٹر منیر خان، ڈاکٹر منیر مغل) پر مشتمل ایک جماعت بنا دی گئی، جو حاجی صاحبؒ کے علاج کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے، اصل معالج ڈاکٹر کامران چیمہ تھے، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو یہ ڈاکٹر حضرات ڈاکٹر کامران کو بتاتے پھر ان کے مشورے سے کام کرتے۔

2013ء میں بھی حاجی صاحبؒ کو نمونیے کی شکایت رہی، 2015ء میں حاجی صاحبؒ بنگال میں تھے، میں بھی

ساتھ تھا، حاجی صاحبؒ کو وہاں ٹھنڈ لگ گئی، چنانچہ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ڈاکٹر حضرات نے دوائی دی، لیکن طبیعت بحال نہیں ہوئی، مشورہ ہوا کہ حاجی صاحبؒ کو لاہور لے جایا جائے، پاکستان حکومت سے بات کی تو فی الحال ایئر ایمبولینس میسر نہیں تھی اور ڈھاکہ سے براہ راست لاہور جانے کے لیے بھی کوئی فلائٹ نہیں تھی بلکہ پی آئی اے کی ایک ہی پرواز تھی جو کراچی جاتی تھی پھر وہاں سے لاہور جانا ہوتا تھا۔

میں نے کرنل صاحب سے بات کر کے بزنس کلاس میں ٹکٹ کروالی اور مزید اللہ نے یہ سہولت بھی کر دی کہ پی آئی اے والوں نے جو فلائٹ پہلے کراچی لے کر جانی تھی، اسے لاہور کا رخ دے دیا، یعنی فلائٹ پہلے لاہور جائے گی اور پھر اس کے بعد کراچی جائے گی، حاجی صاحب بھی جانے کے لیے تیار تھے، لیکن جب عین نکلنے کا موقع ہوا تو حاجی صاحبؒ نے جانے سے انکار فرما دیا، کسی کی ہمت بھی نہ ہوئی کہ حاجی صاحبؒ سے دوبارہ درخواست کرتا، اس دوران ڈاکٹر مدثر صاحب میرے پاس آئے اور اس پریشانی کا اظہار کیا، میں نے بھی کہہ دیا کہ اب کیا ہوسکتا ہے، ادھر حاجی صاحبؒ کی طبیعت بگڑتی جا رہی تھی اور تا حال ان کا کوئی ارادہ جانے کا نہیں تھا۔

میں نے ڈاکٹر مدثر صاحب سے کہا کہ کمرے میں جتنے لوگ ہیں سب کو تھوڑی دیر کے لیے باہر بھیج دیں میں حاجی صاحب سے بات کرتا ہوں، سب لوگ باہر چلے گئے تو میں نے دل ہی دل میں دعا کی اور حاجی صاحبؒ کے سرہانے جا کر بیٹھ گیا اور بالکل اس طرح جیسے چھوٹے بچے اپنی دادی نانی وغیرہ سے بات کرتے ہیں ایسے میں نے حاجی صاحبؒ سے بات کی اور حاجی صاحبؒ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا، حاجی صاحبؒ نے فرمایا اچھا، میں نے کہا جی ہاں، اور میں نے عرض کیا کہ پی آئی اے کا جہاز آیا ہوا ہے، وہ سیدھا لاہور جا رہا ہے، ہم لاہور جا کر ڈاکٹر کامران چیمہ سے چیک اپ کروالیں گے پھر فوراً واپس آ جائیں گے اور پھر سارے بنگال میں چکر لگائیں گے اور میں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا کہ بس یوں گئے اور یوں آئے، حاجی صاحبؒ خاموشی سے میری بات سن رہے تھے کہ میں نے اچانک کہا کہ آپ کو پیشاب کا تقاضہ تو نہیں ہے؟ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں پیشاب تو آ رہا ہے، میں نے جلدی سے حاجی صاحبؒ کو اٹھایا اور بیت الخلاء لے گیا، اس وقت وہاں پر مولوی اخلاق صاحب خدمت کے لیے موجود تھے، میں نے اس سے کہا کہ حاجی صاحبؒ جیسے ہی تقاضے سے فارغ ہوں، انہیں بجائے بیڈ پر لے جانے کے سیدھا باہر لے آنا، ابھی حاجی صاحبؒ تقاضے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس سے پہلے شوریٰ والے کچھ اور افراد آ گئے اور حاجی صاحبؒ کے یہیں رکنے پر اصرار کرنے لگے، میں نے ڈاکٹر مدثر سے بات کی کہ دیکھو خدانخواستہ اگر حاجی صاحبؒ کو کچھ ہو گیا تو کیا شرعی طور پر ہمارے

لیے مناسب ہوگا کہ ہم ان کی میت کو پاکستان لے جائیں؟ اور اگر یہیں دفناتے ہیں تو کیا پاکستان والے اس بات پر راضی ہو جائیں گے؟ کہ ہم انہیں یہیں ڈھاکہ میں دفنا دیں۔ ان حضرات کو اللہ جزائے خیر دے کہ ان کے دل میں یہ تھا کہ حاجی صاحبؒ کی طبیعت کچھ بحال ہو جائے تو پھر سفر کیا جائے، لیکن میں نے جانے میں ہی عافیت سمجھی، چنانچہ ہم حاجی صاحبؒ کو لے کر ایئرپورٹ کی طرف چلے گئے، جہاز میں آکسیجن کا انتظام کر دیا گیا تھا، حاجی صاحبؒ اس وقت مکمل ہوش وحواس میں نہیں تھے، مجھے اس وقت جس بات کا سب سے زیادہ ڈر تھا، وہ یہ کہ حاجی صاحبؒ کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیشاب آتا تھا، اگر خدانخواستہ جہاز میں پیشاب بار بار آیا، تو انتہائی مشکل ہوگا، میں دل ہی دل میں دعا کرتا رہا، ہم ڈھاکہ سے دن کے گیارہ بجے چلے تھے اور ہم مغرب میں لاہور ایئرپورٹ پر اترے، ایمبولینس کرنل صاحب کے خصوصی حکم پر ایئرپورٹ کے اندر آ گئی تھی، ہم نے ایمبولینس کو قبلے کے رخ کھڑا کیا اور مغرب کی نماز ادا کی اور نماز پڑھ کر سیدھے ڈاکٹرز ہسپتال پہنچ گئے، پہنچتے ہی ڈاکٹر انجم صاحب نے فوراً ایکسرے اور ٹیسٹ وغیرہ کئے، جب ہم حاجی صاحب کو بیڈ پر لٹانے لگے تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ پیشاپ کا تقاضہ ہے میں نے زور سے کہا الحمدللہ، یہ بھی حاجی صاحبؒ کی کرامت تھی کہ پہلے ہر گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پیشاب کا تقاضہ ہوتا تھا لیکن اب پورے دن کے بعد فرمایا کہ پیشاب کا تقاضہ ہے، یہ جمعرات کا دن تھا، اگلے دن حاجی صاحبؒ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور کچھ دیر کے بعد بے ہوش ہو گئے، طبیعت اتنی بگڑی کہ حاجی صاحبؒ کو وینٹیلیٹر پر ڈالنا پڑا، بیماری اس قدر سخت تھی کہ اس مرتبہ کسی کو بھی بچنے کی امید نہیں تھی نمونیہ تین گنا تک بڑھ گیا تھا، لیکن پھر اللہ کا کرم ہوا اور حاجی صاحبؒ شفایاب ہو گئے۔

آخری ایام اور وفات

حاجی صاحبؒ کی طبیعت ڈینگی بخار ہونے کی وجہ سے انتہائی ناساز ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے آپؒ کے خون میں ''پلیٹ لیٹس'' (Platelets) بہت کم رہ گئے تھے، اور آپؒ کو ''وینٹی لیٹر'' (Ventilator) پر رکھا گیا تھا، بظاہر آپؒ کے روبہ صحت ہونے کے امکانات بہت کم رہ گئے تھے۔

بالآخر ۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء ۹ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ اتوار کا دن آپہنچا، اور راہ حق کا تھکا ماندہ مسافر اپنے پس ماندگان میں لاکھوں تربیت یافتہ ساتھیوں اور کروڑوں عقیدت مندوں کو سسکیاں ہچکیاں لیتا چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دارفانی سے دار بقاء کی طرف روانہ ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔

جان کر من جملہ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت مولانا عبید اللہ خورشید صاحب دامت برکاتہم نے فجر کی نماز کے بعد حاجی صاحبؒ کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ موت برحق ہے! ہمارے سر سے سایہ اُٹھ گیا، آج صبح صادق کا طلوع حاجی صاحبؒ کی وفات کے ساتھ ہوا، اطمینان رکھیں، یہ اللہ کی تقدیر ہے، سب دعاء پڑھ لیں:

اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ ھٰذِہٖ وَ اخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا
اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ

آواز سے رونا نہ ہو! اور اس سانحہ پر حضرت محمد ﷺ کے انتقال فرمانے کو سامنے رکھیں تو یہ مصیبت ہلکی ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں! حاجی صاحبؒ نے جو محنت اور جو راستہ دکھایا، یا انہوں نے جو محنت کی اور جس محنت کے لیے انہوں نے سب کچھ قربان کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی اتباع نصیب فرمائے، اور اس محنت کے لیے ہمیں بھی سب کچھ لگانے کی توفیق عطاء فرمائے، مجمع صبر سے کام لے، نماز پڑھیں اور دعاؤں میں لگیں، حاجی صاحبؒ کی آخری باتیں یہ تھیں کہ اس محنت کو ہم اپنی زندگی کا مقصد بنا کر رہیں، سارے انسانوں پر شفقت ہمارے دل میں ہو اور ساری انسانیت ہمارے سامنے ہو کہ کیسے یہ انسانیت اللہ تعالیٰ کی چاہت پر آجائے اور جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے؟ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی یہ فکر بنا دے، سارے ساتھی نماز، اعمال اور دعاء میں لگیں اور اطمینان رکھیں، اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی قضاء سے یہ ہوا ہے، ہم حاجی صاحبؒ کے فراق میں غمگین ہیں، لیکن اے اللہ! ہم تیری تقدیر پر راضی ہیں مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا اور جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے وہ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطاء فرمائے! آمین۔

پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ

حاجی صاحبؒ کے اس سانحہ ارتحال کی اطلاع کے بعد ہر طرف یہی دھن تھی کہ کس طرح امت کے اس عظیم محسن و مربی کی نماز جنازہ میں شرکت کی جائے؟ نماز جنازہ کا وقت بعد نماز مغرب مقرر ہوا تھا، اب نہ صرف پاکستان سے بلکہ دنیا بھر کے کونے کونے سے فرزندان توحید ہر ممکنہ ذرائع آمد و رفت استعمال کر کے رائے ونڈ مرکز کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

موٹروے پر ٹریفک کا ایسا ازدحام تھا کہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی کسی شاہراہ پر ایسی بھیڑ نہیں دیکھی گئی، ایک اطلاع کے مطابق لاہور کے دونوں اطرف میں تیس چالیس کلومیٹر تک گاڑیوں کے ساتھ گاڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ پشاور، کوہاٹ، راولپنڈی، ایبٹ آباد، ملتان بہاول پور سمیت درجنوں شہروں اور سینکڑوں دیہاتوں سے لاکھوں لوگ صبح رائے ونڈ کی طرف نکل پڑے تھے، کراچی اور کوئٹہ جیسے دور دراز شہروں کے باشندوں میں جن سے ممکن ہوا، وہ طیاروں کے ذریعے پہنچے مگر فلائٹیں محدود تھیں اور کرائے بہت زیادہ، اکثریت دل تھام کر وہیں رہ گئی، اسی طرح لوگوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو وقت کی کمی اور فاصلے کی زیادتی کے باعث روانہ ہی نہ ہو سکے، جن علاقے والوں کو امید تھی کہ وہ پہنچ جائیں گے، انہوں نے دیر نہ کی، تاہم گاڑیاں بک کرانے میں کچھ وقت لگنا تو لازمی تھا، اس تیاری میں کچھ لوگ نو بجے نکلے، کچھ دس بجے اور کچھ گیارہ بجے، لاکھوں کے اس سیلاب میں وہی لوگ پنڈال تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے جنہیں قسمت نے آگے رکھا۔

مولانا طارق جمیل صاحب کا حاجی صاحبؒ کے جنازے پر درد بھرا بیان

میرے بھائیو اور عزیز دوستو! میں چند آنسو بہانے کے لیے آپ کا ساتھ مانگتا ہوں، آج ایک ایسی ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے، جس کے فراق میں آسمان بھی رو رہا ہے، زمین بھی رو رہی ہے، میدان کا ایک ایک ذرہ رو رہا ہے، یہ منبر اور محراب رو رہے ہیں، کیونکہ جب نیک آدمی دنیا سے اٹھتا ہے تو پوری کائنات اس پر آنسو بہاتی ہے اور یہ وہ ہستی تھی جن کو پچاس سال تک تو میں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تڑپتے، روتے اور مچلتے دیکھا ہے، یہ جو اتنا بڑا جم غفیر، اتنا بڑا مجمع لوگوں کا نظر آ رہا ہے، یہ اس بندے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے۔

آؤ ہم سب مل کر اپنے آنسوؤں کے ساتھ، اپنی آنکھوں کے ساتھ، اپنی دعاؤں کے ساتھ اس بندے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے اور سپرد کریں، ایسے بندے صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، میرے رب نے ان کو چنا، ہم سب ان کی اولاد بیٹھے ہوئے ہیں، یہ ان ہی کا لگایا ہوا سارا باغیچہ ہے، لیکن یہ چل سوچل کا جہان ہے، یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے پاس بلا لیا ہے، تو ہم اور آپ تو سب بہت چھوٹے لوگ ہیں، جانا طے ہے، اس لیے اس طرح جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے، مجھے کبھی بولنے میں رکاوٹ نہیں ہوئی لیکن آج نہ میرے پاس الفاظ جمع ہو رہے ہیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی مضمون جڑ رہا ہے، میں یہاں بیٹھ کر صرف چند آنسو بہا سکتا ہوں، یہ ساری فضاء سوگوار ہے اور اس میدان کا ایک ایک ذرہ جو اس شخص کے پچاس سال سے نغمے سن رہا تھا، درد بھرے نوحے سن رہا تھا آج نوحہ کناں ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، ہم

سب نے جانا ہے اور جانا طے ہے۔

اَلْمَوْتُ لَيْسَ مِنْهُ فَوْتٌ اِنْ أَقَمْتُمْ لَهٗ أَخَذَكُمْ وَاِنْ
فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ اَلْمَوْتُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْكُمْ
فَالنَّجَا اَلنَّجَا أَلْوَحَا أَلْوَحَا

یعنی موت سے آج تک کوئی ٹکر نہیں لے سکا، اس سے ٹکراؤ گے تو گرو گے، اس سے بھاگو گے تو پکڑے جاؤ گے، لہٰذا جلدی کرو! جلدی کرو! کیا جلدی کرو! یعنی نجات پانے کی جلدی کرو؟ ''أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ اپنے دلوں کو زندہ کرو قرآن کے ساتھ، وَنَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ اور اپنے دلوں کو نورانی بناؤ نبی ﷺ کے فرمان کے ساتھ، وَقَوِّهٖ بِالزُّهْدِ اور اس کو مضبوط بناؤ دنیا کی بے رغبتی کے ساتھ وَقَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ اور اس سے اقرار لو کہ ہم نے مرنا ہے اور مٹی میں مٹی ہونا ہے، اور اسے موت کی لگام دو اور اسے یاد دلاؤ کہ:

ٹک حرص و ہوس کو چھوڑ میاں
مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے
دن رات بجا کر نقارہ
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر
کیا گونی پلا سر بھارا
کیا گیہوں چاول موٹھ مٹر
کیا آگ دھواں کیا انگارہ
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا
جب لاد چلے گا بنجارہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

یہ مٹ جانے کا گھر ہے، یہ دھوکے کا گھر ہے، یہ مچھر کا پر ہے، یہ مکڑی کا جالہ ہے، یہ تین دن کی دنیا، ایک کل گزر گیا واپس نہیں آئے گا، ایک کل آنے والا ہے، ایک جو لمحہ گزر رہا ہے، اسے اس طرح گزارنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

یعنی جب ایسے لوگوں کا دنیا سے جانے کا وقت آتا ہے تو ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اور فرشتے ان کو سلام کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ اب تم کسی قسم کا کوئی غم اور فکر نہ کرو۔ انتہیٰ

ادھر دوسری طرف تین چار بجے تک ٹریفک بری طرح جام ہو چکا تھا اور اس کے بعد جو لوگ لاہور بلکہ رائے ونڈ تک بھی پہنچ گئے تھے، ان میں سے بھی اکثر نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے تھے۔

نماز مغرب کے بعد نماز جنازہ کی ادائیگی مؤخر ہوتی رہی کیونکہ جس ایمبولینس میں حاجی صاحبؒ کی میت رائے ونڈ مرکز سے پنڈال لائی جا رہی تھی، وہ ایمبولنس ہی رش میں پھنس گئی تھی، مرکز سے اجتماع گاہ تک دو کلو میٹر کا فاصلہ اس ایمبولنس نے اڑھائی گھنٹے میں طے کیا اور سوا چھ بجے پنڈال پہنچی، اس وقت مولانا طارق جمیل صاحب خطاب کر رہے تھے، انہیں اس قدر گلوگیر پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا، وہ بمشکل چند جملے بول پائے، اس کے بعد جب مولانا محمد فہیم صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے تو آپ نے ان کے لیے منبر خالی کر دیا۔

مولانا محمد فہیم صاحب کا رقت انگیز بیان

اس کے بعد کچھ دیر تک نماز جنازہ سے پہلے حاجی صاحبؒ کے خادم سفر و حضر حضرت مولانا محمد فہیم صاحب دامت برکاتہم نے جنازہ گاہ میں گفتگو فرمائی:

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم أما بعد: میرے بھائیو اور بزرگو! آج ایک ہستی نہیں ایک صدی

ہم سے جدا ہوگئی ہے، سو سال ہم سے دور ہوگئے ہیں اور جس چیز کو لے کر ساری زندگی وہ کڑھن اور بے چینی میں رہے، اس کے صدقے اور اس کے واسطے میں آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ خدارا وہ کبھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ تصویریں بنائی جائیں جبکہ جنازے کے موقع پر آپ لوگ ان کو راحت پہنچانے کی بجائے یہ کام کر رہے ہیں، جس کے جنازے میں ہم آئے ہیں اس کی چاہت کو تو دیکھیں کہ وہ کیا چاہتے تھے؟ وہ ہر زمانے میں اپنے وقت کے اکابر علماء سے جڑے رہے، تبلیغ میں لگنے سے پہلے بھی وقت کے جو جید علماء تھے ان سے ان کا تعلق تھا، ایک طرف حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تعلق تھا تو دوسری طرف حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تعلق تھا، ایک طرف حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درس میں شریک ہوتے تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہر ہر قدم پہ ساتھ تھے، ابھی تبلیغ کا پتہ نہیں تھا، ابھی جوانی تھی، کالج کا زمانہ تھا اور اس وقت ان کا حال یہ تھا کہ روزانہ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے شیرانوالہ گیٹ حضرت لاہوریؒ کا درس سننے کے لیے پیدل جانا ان کا معمول تھا، مغرب سے عشاء تک روزانہ سورۂ کہف، سورۂ واقعہ اور سورۂ ملک اور کتنی دوسری سورتوں کی تلاوت کرتے تھے اور کتنے صفحات پڑھتے تھے، روزانہ رات کو اڑھائی سے تین بجے تک اٹھنے کا معمول اس زمانے سے آج تک تھا، ان کو تہجد کے لیے بیدار نہ کرنے کی ہمارے اندر مجال نہیں تھی، اس ضعف اور بیماری میں بھی فرائض کی قضاء تو دور کی بات ہے کبھی تہجد بھی قضاء نہیں ہونے دی۔

ان کو ایک بے چینی، ایک کڑھن ایک درد اور ایک غم لگا ہوا تھا، وہ جب مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے پاس پہنچے تو پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے تھے، فرمانے لگے کہ ایک دن میں ذکر کر رہا تھا، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے مجھے بلایا اور ڈانٹا کہ یہاں مشورہ ہو رہا ہے اور تُو ذکر کر رہا ہے، میں نے دل میں سوچا کہ میں کوئی ان سے بیعت ہوں کہ یہ مجھے ڈانٹ رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً میری رہبری کی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ بات تو ان ہی کی مان کر چلوں گا، جو کہیں گے وہ کروں گا، پھر موت تک کر کے دکھایا۔

رات اڑھائی تین بجے کا وقت تھا، مجھے بلایا اور کہا کہ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہے کہ دوزخ میں کوئی بھی نہ رہے اور سب ہی جنت میں چلے جائیں؟ اور آخر میں ان کی بات صرف یہی تھی کہ سب سے کہو کہ ایک دوسرے سے محبت کریں! حب الٰہی کے بعد سب سے افضل عمل حب مسلم ہے آج یہ اتنا بڑا مجمع چلتا ہوا ایسے لگ رہا ہے جیسے لوگوں کا ایک سمندر چلا آ رہا ہے، انہیں کون سی چیز کھینچ کر لا رہی ہے؟ یہی محبت ہے جو اس ہستی نے انسانیت سے کی، اسی لیے انسانیت کے قلوب ان کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں، یہ ان کی محبت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف

کھینچ کر لا رہی ہے۔

حضرت کو ہم ڈھاکہ سے لے کر آئے تھے، بیماری کی انتہاء تھی، اللہ تعالیٰ نے فضل یہ کیا کہ جہاز ڈھاکہ سے بجائے کراچی جانے کے سیدھا لاہور آ گیا، ہم ہسپتال پہنچے، حضرت کچھ دنوں بعد وینٹی لیٹر پر چلے گئے، پھر افاقہ ہوا، پھر بالکل ٹھیک، بیانات چل پڑے۔

اب درخواست یہ ہے کہ ہم طے کر لیں کہ ہمیں اس دنیا میں کیوں رہنا ہے؟ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج تو ہم نے جینے کی فضاء بنائی ہوئی ہے، جہاں دیکھو جینے کی باتیں ہو رہی ہیں، گھروں میں سامان جینے کے لیے لائے جا رہے ہیں، مکانات جینے کے لیے بنائے جا رہے ہیں، سواریوں کے انتظام جینے کے لیے کئے جا رہے ہیں، موت کا اور مرنے کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔'' کبھی کبھی فرماتے کہ ''میں رائے ونڈ میں سب بیان کرنے والوں کے بیانات سنتا رہتا ہوں۔''

جمعرات کو یہاں آئے اور مشورے میں بات کی، رات کو پوچھا کہ ''صبح کس کا بیان ہے؟'' کسی نے کہا کہ ''مولوی اسماعیل صاحب گودھرا والے کا'' تو فرمایا کہ ''مولوی اسماعیل کو بلاؤ!'' میں نے کہا کہ ''ان کا بیان اگلے دن فجر کے بعد ہے!'' پھر فرمایا کہ ''کل بیان کس کا ہے؟'' میں نے کہا کہ ''مولوی عبدالرحمن صاحب بمبئی والے کا ہے''، میں نے کہا کہ ''دونوں کو بلا لیتے ہیں!'' تو فرمایا کہ: ''ٹھیک ہے، دونوں کو بلا لو!'' دونوں کو بلا کر پہلی بات یہ کی کہ ''اللہ'' کو بیان کریں، ہر بات کا آخر ''اللہ'' پر ہو، ہر بات کی ابتداء ''اللہ'' سے ہو، ''اللہ'' کو اتنا بولو کہ اس آنے والے مجمع کی روحوں میں ''اللہ'' سرایت کر جائے، انہیں ''اللہ'' کے علاوہ کچھ سجھائی ہی نہ دے، اللہ ہی اللہ ہو، اللہ بولا کرو، اور آخرت کا بھی ذکر کیا کرو، آخرت کی یاد دلایا کرو، سارے بیانات والوں کو پیغام بھجوایا، ہر ہر عمل کے فضائل سناؤ، مجمع کو فضائل پہ کھڑا کرو تا کہ وہ تیار ہو جائیں، آخرت ان کے سامنے ہو، وہ مرنے کے لیے اور جان دینے کے لیے ہر وقت تیار ہوں''۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے عرض کیا کہ حضرت! کراچی میں پانچ ہزار مساجد ہیں اور ہر مسجد کے لوگوں کو ہفتے میں ایک دن کے لیے بلاتے ہیں، تو کتنے عرصے بعد پھر دوبارہ ان کی باری آئے گی تا کہ ہم ان سے بات چیت کریں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ ''کام کی حقیقت سمجھاؤ!'' میں نے کہا کہ ''کام کی حقیقت کیا ہے؟'' تو فرمایا کہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر اللہ پر جان دینا آ جائے۔'' میں نے عرض کیا کہ ''میرے جیسا بزدل کیسے جان دیدے گا؟'' حضرت نے فوراً فرمایا کہ ''اس کام کے ہر تقاضے کو اپنے ذاتی گھریلو اور، کاروباری سارے تقاضوں پر مقدم رکھنا یہ اللہ پر جان دینا ہے''

میں نے کہا کہ: ''یہ تو میں کرسکتا ہوں'' اور پھر موت تک کر کے دکھایا، حاجی صاحبؒ نے آخری بات مجھ سے یہ فرمائی کہ ''اس مجمع کو اس بات پر لانا ہے کہ دل و دماغ اور روح میں ''اللہ'' آجائے۔

حاجی صاحبؒ سال کے تین سو پینسٹھ دن ایک ہی کھانا کھاتے تھے، کبھی یہ نہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی بنا لیا کرو، بلکہ ایک ہی چیز روز کھائے جاتے تھے، میں سوچتا رہا کہ آخر کیا وجہ ہے؟ تو معلوم ہوا کہ حاجی صاحبؒ کا کھانے کی طرف دھیان ہوتا تو آپ کو پتہ چلتا کہ میں کیا کھا رہا ہوں؟ آپؒ کا تو کھانے کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا تھا، اس لیے ایک ہی کھانا کھائے جاتے تھے۔ کبھی مہینوں بعد کہہ دیتے کہ ''فہیم! آج کھانا بڑا لذیذ ہے!'' میں ہنستے ہوئے کہہ دیتا کہ حضرت! کھانا تو روزانہ ہی لذیذ ہوتا ہے!'' آپؒ کا چونکہ کبھی اس طرف دھیان نہیں گیا، اس لیے آپؒ کو کیا پتہ کہ کھانا لذیذ ہے یا نہیں؟

حاجی صاحبؒ کو ایک بے چینی اور ایک تڑپ تھی، رات کو تین بج جاتے، لیکن حاجی صاحبؒ کی تسبیح چل رہی ہوتی اور تسبیح بھی کوئی سو دو سو مرتبہ نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''فلاں بیمار ہے، فلاں بیمار ہے، اس لیے جب تک تسبیح پوری نہیں ہوگی میں سوؤں گا کیسے۔''

لہٰذا بات یہ ہے کہ ہم سب یہ نیت کرلیں کہ اس محنت کو اپنی محنت بنائیں گے اور اس محنت کے آگے جو چیز بھی آئے گی اس کو پیچھے کریں گے اور اس محنت کو مقدم رکھیں گے۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''تقسیم ہند کے وقت کئی لوگ یہ نعرہ مار رہے تھے: ''دے کے رہیں گے جان، لے کے رہیں گے پاکستان'' تو میں نے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے پاس جا کر عرض کیا کہ: ''حضرت! لوگ تو جان دینے کے لیے تیار ہیں'' حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں میاں جیسے لینا چاہتے ہیں ویسے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ میاں جیسے چاہتے ہیں کہ ''اللہ'' پر جان دے دو'' ویسے تیار نہیں ہیں، جیسے اپنے جی میں آرہا ہے ویسے تیار ہیں، ہم بھی جان دینے کو تیار ہیں، کیا ویسے جیسے اپنے جی میں ہے یا ویسے جیسے اللہ چاہتے ہیں؟ اللہ پر جان دینا یہ ہے کہ اللہ کے کام کے ہر تقاضے کو مقدم کریں گے۔''

آپؒ نے مزید فرمایا کہ: ''اگر ایک چھوٹے سے مجموعے میں پانچ باتیں آجائیں تو اللہ تعالیٰ اس سے نکلنے والی آہ بھری دعاؤں کی بدولت مشرق و مغرب میں پھیلی ساری امت کو ہدایت عطاء فرمادے اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں:

١ جب کہا جائے نکلنے کو تو اسی وقت نکلا جائے۔

٢ نکلتے وقت اگر اپنی کوئی بدنی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو مؤخر کیا جائے۔

❸ اگر گھر کی کوئی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو بھی مؤخر کیا جائے اور پہلے اس کام کے تقاضے کو دیکھا جائے۔

❹ اسی طرح نکلتے وقت اگر کاروبار کی کوئی ضرورت سامنے آجائے تو اس کو بھی مؤخر کیا جائے اور اس کام کے تقاضے کو مقدم رکھا جائے۔

❺ اور پانچویں بات یہ کہ جن لوگوں پر محنت کر رہے ہیں ان سے مجھے کچھ بدلہ نہیں چاہیے۔

انبیاء علیہم السلام کی یہی عادت ہوتی تھی اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ کہ وہ شاباشی بھی نہیں چاہتے تھے کہ ماشاء اللہ! شاباش! آپ نے بہت اچھا کام کیا ہے اور تبلیغ کی بڑی محنت کی ہے۔ یہ سننے کی بھی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، کوئی شاباشی دے یا نہ دے، ہمیں کام کے تقاضے کو دیکھ کر چلنا چاہیے، جس مجموعے میں یہ پانچ باتیں آ گئیں، وہاں ہزاروں اور لاکھوں کی ضرورت نہیں، بلکہ چند سو بھی اس کیفیت، اس قربانی، اس محنت اور اس جذبے والے پیدا ہو جائیں تو ان کی دعاء کے طفیل اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب میں پھیلی ساری امت کو ہدایت دے دے گا۔

ہم طے کرلیں کہ جو زندگی گزر چکی ہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں کہ مولائے کریم ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محنت کے مقابلے میں اپنی چیزوں اور اپنے بچوں کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر ہم نے وہ جرم عظیم کیا ہے، جس کے نتیجے میں ساری دنیا جرائم سے بھر گئی ہے۔ یہ محنت وہ محنت تھی جس سے جرائم مٹتے تھے اور معاصی دھلتے تھے، ہم نے اس محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر جرم عظیم کیا ہے، اے اللہ! ہمارے اور پوری امت کے اس جرم عظیم کو معاف فرما دیجئے۔ استغفار اپنی ذات کے اعتبار سے کرنا بھی اچھی بات ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ ساری امت کی طرف سے اس بات پر استغفار کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی محنت (جو انسانیت کو رشد و ہدایت پر ڈالنے کا ذریعہ اور شرط ہے اس کو) ہم نے محنت سمجھا ہی نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ سب کاموں سے فارغ ہو کر یہ کام کریں گے، سب کاموں سے نمٹ لیں پھر اس کو دیکھیں گے، نہیں! بلکہ اس کام کو کر کے فارغ ہوں گے تو پھر کسی دوسرے کام کو دیکھیں گے۔

ایک مرتبہ ساؤتھ افریقہ میں علماء کے مجمع میں حاجی صاحبؒ بیان فرما رہے تھے، عجیب بات یہ تھی کہ حاجی صاحبؒ جہاں کہیں بھی علماء میں بیان کرتے تھے، کسی بھی عالم کو حاجی صاحبؒ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا، لیکن ساؤتھ افریقہ میں علماء کے بیان میں جب حاجی صاحبؒ نے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی یہ بات نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محنت کو اپنی محنت نہ بنا کر ہم نے جرم عظیم کیا ہے'' تو اس سے بعض علماء کو حاجی صاحبؒ سے اختلاف ہو گیا، چنانچہ وہ علماء وہاں ایک مدرسے کے شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمن اعظمی صاحب کے پاس

پہنچ گئے، وہ شیخ الحدیث صاحب بھی اس بیان میں موجود تھے، یہ علماء شیخ الحدیث صاحب کے پاس جا کر کہنے لگے کہ ''حاجی صاحب نے فرمایا کہ اس محنت کو اپنی محنت نہ بنانا جرم عظیم ہے'' تو شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب نے جرم عظیم ہی تو کہا شکر کرو ''جرم اعظم'' نہیں کہا، ورنہ تو یہ ''جرم اعظم'' سے بھی بڑھ کر ہے۔

آپ تمام احباب بھی حضور ﷺ کی اس محنت کو اپنی محنت بنائیں، آپ تمام احباب یہاں ایک تعلق اور محبت کی وجہ سے تشریف لائے ہیں، تاکہ ایک اللہ والے کے جنازے میں شریک ہو کر اپنی مغفرت کا سامان کر لیں، لیکن اس اللہ والے کی روح اس بات پر خوش ہوگی کہ ہم سب کے سب، یہاں آنے والا سارا مجمع یہ طے کر لے کہ یا دنیا میں دین زندہ ہوگا، یا ہماری زندگی باقی رہے گی۔ اب ہم دنیا کی چیزوں کو سامنے رکھ کر نہیں چلیں گے، بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو سامنے رکھ کر چلیں گے، اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی زندگی کو سامنے رکھ کر چلیں گے، ان کا نمونہ سامنے رکھ کر چلیں گے، ان کے نقش قدم کو سامنے رکھ کر چلیں گے، ہر ہر قدم پر اپنے علماء سے جڑ جڑ کر چلیں گے اور ایک ایک بات ان سے پوچھ پوچھ کر چلیں گے کہ یہ کام حضور ﷺ نے کیسے کیا؟ اس بارے میں حضور ﷺ نے کیا کیا؟ آپ ﷺ رات کیسی گزارتے تھے؟ آپ ﷺ دن کیسا گزارتے تھے؟ آپ ﷺ کی تجارت کیسی ہوتی تھی؟ آپ ﷺ کی زراعت کیسی ہوتی تھی؟ اسی طرح یہ بات بھی پوچھ پوچھ کر چلیں گے کہ ہمیں ملازمت کیسے کرنی چاہئے؟ ہمیں عدالت کیسے چلانی چاہئے؟ ہمیں سیاست کیسے کرنی چاہئے؟ ہمیں حکومت کیسے کرنی چاہئے؟ اگر ہم اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق حضور ﷺ کی ایک ایک بات علمائے کرام سے پوچھ پوچھ کر چلیں گے تو پھر تو ہم آگے بڑھتے رہیں گے اور اگر علمائے کرام سے کٹ کر چلیں گے اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزاریں گے، تو پھر معلوم نہیں کہ کس گڑھے میں جا کر گریں گے، اس لیے علمائے کرام کی قدر کرتے ہوئے ان علماء سے جڑ جڑ کر اور ان سے پوچھ پوچھ کر ہم اپنی ساری زندگی کا نظم بنائیں تاکہ ہم حضور ﷺ کی محنت کو اپنی محنت بنا کر کرنے والے بن جائیں۔

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ صدر ایوب خان ہمارے صدر مملکت تھے، انہوں نے ہمارے ساتھیوں کو بلایا، لیکن میں بھاگ کر ہندوستان حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے پاس چلا گیا اور ان سے کہا کہ ہمارے صدر صاحب نے ہمیں بلایا ہے، اگر اس نے ہم سے یہ سوال کر دیا کہ ''تمہارے اس کام کا مقصد کیا ہے؟ تو ہم اس کو کیا جواب دیں گے؟'' مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لکھو ''ہمارے اس کام کا مقصد دو جملے میں لکھوا دیا، ایک یہ کہ محنت میں حضور ﷺ کا طریقہ زندہ ہو جائے اور دوسرا یہ کہ زندگی کے تمام شعبوں میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے چالو ہو جائیں، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے بس ان دو جملوں میں اپنے اس کام کا سارا مقصد بیان فرما دیا۔ اس لیے آپ تمام احباب سے درخواست ہے کہ طے کریں کہ جو یہاں سے سیدھے اپنے اپنے مراکز میں جائیں گے اور وہاں سے مستورات اور مرد حضرات کی چلے، چار مہینے، سات مہینے، اندرون وبیرون پیدل سال کی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکالیں گے وہ اپنے ہاتھ کھڑے کریں۔

حاجی صاحبؒ کی وصیت

اس کے بعد مولانا فہیم صاحب نے حاجی صاحبؒ کی یہ وصیت پڑھ کر سنائی کہ

''مجھ سے تعلق اور محبت رکھنے والے تمام احباب کو میری یہ وصیت ہے کہ اپنی سوچ وفکر اور استعداد وصلاحیت کو دین کی اس محنت کی سرسبزی وشادابی کے لیے صرف کریں، اللہ تعالیٰ شانہ آپ سب کو اپنا تعلق اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور کما حقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی جہد میں لگنے کی توفیق عطاء فرمائے۔''

نماز جنازہ

رات کے پونے سات بجے نماز عشاء کے وقت حضرت مولانا نذر الرحمن صاحب دامت برکاتہم کی اقتداء میں تقریباً پندرہ سے بیس لاکھ افراد نے پندرہویں صدی ہجری کے اس داعئ اعظم کی نماز جنازہ ادا کی، جبکہ اس وقت چار یا پانچ لاکھ کے لگ بھگ افراد اجتماع گاہ سے کچھ دور سندر روڈ، مانگا منڈی اور آس پاس کے علاقے میں بسوں، ویگنوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں پر پنڈال کی طرف بڑھنے کی تگ ودو میں مصروف تھے، بے شمار لوگوں نے اپنی بیش قیمت گاڑیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں یوں ہی سڑکوں پر چھوڑ دیا اور اب وہ پا پیادہ پنڈال کی طرف دیوانہ وار بھاگے آرہے تھے، اسی طرح پانچ چھ لاکھ کا مجمع لاہور میں اور لاہور کی سمت آنے والی شاہراہوں پر شدید ترین ٹریفک جام میں بہت بری طرح سے پھنسا ہوا تھا، یقینا آج انہیں اس بات کا شدید رنج ہوا ہوگا کہ وہ اس برگزیدہ ہستی کی نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہ گئے ہیں، مگر یقینا انہیں اپنی نیت اور کوشش کے باعث نماز جنازہ کا پورا پورا اجر وثواب ملا ہوگا، کیوں کہ حدیث پاک میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص اچھی طرح وضو کرکے (نماز کے لیے) نکلا، پھر اس نے (وہاں جاکر) دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ عزوجل اسے نماز پڑھنے والوں کے بقدر ثواب مرحمت فرمائیں گے اور نمازیوں کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

تدفین

بہر حال جب حاجی صاحبؒ کی نماز جنازہ ہو چکی تو آپؒ کی میت کو دوبارہ ایمبولینس کے ذریعہ رائے ونڈ مرکز کے متصل قبرستان کی طرف لے گئے، قبر مبارک تیار تھی، اور پھر کچھ ہی دیر بعد ہزاروں تربیت یافتہ لوگوں اور بے شمار عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اس چھیانوے سالہ تھکے ماندے درویش کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا **رِحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً**۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے، اُفق پہ مہر مبیں نہیں
تری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!

اگرچہ حالات کا سفینہ اسیر گرداب ہو چکا ہے
اگرچہ منجدھار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے
اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سو چکا ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!

کئی دماغوں کا ایک انساں، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے؟
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے، زباں کا زورِ بیاں گیا ہے
اُتر گئے منزلوں کے چہرے، امیر کیا؟ کارواں گیا ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!

تری لحد پہ خدا کی رحمت تری لحد کو سلام پہنچے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے!

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کام کی ترتیب

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس محنت کو اس انداز سے کیا اور اپنے ساتھیوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ کوئی ہو یا نہ ہو، کام احسن طریقے سے چلتا رہے چنانچہ دو چیزیں خاص طور پہ بہت اہتمام سے کروائیں:

❶ ہر کام کے لئے مشورہ۔

❷ ہر کام کے لئے ایک جماعت ہو اور کوئی بھی کام کسی ایک فرد پر منحصر نہ ہو۔

اسی سلسلے میں ٦ نومبر بروز منگل ۲۰۱۸ء بعد نماز مغرب مولانا احمد بٹلہ صاحب، بھائی حشمت صاحب اور مولانا ضیاءالحق صاحب مرکز میں حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں حاضر ہوئے، بندہ (مولانا فہیم صاحب) اور ڈاکٹر ندیم اشرف صاحب بھی اس وقت کمرے میں موجود تھے، گویا کہ حاجی صاحبؒ کے علاوہ پانچ آدمی موجود تھے، مولانا احمد بٹلہ صاحب متکلم تھے، انہوں نے عرض کیا کہ ہندوستان کے احباب نے پاکستان کی شوریٰ سے یہ بات کی ہے کہ آپ کی شوریٰ کے کئی افراد انتقال فرما گئے ہیں، ان کی جگہ کچھ اور افراد کا تعین ہو جائے، ہمارے ساتھیوں نے عرض کیا کہ ہم پاکستان والے بیٹھ کر سوچ لیں پھر آپ سے عرض کریں گے، جس پر ہمارے کچھ ساتھیوں کی رائے افراد بڑھانے کی بنی اور کچھ کی نہیں بنی، بھائی حشمت صاحب نے کہا کہ آپ کے علاوہ شوریٰ کے بیس ساتھی ہیں، نو ۹ کی رائے اضافہ کی ہے اور نو ۹ کی اضافہ نہ کرنے کی، دو ۲ کی رائے ہے کہ جس پر سب متفق ہوں وہ کیا جائے، پھر سب کی رائے یہ بنی کہ حاجی صاحبؒ کے سامنے یہ ساری بات رکھ دی جائے جو حاجی صاحبؒ طے فرمائیں وہ کر لیا جائے اور آپ سے پوچھنے کے لئے ہم تینوں کا طے ہوا، جس پر حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی قوت سے فرمایا کہ ہم نے شوریٰ میں کوئی اضافہ نہیں کرنا، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تمہاری شوریٰ بہت بڑی ہے، کام کرنے والے تیس ہزار تھے اور شوریٰ کے افراد کل چھ تھے (غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شوریٰ کی طرف اشارہ ہے) اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم پاکستان والے اپنے امور کا مشورہ خود کیا کرو، اس میں ہندوستان والوں کو شریک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ہندوستان والوں سے کہو کہ وہ اپنے امور کا مشورہ خود کیا کریں، باقی جو ملکوں کے مسائل ہوں وہ آپس میں مل بیٹھ کر سوچ لیا کرو، اتنی بات ضرور ہے کہ اپنے ہر مشورے میں مولوی احسان کو ضرور شریک کیا کرو، اور جس مشورے میں احسان شریک نہ ہو اس کے سارے احوال اسے

بتا کر اس کی رائے لیا کرو۔

اس پر مولوی ضیاء الحق صاحب نے عرض کیا کہ ہندوستان والے پوچھ رہے تھے کہ اگر حاجی صاحب کو کچھ ہو گیا تو پھر کیا ہوگا، ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں کام پہلے سے مرتب ہے، حاجی صاحب کی غیر موجودگی میں سارے فیصلے مولانا نذر الرحمن صاحب فرماتے ہیں، اگر مولانا نذر الرحمن صاحب کسی وجہ سے موجود نہ ہوں تو مولانا احمد بٹلہ صاحب مشورے کو لے کر چلتے ہیں اور اگر مولوی احمد بٹلہ صاحب نہ ہوں تو مولانا خورشید صاحب مشورے کے امور کو لے کر چلتے ہیں جس پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یوں ہی کرتے رہو، پھر یہ تینوں حضرات (مولانا احمد بٹلہ صاحب، بھائی حشمت صاحب اور مولانا ضیاء الحق صاحب) اجتماع کے میدان واپس تشریف لے گئے اور تمام شوریٰ کو ساری بات بتلا دی، شوریٰ کے تمام افراد نے اس پر کوئی بات نہیں کی گویا کہ سب حضرات حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلے پر متفق ہو گئے، چنانچہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کے موقع پر بندہ (مولانا فہیم صاحب) نے جو وصیت پڑھ کر سنائی، اس کے بعد مولانا احمد بٹلہ صاحب نے بارہ دن پہلے کی وہ بات مجمع کو بتائی جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشورے کے امور کو لے کر چلنے کے سلسلے میں طے فرمائی تھی۔

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

ویسے تو حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر بات ہی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور ان کی ہر ہر بات اور ہر ہر ملفوظ عموماً سب کے لئے اور خصوصاً تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے، لیکن ان کی تمام باتوں اور ملفوظات کو جمع کرنا اور ان کا احاطہ کرنا بعید از امکان ہے البتہ کچھ ملفوظات قارئین کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنا ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درد والے ہوں گے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مطابق ہی ہمارا دعوت دینا، تعلیم کرنا، ذکر کرنا، راتوں کو اٹھنا، بھوک برداشت کرنا سب آسان ہو جائے گا، اس وقت تو ہم نے مرنے سے پہلے والی زندگی کو ہی سامنے رکھا ہوا ہے، اگر ہم اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے درد کے ساتھ حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کو اس کے مطابق ترتیب دینے کی توفیق دے گا، ہم نے مختلف طبقات بنائے ہوئے ہیں، یہ دلی والا ہے، یہ ایرانی ہے، یہ پاکستانی ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم امتی ہیں

جیسے حضور ﷺ نے اللہ پہ جان دی ایسے میں نے بھی اللہ پر جان دینی ہے اور دنیا کے ہر فرد کو اللہ پر حضور ﷺ والے طریقے سے جان دینے پر تیار کرنا ہے۔

مولانا انعام الحسن صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس قدر تم ذمہ داری کو محسوس کرو گے، اسی کے بقدر تم پر اللہ کی مدد آئے گی، تم اپنے آپ کو گھر کا ذمہ دار سمجھو گے تو مدد اس کے حساب سے ہوگی، اگر روٹی کپڑے کا ذمہ دار سمجھو گے، تو مدد اس کے حساب سے ہوگی اور اگر یہ فکر ہو کہ سارے عالم کے انسانوں کا رخ اللہ کے غیر سے اللہ کی طرف پھر جائے تو مدد اس حساب سے ہوگی۔

آج دین دار سے دین دار آدمی اپنی ہر چیز میں اللہ کے غیر کی طرف دیکھتا ہے یہ تبلیغ والے بھی پوچھتے ہیں کہ کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس، یہ نہیں کہتے کہ اللہ پاک کے ساتھ تمہاری جان پہچان ہوگئی کہ نہیں، جس کے ساتھ جان پہچان ہو اس کا کیا مطلب جو تم اس کو کہو گے وہ کر دے گا، پوچھتے ہیں کہ اسی ہزار ہے یا ایک لاکھ، اسی ہزار کو پہچانتے ہیں ایک لاکھ کو پہچانتے ہیں یہ نہیں کہتے کہ اللہ کو پہچانتے ہو یا نہیں، اصل مسئلہ ہے اللہ کے ساتھ جان پہچان، میں وہاں نظام الدین میں سن ۱۹۶۱ء میں تعلیم کروا رہا تھا میں نے فضائل ذکر پڑھی میں نے کہا جو ذکر کرے گا اللہ کی اسے معرفت حاصل ہو جائے گی سارے ان پڑھ بیٹھے تھے میں نے کہا بھئی جانتے ہو معرفت کسے کہتے ہیں تو ایک بالکل ان پڑھ کہنے لگا کہ تجھے نہیں پتہ معرفت کسے کہیں تجھے نہیں خبر؟ میں نے کہا بھئی تو ہی بتا دے، وہ مجھے کہنے لگا کہ فلاں تحصیل دار کے ساتھ تیری جان پہچان ہے کہ نہیں اس کا یہ مطلب ہے نا کہ اس سے جو کام کہے گا وہ کر دے گا یا نہیں کرے گا، جان پہچان کا یہی مطلب ہے نا جو تو اللہ کے ساتھ تیری جان پہچان ہے تو تو جو اللہ سے کہے گا وہ اللہ کر دے گا اسی کو معرفت کہیں۔ تو بھائیوں دوستو! سب سے پہلے ہمیں تمہیں جو محنت کرنی پڑے گی وہ اللہ پاک کو پہچاننے کی ہے کہ کس وقت اللہ پاک کیا چاہتا ہے، اس لیے اللہ کو اتنا کہو اتنا کہو اتنا کہو کہ ہمارے دل دماغ میں اللہ کے سوا کچھ نہ رہے، دل و دماغ میں اللہ ہی ہو جب یہ کرو گے تو حق تعالی سبحانہ ہر موقع پر ہر جگہ ہر حال میں ہماری رہنمائی فرمائیں گے کہ اب یہ کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نماز میں امام کی اقتداء میں تین چیزوں کا لحاظ ضروری ہے، نیت، رُخ اور ترتیب۔ جو امام کی نیت ہوگی، وہی مقتدی کی ہوگی تو نماز صحیح ہوگی، جو امام کا رُخ ہوگا، وہی مقتدی کا ہوگا تو نماز ہوگی، جو عمل امام جس ترتیب سے کر رہا ہوگا، وہی عمل مقتدی اسی ترتیب سے کرے گا تو اس کی نماز صحیح ہوگی، حضور ﷺ ہماری پوری زندگی کے امام ہیں، لہٰذا ان کی اتباع میں اپنے رخ کو مخلوقات سے ہٹا کر خالق کی طرف موڑ

دیا جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعوت میں عرض کرنا ہے، پیش کرنا ہے، یہ نہیں کہ لوگ خود آویں بلکہ نبی لوگوں کے پاس خود تشریف لے جاتے تھے، اور اسلام کو پیش کرتے تھے اور اس بات کا انتظار بھی نہیں کرتے تھے کہ لوگ ہمارے پاس آویں کہ ہم ان سے دین کی بات کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ انبیا کرام علیہم السلام مرنے سے پہلے کی زندگی کی دعوت نہیں دیتے تھے، بلکہ مرنے کے بعد کی زندگی کی دعوت دیتے تھے اور بتاتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد کی زندگی کی محنت کروگے تو مرنے کے بعد کی زندگی بھی ٹھیک گزرے گی اور مرنے سے پہلے والی زندگی بھی ٹھیک گزرے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ نبیوں والی محنت زندہ ہو جائے، اللہ جس قوم کو چمکانا چاہتا ہے اور آگے لانا چاہتا ہے، ان میں ایک محنت کرنے والا پیدا فرما دیتا ہے، وہ محنت کرنے والا ان میں محنت کرتا ہے، مخالفت برداشت کرتا ہے اور برابر محنت کرتا رہتا ہے اور ان کی طرف سے مختلف تکلیفیں برداشت کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو قبول فرما کر اس کی دعا پر ہدایت دیتا ہے، جب ہدایت ملتی ہے تو اللہ ان کو اعمال کے صحیح کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی محنت میں پہلے محنت ہے، پھر دعا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہدایت کیا ہے؟ وہ روشنی ہے جس سے کائنات میں جو کچھ نظر آرہا ہے یہ سب کچھ اللہ کے خزانوں میں نظر آنے لگے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم جس مقصد کے لیے اُٹھے ہیں، اس سے نہ ہٹیں اور جمے رہیں، تبلیغ کے کام میں جو نئے لگنے والے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، ان کا اکرام کیا جائے، تاکہ انہیں تقویت ملے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تبلیغ میں نکل کر اپنی ضرورتوں کو قربان کرنا ہے اور اپنی عادتوں کو بدلنا ہے، ورنہ یہ عادتیں پریشان کریں گی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ تبلیغ میں نکل کر لوگ کوکا کولا پیتے ہیں، تمہیں تو اپنی ضرورتیں کم سے کم کرنی چاہئیں، اللہ کے لیے بھوک برداشت کرنے میں جو لذت ہے، وہ کھانے میں تھوڑی ہی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ کھانے پہ جمع ہونا یہ کفر کی خصوصیات میں سے ہے، کام پہ جمع ہونا یہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس کا یقین اللہ پر ہوگا اور غیر اندر سے نکلا ہوگا، امر کو پورا کرنے پر کامیابی کا یقین ہوگا، اس پر جو حال آئے گا، ساری دُنیا کی فوجیں اس کے سامنے آجائیں تو کہے گا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے، اس سے کچھ نہیں ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ سے ہونے کا اثبات اور غیر سے نہ ہونے کی نفی کرتے رہیں، ایک وقت آئے گا کہ اللہ کی ذاتِ عالی سے ہونے کا یقین دل میں قرار پکڑے گا، آپ کے اندر ایک یقین سا اُٹھے گا اور اللہ سے مانگنے کو جی چاہے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ابلاغ سے پہلے اکرام ضروری ہے، دین تو خیر خواہی کا نام ہے، اپنوں کی بھی برداشت کرنی ہے، غیروں کی بھی برداشت کرنی ہے، یہ پورا جذبہ رکھتے ہوئے بات کرو گے تو بات بنے گی، اسے اپنے سے چُھوٹنے نہیں دینا، جب یہ کرو گے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ روزانہ اپنی دعوت میں بھی اس کی نفی کرنی ہوگی اور سارے عالم میں اس یقین کو لانا ہے، سب سے پہلے ان علاقوں کی فکر کریں جہاں لوگ کفر اور اسلام کے کنارے پہ کھڑے ہیں، اس دعوت کی محنت میں اپنے عہدہ کو نہیں دیکھیں گے، اپنے شہر، اپنے ملک کو نہیں دیکھیں گے، فوری طور پر پہنچ کر ان کو اسلام پر باقی رکھنا ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان کا اسلام پر باقی رہنا ہزار کافروں کو مسلمان کرنے سے بہتر ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے دنیوی کاموں کو ٹھیک کرلو، پھر دین کا کام کریں گے، تو ان کے مسئلے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر یقین میں کھوٹ ہوگا، تو پھر اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ کوئی نکلے یا نہ نکلے، کسی نے نماز پڑھی یا نہ پڑھی، ایک دفعہ حضور ﷺ کے سامنے ایک اُونٹ کی شکایت کی گئی کہ وہ رات کو رَسّی توڑ کر بھاگ جاتا ہے، آپ ﷺ نے اُونٹ سے جا کر پوچھا، اُونٹ نے کہا کہ رات کو میں دیکھتا ہوں کہ اس کی چارپائی سے دوزخ کی آگ آکر لپٹ جاتی ہے، آپ ﷺ نے اُس آدمی سے پوچھا تو کہا کہ کبھی کبھی عشاء کی نماز میں سستی ہوجاتی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعوت دینے سے پہلے اللہ سے خوب معافی مانگو اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے روؤ اور اپنے آپ کو حقیر، ضعیف، کمزور اور محتاج سمجھ کر دعوت دو۔

ایک موقع پرفرمایا کہ حج کے زمانہ میں حاجیوں کو تلاش کرو، خصوصی گشت وہاں کرنا ہے، جہاں عمومی گشت کرنا ہو۔ خصوصی گشت ایسا ہے جیسے آٹے میں نمک، عمومی گشت کو قوی بنانے کے لیے خصوصی گشت ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے مراکز میں دعوت کی ایسی فضا ہو، جو وہاں آئے کام سمجھ کر جائے، جمعہ کی شب میں جو آئے کام سمجھ کر جائے، پُرانوں کو آپس میں ٹولیاں بنا کر نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ نئے سے نئے لوگوں میں محنت کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر تین چلے کے بعد بے قراری اور بے چینی پیدا ہوگئی، پھر تو ہے ٹھیک، اگر نہیں تو تین چلے دوبارہ لگائے جائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آپ روزانہ لوگوں کو نکالنے کی محنت نہیں کررہے تو تبلیغ کے لحاظ سے مردہ ہیں، روزانہ محنت کرکے لوگوں کو اللہ کے راستے میں نکالو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس وقت کوئی اللہ کا امر پورا کرو، دل میں تنگی نہ ہو، جیسے پیاسے سے کوئی کہے کہ تجھے ٹھنڈا شربت پلادوں؟ ایسی طلب ہو کہ قربان جاؤں کہ اللہ نے یہ حکم دے دیا، وہ امر ہمارے اندر کی ایسی چاہت بن جائے، کہ اگر اس کو پورا کیا تو اللہ راضی ہوگا اور اگر اس کو پورا نہ کیا تو سخت نقصان ہوگا، ہمارا یہ حال ہے کہ ہم راستہ سے ہٹے ہی نہیں بلکہ بہت دور جا پڑے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ خواہشات کو پورا نہ کرنے سے اللہ گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ شہر والوں کی ضرورتیں زیادہ ہوتی ہیں، ان کو قربانی پر لانا مشکل ہوتا ہے اور دیہاتی طبقہ قربانی پر جلدی آجائے گا، وہ کام میں لگ کر اپنی حیثیت نہیں چاہے گا، جبکہ شہری طبقہ اپنی حیثیت چاہے گا کہ کھانے میں مجھے نہیں پوچھا، مشورہ میں ہمیں نہیں پوچھا، جب تک ایسا طبقہ وجود میں نہیں آئے گا جو قربانی پوری دے اور حیثیت بالکل نہ چاہے، اُس وقت تک یہ کام نہیں چلے گا، جو طبقہ ایسا ہوگا کہ جو یہ کہے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں اور محنت کرے گا پوری، اور اپنے اندر کچھ صلاحیت سمجھتے ہوئے بھی کہے گا کہ ہمارے اندر کوئی صلاحیت نہیں اس کی وجہ سے اللہ کی مدد آئے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہر جماعت میں ایک نہ ایک ایسا آدمی ہونا چاہیے، جو اپنے کو کچھ نہ سمجھے اس کی وجہ سے مدد آئے گی، ایسا طبقہ دیہات میں ملے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے،

والدین کی خدمت فرض ہے، مگر جب دین کا جنازہ نکلا پڑا ہو تو کون کس کا حق ادا کرے گا؟! یہ سارے احکام دین ہی نے تو دیئے ہیں، جب دین ہی نہیں رہا تو احکام کون پورے کرے گا؟! ایک تاجر نے اپنے بیٹے کو دُکان پر بٹھایا کہ بیٹا اتنا وقت دُکان پر بیٹھنا ہے، کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گیا، اُس کو اِطلاع دی گئی کہ باپ بیمار ہے، اُس نے کہا کہ مجھے تو باپ نے دُکان پر بیٹھنے کو کہا، میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، پھر کچھ دنوں بعد باپ زیادہ بیمار ہو گیا، پھر موت کے قریب ہو گیا، پھر اُس کو اِطلاع کی گئی کہ جس باپ نے تجھے دُکان پر بٹھایا، وہ باپ مر رہا ہے، اُس نے پھر یہی کہا کہ میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ باپ کا اِنتقال ہو گیا مگر وہ نہ آیا، یہی حال ہمارا ہے، جس دین نے ہمیں حقوق سکھائے، وہ دین ہی ہاتھوں سے نکل رہا ہے اور ہم حقوق حقوق کر رہے ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح انبیا علیہم السلام معصوم ہیں، اسی طرح یہ اُمت بھی معصوم ہے (ان معنوں میں کہ) جس پر یہ جمع ہو جائے گی وہ حق ہوگا، یعنی یہ اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس نماز پہ تمہیں دو روٹی کے ملنے کا یقین نہیں اس پر جنت کیسے ملے گی؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تبلیغ کو خرچہ کی چیز سمجھتے ہیں اور دکان کو آمدن کی چیز سمجھتے ہیں، حالانکہ تبلیغ کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جس کام کی بنیاد ایمان ہوتا ہے وہ چلا کرتا ہے اور جس کام کی بنیاد پیسہ پہ ہو وہ نہیں چلا کرتا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ جب دلی میں ہم گشت کرتے تھے، لوگ ہمیں دیکھ کر ہنستے تھے، ہمیں خوب یاد ہے، اتنا خوف ہوتا تھا کہ خیر سے گشت ہو جائے، جب بیان ہوتا تو ڈر ہوتا، کوئی کچھ کہہ نہ دے، خیر سے بیان ہو جائے۔ مکہ مکرمہ میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دعوت دیتے تھے تو مشرکین مکہ تکلیفیں پہنچاتے تھے، مگر ان کو آگے سے ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں تھی، مدینہ منورہ میں جا کر دو ہجری میں اللہ نے حکم دیا کہ اب ہاتھ اُٹھاؤ، تبلیغ کا مزاج یہ ہے کہ مار کھانی ہے اور دعا دینی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جن ظالم قوموں اور حکومتوں کو ختم کرنا چاہتے ہو، اُن کے پاس اپنی ضرورتیں مت لے کر جاؤ، اُن کی طرف سے جو ظلم ہو، اُس پر صبر کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنا باطل ہے اسے گالیاں دینے سے کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اتنی محنت کرلیں کہ دنیا میں جتنا باطل ہے اس سے امیدیں ختم ہو جائیں اور اس کا خوف دل سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو

بے حیثیت کردیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس نماز پر ہم پہنچنا چاہتے ہیں اس کی دعوت دیں، دھیان جمانے کے لیے وقت مقرر کر کے اللہ کا ذکر کریں، قرآن پڑھتے ہوئے اللہ کی طرف دھیان ہو، ذکر کرتے وقت اللہ کا دھیان ہو اور یہ دھیان پیدا کرنا مقصود ہو، وقت مقرر کرنے کی وجہ سے پہلے جسم پابند ہوگا، پھر روح پابند ہوگی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دھیان جمانے کے لیے نماز سے پہلے بھی اللہ کا ذکر کرنا ضروری ہے، اس طرح اگر ہم روزانہ اس کی مشق کریں گے، تو ہمیں اللہ پاک دھیان نصیب فرمادیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو مجمع میں لوگوں سے کہا، وہ تنہائی میں اپنے آپ سے بھی کہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سب سے اونچی نیکی یہ ہے کہ نیکی کو پھیلانے کے لیے پھرنا آجائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تشکیل کے وقت دعوت کی کامیابی کا سب کو فکر ہو کہ یا اللہ بہتر سے بہتر تشکیل کو وجود عطا فرما۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اعتراض کرنے والا چند گھڑیوں کا مہمان ہوتا ہے، ساتھیوں میں محبت رہے اور جڑے رہیں، چاہے تعلیم کم ہو، چاہے گشت کم ہو، امیر وہ ہے جو امر کے ساتھ چپک جائے، ساری کمیوں کے ہوتے ہوئے محبت کرنا سیکھ لو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تقسیم کے وقت ایک بزرگ نے فرمایا کہ مسلمان تقسیم ہو گیا تھا، اس لیے ملک تقسیم ہو گیا، جو دین میں زیادہ تھے انہوں نے ان کی جو دین میں کم تھے ان کے مسلم ہونے کی قدر نہ کی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ڈبیہ میں موتی ہے، پڑی ہے پاخانہ میں، اگر ٹھوکر ماردی تو گئی، اگر اٹھالیا تو ڈبیہ بھی آگئی، موتی بھی آگیا، ایسے ہی مسلم کو مسلم سمجھ کر اس سے محبت کرنا، مسلمان چاہے جس درجہ کا ہے اس کی قدر کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ صفات جو منتقل ہوتی ہیں وہ محبت اور عقیدت سے ہوتی ہیں، ساتھیوں سے ایسی محبت ہو کہ ان کی صفات حاصل ہو جائیں، جن میں سخاوت ہے ان سے سخاوت مل جائے، جن میں علم ہے ان سے علم حاصل ہو جائے، جو ذکر والے ہیں ان کی یہ صفت ہمیں مل جائے، ان صفات کی وجہ سے ان ساتھیوں سے محبت کریں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ جو طلبہ ہیں، جو ان کی قرآن وحدیث کی وجہ سے قدر کرے گا تو اللہ پاک اس قدر دانی پر ان سے ہی قرآن وحدیث کا نفع عطا فرمائے گا، یا کسی اور کے ذریعہ سے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہر جماعت میں ایسا آدمی ضرور رکھا کرو کہ وہ یوں سمجھے کہ میں کسی کام کا نہیں ہوں، ساتھی بھی سمجھیں کہ یہ کسی کام کا تو ہے نہیں، ہمارے ساتھ جوڑ کیوں دیا؟! جب وہ دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ میں تو کچھ نہیں مجھ سے کام لے لے، تو ایسے آدمی کی وجہ سے اللہ کی مدد آتی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ باوجود سب کمیوں اور کمزوریوں کے اگر اللہ ہماری عزت کروا دیتا ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے ورنہ ہم تو کچھ نہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ عبدالوہاب میری تجھے وصیت ہے کہ ساتھیوں کی بے اصولیوں کو دیکھ کر ساتھیوں کو چھوڑ نہ دینا، ورنہ وہ تبلیغ سے کٹ جائیں گے، ہوسکتا ہے وہ اصولوں پر آجائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جہاں مخالفت ہو وہاں ایسے آدمیوں کو تیار کرو جن کے اُن سے بھی مراسم ہوں اور ہم سے بھی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ بستی والوں کی وجہ سے جماعت کے ساتھیوں کو قربان نہ کریں، کیونکہ یہ نکلے ہوئے ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ نکلنے کے دوران اپنے ساتھ جو اللہ کی طرف سے نصرت آئی اس کو بیان نہیں کرنا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ موجودہ فضا میں جتنی برائیاں ہیں ان کو نہ کہیں، جس چیز کو وجود میں لانا چاہتے ہیں اس کو بیان کریں، جو ساری دُنیا میں ہو رہا ہے اسے تھوڑا ہی کہنا ہے، نہ کسی کا تقابل کرنا ہے، اور نہ ہی کسی کی کمی بتانا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جتنا غم گھر میں کسی چیز کے ٹوٹنے کا ہوتا ہے اس سے زیادہ سنت کے چھوٹنے کا غم ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے اثر لے کر چلنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ سخت گرمی میں شربت کا گلاس۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس عمل کی توفیق ہو اس میں اپنی کمیوں کو دیکھتے رہو۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ہر حال میں آواز لگاؤ، قربانی کر کے آواز لگاؤ، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کر کے آواز لگائی، اس کے لیے جان و مال کے خرچ کو اور جگہوں سے کھینچنا پڑے گا، جان و مال کے جانے کا خوف آئے گا، بھوک آئے گی، آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہو جائے گا اور دوسری طرف اس قربانی پر کیا ملے گا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ہمیں تو ان اعمال کو یقین کے ساتھ اور محبت و تعلق کے ساتھ خود بھی کرنا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ان

اعمال پر لانا ہے۔ اگر وہ اس سطح پر نہیں پہنچے تو وہ شور مچائیں گے، کہ ہماری چائے گئی، انڈہ گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ سیر کے لیے نکلا، راستہ میں پیاس لگی، اناروں کا باغ نظر آیا، اندر گیا، مالی سے کہا کہ پیاس لگی ہے، اُس نے ایک انار توڑا اور نچوڑا تو گلاس بھر گیا، بادشاہ سلامت کو پیش کیا، اُس نے پیا لیکن اندر ہی اندر اُس نے ٹیکس لگانے کی نیت کر لی، اب اس نے دوبارہ مالی سے کہا کہ ایک انار اور لاؤ اب جو اُس نے انار توڑ کر نچوڑا تو آدھا گلاس بھرا، بادشاہ نے پوچھا کیا وجہ ہوئی کہ رس کم ہو گیا؟ مالی نے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیت بدل گئی ہے، بادشاہ نے اندر ہی اندر نیت درست کر لی، پھر مالی کو انار لانے کو کہا، اب وہ توڑ کر لایا تو گلاس پھر بھر گیا، بادشاہ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ مالی نے جواب دیا کہ بادشاہ کی نیت پھر ٹھیک ہو گئی ہے، بادشاہ بڑا حیران ہوا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ جب حکومت کی نیت پبلک سے لینے کی ہوتی ہے تو چیزوں کے اندر سے برکت ختم ہو جاتی ہے، دین کا اثر پوری کی پوری زندگی پر پڑتا ہے۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اسلام جب ہماری زندگیوں میں آ گیا تو میں نے ''کھیرا'' ناپا تو تیرہ بالشت لمبا تھا، لیموں لیا اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک حصہ اُونٹ کے ایک طرف رکھا، دُوسرا دُوسری طرف، ایسی برکت اللہ نے عطا فرما رکھی تھی، مدینہ میں گیہوں کا دانہ ملک عراق کی کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوتا تھا، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بکری اور شیر ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے، ایک دن ایک چرواہے کی بکری کو بھیڑیئے نے کھا لیا، وہ رونے لگا کسی نے پوچھا، کیا ہوا؟ کہنے لگا یوں لگتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اسی وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج سارے عالم میں جو فساد ہے، وہ ایمان و اعمال کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسانوں کے اعمال پر ہوتا ہے۔۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم لوگ نظام الدین مرکز بنگلہ والی مسجد میں تھے، حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں ایک مرتبہ جلسہ ہوا، بعد میں سب دسترخوان پر بیٹھے تو فرمایا کہ آج کل تو کھانے ایسے ہیں ویسے ہیں، اتنے عمدہ ہیں، جب ہم نے کام شروع کیا اُس وقت کھانا ایسا تھا کہ ریت میں آٹا ملا ہوا ہوتا تھا، اخیر زمانہ میں کچھ فراخی ہوئی، حضرتؒ کے انتقال کے بعد پھر وہی دور شروع ہو گیا، پیاز اور مرچیں پانی میں گھول کر چٹنی بناتے اور اس سے روٹی کھا لیتے، باجرہ اور جوار دونوں کو پیس کر آٹا بناتے تھے، بڑی مشکل سے اس کی روٹی بنتی تھی، اللہ معاف کرے ہمیں ویسی روٹی کھانے کی عادت نہ تھی، ہمارے کرنال کا علاقہ ذرخیز تھا، یہاں تو

یہی کھانا تھا، اس کے سوا چارہ نہیں تھا، جو مہمان آویں ان کو بھی وہی کھلاویں، مگر حضرتؒ کے نزدیک پیٹ کا بھرنا خواہشات کے پورا کرنے کے مترادف تھا، کام اصل تھا۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا الیاس صاحبؒ کی تاکید تھی کہ جو مسجد میں آوے، کام سمجھے بغیر نہ جاوے، ایک دفعہ ایک آدمی آیا، استنجا کیا اور چلا گیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ دیکھو وہ گیا، تو میں اس کے پیچھے بھاگا چنانچہ میں ڈیڑھ میل اس کے ساتھ بات کرتا کرتا گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کو اگر بندوں سے تعلق نہ ہوتا تو اللہ کافروں میں نبی نہ بھیجتے، مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ مسلم لیگ والے بھی ہمارے، خاکسار والے بھی ہمارے، کمیونسٹ بھی ہمارے، شرابی بھی ہمارے، ظالم بھی ہمارے، ہم سب پر دین کی محنت کریں گے، حضرتؒ کی نگاہ یہ تھی کہ جس کے اندر ذرّہ بھی ایمان ہے، وہ جنت میں جائے گا، لیکن جہنم سے ہوکر، ہم نے یہ محنت کرنی ہے کہ وہ جہنم میں جائے بغیر جنت میں چلا جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اب ہمارا کام یہ بھی نہ ہو کہ جس میں جو کمی نظر آئی اس کو چھوڑ دیا، اس کو چھوڑو نہیں، اس پر ایسی محنت کرو کہ اس کی وہ کمی دور ہو جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ جب اپنی مخلوق کی حفاظت کا سامان خود کرتا ہے تو اس کی حفاظت کے لیے کسی مادّی سبب کی ضرورت نہیں ہوتی، حضورﷺ نے فرمایا کہ جس نے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ لیا، تو اللہ اس کے لیے کافی ہو گئے، فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ تجھے ہدایت دی گئی، تیری کفایت کی گئی، تیری حفاظت کی گئی اور شیطان کو تجھ سے دُور کیا گیا۔

کئی سال پہلے مولانا محمد احمد صاحب کی جماعت اردن میں گئی، انہوں نے اردن والوں سے کہا کہ جتنے جہاد والے ہیں، اپنے یقین صحیح کر لیں، اس کے ساتھ ساتھ نماز با جماعت پابندی سے پڑھنے والے ہوں، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہوں، اس کے بغیر جہاد نہیں ہوگا، تو فلسطین والے آئے کہ پہلے تمہیں ماریں گے بعد میں یہودیوں کو۔ مولانا نے فرمایا کہ پہلے میری بات سنو، ایک آدمی بغیر وضو کے بھاگا بھاگا نماز میں کھڑا ہو رہا تھا کہ امام صاحب نے نماز پڑھنے سے روک دیا، گاؤں والے امام صاحب پر چڑھ آئے کہ تم اسے نماز سے روکتے ہو، امام صاحب نے کہا میں نے اس سے کہا کہ پہلے استنجاء کرو، استنجاء سے فارغ ہو کر وضو کرو، پھر نماز پڑھو۔ بس یہی ہم کہہ رہے ہیں، بندوق اٹھانے سے پہلے یقین صحیح کرلو، جہاد سے پہلے کے احکام سیکھ لو، قرآن میں فرمایا گیا: وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ اب آپ نہ تو تکبیر پڑھیں، نہ قیام کریں، جب امام نے رکوع کیا تو

اس کے ساتھ رکوع کرلیا اور اُٹھ کر چلے آئے، بتاؤ حکم پورا ہوجائے گا؟ نہیں، بلکہ رکوع سے پہلے کے حکم بھی پورے کرنے ہوں گے اور رکوع کے بعد والے حکم بھی، تب جا کر نماز مکمل ہوگی، یہی مسئلہ جہاد میں بھی ہے۔ انہوں نے کہا بہت اچھی بات ہے، ہمارے سپاہیوں سے بھی یہ بات کرلی جائے۔ اپنے دوتین ساتھیوں کو بھیجا، اُن سے کہا کہ جب یہودیوں کا جہاز بمباری کے لیے آئے تو اس وقت یہ پڑھ لینا، ان کو ایک دعا بتلائی حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ جب یہ گئے، وہ جہاز بمباری کے لیے آئے تو وہ سب بھاگ گئے اور یہ وہیں کھڑے رہے، انہوں نے وہ دعا پڑھی، تو اللہ پاک نے جہازوں کو لوٹا دیا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ سب سے بڑا معروف نماز کا پڑھنا ہے، نماز کا نہ پڑھنا سب سے بڑا منکر ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کام کے لحاظ سے وہ ترقی کرے گا جو ان لوگوں پر محنت کرے گا، جو دین اور دنیا کے لحاظ سے غریب ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنا لوگوں کو تیار کروگے اور اپنی خواہشات کو قربان کرتے چلے جاؤ گے اتنا ہی اس کام میں آگے بڑھتے چلے جاؤ گے، کھانوں کا مزا وہ لے گا جسے تعلیم میں مزا نہ آتا ہو، دعوت میں مزا نہ آتا ہو، ذکر کا مزا نہ آتا ہو۔ جسے دعوت میں مزا آتا ہو وہ کھانوں کا مزا نہیں لے گا، جسے نفلوں میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھنے کا مزا آئے گا وہ چائے کا مزا کب لے گا؟ جب تمہارے اندر سے دنیا کی محبت نہیں نکلی، جب دنیا کی چیزوں میں آپ حضرات کو مزے آتے ہیں تو آپ حضرات اعمال کے مزوں کی طرف کیسے بلاؤ گے، آپ حضرات اچھے کھانے، اچھے سالن، اچھی چائے پکانے کے لیے تبلیغ کے وقت کا کتنا حرج کرتے ہیں، جسے دعوت کا مزا لگا ہوا ہوگا، تعلیم کے حلقہ کا مزا لگا ہوا ہوگا اور جسے ذکر کا مزا لگا ہوا ہوگا وہ کھانے کے مزوں کو حرج سمجھے گا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دو روز کی بھوک کے بعد گوشت کا ٹکڑا ملا، فرمایا اس کے ختم ہونے کا کون انتظار کرے گا، جنت ہی میں کھائیں گے، پھینک دیا اور جا کر لڑنا شروع کردیا، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

جب آپ کو کھانے میں مزا آتا ہے تو ذکر میں کیسے مزا آئے گا؟ قرآن شریف کی تلاوت میں کیسے مزا آئے گا، اِس کا مزا لے لو یا اُس کا مزا لے لو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی ذات کی وجہ سے کسی سے ناراض نہ ہونا کہ فلاں نے میری نہیں مانی، میرا خیال نہیں کیا، اگر ایسا کیا تو برکت ختم ہوجائے گی، کبھی آدمی کام کا بہانہ بنا کر ناراض ہونے لگتا ہے، جتنا لوگوں پر محنت کرنے میں لگے رہو گے اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک آدمی آ کر تم سے کہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا، پھر بھی تمہاری نگاہ اللہ پر جمی رہے، کام بنتا ہے پھر بھی، کام بگڑتا ہے پھر بھی نگاہ اللہ پر جمی رہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت نماز پڑھے بغیر امیگریشن کے پاسپورٹ والوں کے پاس چلی گئی، کہا تم کون ہو؟ کہا تبلیغ والے، کہا تم تبلیغ والے نہیں ہو، وہ تو پہلے نماز پڑھتے ہیں اور بیٹھ کر کتاب پڑھتے ہیں، پھر دو آدمی ہمارے پاس بھیجتے ہیں اور کہا کہ جب ہم روکتے ہیں تو اپنی جادو والی کتاب (فضائل اعمال) نکال کر پڑھنے لگتے ہیں، اور پھر دو آدمی ہمارے پاس بھیجتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو کہ جیسے اللہ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو ذریعہ بنایا، اسی طرح اللہ پاک مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی ہدایت کا ذریعہ بنا دے، جنہیں ہدایت کا ذریعہ بننے کا شوق وجذبہ ہوگا وہ جہاں جائیں گے وہاں ان کی محنت سے ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جنہیں اللہ کے حکموں اور حضور ﷺ کی سنتوں کے زندہ کرنے کی فکر ہوگی، اس کو اللہ پاک سے رو رو کے مانگو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ روٹی کھلائیں چائے پلائیں۔ لوگوں کو خوش رکھنا، اُن کی دلجوئی کرنا، پیار محبت سے ان کو گشت میں جوڑنا اس کے لیے زیادہ اخلاص کی ضرورت نہیں، انفرادی اعمال کے لیے ڈھیر سارے اخلاص کی ضرورت ہے اور اجتماعی اعمال جیسے کیسے ہوں گے، قبول ہو جائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں میں صلح صفائی کرانا، منت سماجت سے تعلیم میں جوڑنا، کام میں جمائے رکھنا یہ بڑی اونچی بات ہے، اپنی طبیعتوں کو توڑو، کسی ساتھی کو اپنے سے ناراض نہ ہونے دو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض دفعہ کسی ساتھی کا لحاظ رکھنا پڑے گا، طبیعت سست ہے یا بیمار ہو گیا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی رزق دیتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے۔ اس لیے بیمار آدمی کو بوجھ مت سمجھو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی صورت نکال دی، اس لیے بیماروں، کمزوروں کا لحاظ رکھ کر چلو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے کسی ساتھی کو یہ نہ کہنا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ کیوں نہ کیا؟ کام کو کام بنا کر کرنا، جو جتنا کرے، کہنا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ! جو کم کرے اس کو یہ نہ کہنا کہ اتنا کیوں نہ کیا؟

مولانا علی میاںؒ نظام الدین میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، دودھ کی ضرورت پڑی، تو خادم سے کہا کہ ہمیں آپ سے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے، ہم اعتکاف میں ہیں اس لئے بازار نہیں جاسکتے۔ خادم کہتا تھا کہ وہ

مجھے دودھ کا کہتے ہوئے اتنے شرمندہ ہورہے تھے کہ کیا بتاؤں؟

ایک موقع پر فرمایا کہ میں منشی بشیر صاحب کے کمرے میں ڈاک دیکھ رہا تھا، ہر خط دیکھتا اور مولانا یوسف صاحبؒ کے لیے خط کا خلاصہ لکھ دیتا تھا، حافظ محمد اسماعیل صاحب نے کہا کہ ایک درخواست ہے، اگر اجازت ہو؟ آگرہ سے جماعت آئی ہوئی ہے، آپ کی زبانِ مبارک سے اگر تعلیم ہوجائے تو بہت نفع کی امید ہے، میں نے عرض کیا مولانا یوسف صاحب سے پوچھ لیں، مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا گیا تو فرمایا تعلیم مقدم ہے ڈاک پر۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب آپ اس کام کو کریں گے تو اللہ رب العزت آپ کو حلم بھی عطا فرمائے گا اور علم بھی عطا فرمائے گا، جو دین کے لحاظ سے بھی غریب ہیں اور دنیا کے لحاظ سے بھی غریب ہیں آپ جتنی ان پر جان ماریں گے اور صحیح یقین پر لانے کی کوشش کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ آپ کو نوازیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو یقین اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کو دوسروں میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ چاہے عالم ہو یا غیر عالم جب تک ان اعمال پر مشق نہیں کریں گے اس راستہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ، بے شک ہم کہتے ہیں کہ علماء سے خدمت کا کام مت لو، بے شک سارے کام خود کرو، مگر عالم اگر ساتھیوں کی خدمت کریں گے اس سے ان کی ترقی ہوگی ، مولانا عبید اللہ صاحبؒ، مفتی زین العابدین صاحبؒ اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ اکٹھے جماعت میں گئے، مفتی صاحبؒ کو آٹا گوندھنا نہیں آتا تھا، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کو آٹا گوندھنا بھی آتا تھا، روٹی پکانا بھی آتا تھا، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ خدمت میں بہت پھرتی دکھاتے تھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو خدمت والا ہوگا وہ سب کے جوڑ کا ذریعہ بنے گا، جس کی جیسی طبیعت ہے اس کو ویسا کھانا کھلانا، جس کو پرہیز ہے اس کے لیے پرہیز کی چیزیں رکھنی ہوں گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ چارسدہ میں اجتماع تھا، میں نے بھائی یامین سے کہا کہ پٹھانوں میں جارہے ہیں، اپنا چولہا ٹھنڈا نہ کرنا، چائے چولہے پر رکھی رہے، پیسے چاہے مجھ سے لے لینا، چائے بروقت تیار رکھنا، آنے والے مہمانوں کی فوری خاطر مدارات کرو، یہی آپ حضرات کو اپنے سفروں میں بندوبست کرنا ہوگا، چائے اور ٹھنڈا پانی تیار ہو، دیکھو وہ کس چیز کو پسند کرتے ہیں؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں سے اکرام کا معاملہ کرنا، جس طرح چلہ میں اپنے آپ کو

گھونٹے رکھا، اسی طرح سال بھر اپنے آپ کو گھونٹے رکھنا، اگر اسی طرح گھونٹے رکھا تو اللہ تعالیٰ آپ کی تربیت فرمائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت ہی سے ایمان کی صفت، توکل کی صفت، اللہ سے ڈرنے کی صفت پیدا ہوگی، جس آدمی کے اندر جتنی صفات ہوں گی، اس کی قدر کرنے کی وجہ سے آپ کے اندر اسی قدر صفات پیدا ہوں گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیا کرام علیہم السلام آئے سب نے آ کر دنیا میں انسانوں پر محنت کی، سب کی محنتیں نقشوں کے مقابلہ میں ہوئیں، یہ نہیں ہوا کہ ان کو کھانے پینے یا حفاظت کے نقشے دے دیئے گئے ہوں اور کہا گیا ہو کہ اب محنت کرو، بلکہ سارے نقشے مقابلہ میں تھے اور انبیا کرام علیہم السلام نے دوسرے رخ پر کھڑے ہو کر لا الہ الا اللہ کی آواز لگائی، وہ جو اللہ کی طرف سے نقشوں کے مقابلہ میں کامیابی والے اعمال دیے جاتے تھے وہ عمل بھی نقشوں کے بغیر ہوتے تھے، پھر غیب سے نتیجے نکلتے تھے۔ عمل کر لیا اور دعا مانگ لی اس یقین کے ساتھ کہ وہ دعا قبول فرمائے گا اور سارے مقابل کے نقشے ختم ہو جائیں گے اور تمام کامیابی کی صورتیں پیدا فرما دیں گے، اگرچہ محنت کرنے والے کمزور تھے جیسا کہ بنی اسرائیل کی قوم کو فرعون کے مقابلہ میں نماز و یقین بنانے کو کہا گیا، چنانچہ بنی اسرائیل کی قوم توکل، نماز، یقین کی مشق کر رہی کہ ان کا چیزوں سے کوئی تعلق نہیں، یہ یقین حاصل کر کے اللہ پر بھروسہ کیا، تو اللہ نے ان کی کیسے مدد کی؟ ہم یقین کو سیکھے بغیر اللہ کی مدد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری جیب میں پیسے ہوتے ہیں تو تسلی ہوتی ہے، توکل کامل وہ ہے کہ پیسہ پاس ہو یا نہ ہو اعتماد اللہ پر ہو، اسباب موجود ہوں پھر بھی کہے جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، اسباب موجود نہ ہوں پھر بھی کہے جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا، یہ شباہت ہے توکل کی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنے انبیا کرام علیہم السلام آئے سب کا کام یہی تھا، ہر نبی کسی نہ کسی شکل کے مقابلہ میں آئے، حضرت شعیب علیہ السلام نے تجارت سے یقین ہٹایا اور فرمایا کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم مولانا یوسف صاحبؒ اور اس سے پہلے مولانا الیاس صاحبؒ سے جو سنتے تھے اس کا آپس میں تکرار کرتے تھے، مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا میرے پاس آؤ، تو جاہل بن کے آؤ۔ جاہل بننے سے مراد یہ تھی کہ اس سے پہلے مجھے کچھ نہیں آتا، جب بار بار سنیں گے تو مناسبت پیدا ہوگی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے انگریزی اور اردو میں تفسیر لکھی، ادیب

تھے، انہوں نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ لوگ مولانا شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی کی تفسیر کی اتنی تعریف کرتے ہیں، لیکن مجھے تو آپ کی تفسیر ''بیان القرآن'' پڑھ کے فائدہ محسوس ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے مناسبت ہے، اس لیے اس تفسیر سے تمہیں نفع ہورہا اور وہ اتنے اونچے بزرگ ہیں، مگر چونکہ تمہیں ان سے مناسبت نہیں، اس لیے فائدہ محسوس نہیں ہورہا۔

ہمارے مولانا سیّد سلیمان ندویؒ فرماتے تھے کہ مولانا شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ کی قدر وہی کرسکتا ہے، جس نے خود ترجمہ کرنے کی کاوش کی ہو، آپ نے اس کا ایک ایک لفظ اتنی رعائتوں کے ساتھ استعمال فرمایا ہے کہ اس کا اندازہ ہر شخص نہیں کرسکتا، ایک ایک لفظ جو انہوں نے استعمال فرمایا وہ کئی کئی باتوں کا جواب ہوگیا، کئی باتیں اس سے واضح ہوگئیں، حالانکہ ترجمہ سیدھا سادہ ہے، اور اونچا اتنا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک سال کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تم نے بہت کچھ کما لیا، تم بھی کچھ ہو، حق تعالیٰ تمہیں اس مرض سے بچالے، بلکہ یہ سوچو کہ تم تو کچھ نہیں کر سکتے تھے، اللہ ہی نے توفیق دی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح بزرگ لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے ہیں، اسی طرح آپ کی پوری جماعت بڑے اونچے سے اونچے بزرگ کا بدل ہوسکتی ہے، آپ میں سے ہر آدمی اپنی پوری جماعت سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اہل اللہ سے اٹھایا جاسکتا ہے، آپ کی دس، گیارہ ساتھیوں کی جماعت ہے، آپ میں سے ہر ہر آدمی باقی جماعت کے جو افراد ہیں ان سب کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنا سکتا ہے، جیسے کسی اللہ والے بزرگ کی خدمت میں جاکر نفع ہوتا ہے، ایسے آپ کو اپنے ساتھیوں سے نفع ہوسکتا ہے، لیکن وہ کب ہوگا؟ جب وہ یوں سمجھے کہ میں ان سب میں ہر طرح سے کم ہوں اور یہ سب مجھ سے اچھے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جماعت کا ہر فرد سمجھے بلکہ دل سے کہے کہ مجھ سے سب اچھے ہیں اور ان کو ایسے دیکھے جیسے بزرگوں کو دیکھتا ہے، جب ایک ساتھی کی کمیاں کسی دوسرے ساتھی کے سامنے آئیں گی اور یہ اس کی تاویل کرے گا اور اپنے کو چھوٹا سمجھے گا تو یہ جماعت جہاں بھی جائے گی ہدایت کا ذریعہ بنے گی، کام کے صحیح نہج پر آنے کا ذریعہ بنے گی، اللہ پاک ان کی کمیوں کو دور کرے گا اور ان کے ہر فرد کو خوبیاں بھی عطا فرمائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس جماعت میں ہر آدمی اپنے کو عقل مند سمجھتا ہو، وہی آدمی ساری جماعت سے مدد کے ہٹنے کا ذریعہ بنے گا، اس نے یہ کمی کر دی اس نے یہ کمی کر دی، یہ نہیں سوچتا کہ مجھ سے یہ کمی

ہورہی ہے، سب ٹھیک کررہے ہیں، میں نہیں سمجھا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج چند علماء کرام مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ سے ملاقات کا وقت نہیں ملتا، میں نے ان سے کہا میں صبح بیان کرتا ہوں، پھر واپسی میں جاتا ہوں، پھر مشورہ میں بیٹھتا ہوں، پھر جماعتوں کو رخصت کرتا ہوں، اس کے بعد ڈاک اتنی پڑی ہوتی ہے، ایک سوتین جماعتیں خط لکھیں گی وہ مشورہ میں پڑھے جائیں گے، پھر اس پر مشورہ ہوگا، اس کا کیا جواب لکھا جائے؟ پھر اس کو پڑھ کر اس میں کانٹ چھانٹ کروں گا، پھر اس کو صاف کر کے لکھا جائے گا، پھر اسے پڑھوں گا، پھر سات ماہ والے بھی ہیں، اندرون ملک والے بھی، باہر والوں کے خط بھی ہیں، عصر سے مغرب تک تین چلے والوں میں بات یا عربوں سے بات، عشاء سے پہلے ڈاک کو پڑھنا، بعض اوقات خیال آتا ہے اتنی ڈاک رہ گئی، ڈاک دیکھوں یا سوؤں؟ نہ سوؤں تو صبح کے بیان میں سونا پڑے گا، لہٰذا اگر آپ صبح کے بیان کے بعد ملاقات کرلیں تو مناسب ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ اپریل ۱۹۴۴ء کی بات ہے، مولانا الیاس صاحبؒ کا انتقال اسی سال جولائی میں ہوا تھا، فرمایا کہ جب تمہارا بیان طے ہوجائے اُس وقت صبح سے ہی دعا اور ذکر میں لگ جاؤ، یہ مت سوچو کہ تم کیا بیان کروگے؟ جب دعا اور ذکر میں لگ جاؤ گے تو مجمع کی طلب کو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے پورا کرائے گا، تم کھڑے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضمون آئے گا، تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے چھت پر بارش برسی اور پرنالہ کے ذریعہ نیچے گری، پرنالہ میں پانی ٹھہرتا نہیں، مگر پرنالہ کو گیلا ضرور کرتا ہے، ایسے ہی بیان کرنے والے کو بھی اللہ محروم نہیں فرمائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میری اس بات کو یاد رکھنا کہ جب بھی اپنا ساتھی بیان کے لیے کھڑا ہو سب ساتھی سارے کام چھوڑ کر، توجہ اور دھیان کے ساتھ اس کے بیان میں بیٹھ جاؤ اور اپنے آپ کو کم سمجھ کر اور بیان والے کو اونچا سمجھ کر اس کی بات کو توجہ اور دھیان سے سنو، یہ خیال نہ کرو کہ پہلے بھی اس کا بیان سن چکے، یہ وہی بات کرے گا، یہ خیال کرو کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوگا وہ ابھی ہوگا، حق تعالیٰ شانہ بیان کرنے والے سے وہ بیان کرائے گا جس سے اس کو بھی، آپ کو بھی اور مجمع کو بھی فائدہ ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کبھی اپنے آدمی کو اکیلا نہ چھوڑنا، کتنے بھی ساتھی ہوں، جب اس نے بات کرنی شروع کی تو ساتھی اس کے پاس بیٹھ جائیں، اس بیٹھنے پر مجاہدہ آئے گا، اس مجاہدہ کی برکت سے اللہ اس سے بات کروائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ہم جنوبی افریقہ گئے، مولانا محمد عمر صاحبؒ کا بیان تھا، میرا خیال تھا کہ کسی کو بلا لاؤں، جب میں واپس آیا تو حضرت جی گھبرائے ہوئے پھر رہے تھے، فرمایا تُو ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا؟ میں نے کہا حضرت اب تو معاف فرماویں، آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ فرمایا کہ آدمی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت رائے پوریؒ نے حضرت جیؒ کو خط لکھا، جس میں یہ بات بھی تھی کہ کیا جماعت بزرگ کا بدل ہوتی ہے، جواب میں حضرت جیؒ نے لکھا ہاں! جب ان میں ہر ساتھی اپنے آپ کو سب ساتھیوں سے کم حیثیت، کم عقل اور کم سمجھ سمجھے، اعمال میں بھی، محنت میں بھی، علم میں بھی، قربانی میں بھی، کام کی سمجھ میں بھی، باقی سب ساتھیوں کو اپنے سے اچھا سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ اس جماعت سے وہ کام لے گا جو بزرگوں سے کام لیتا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مفتی زین العابدین صاحبؒ، مولانا عبیداللہ صاحبؒ اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ تین آدمیوں کی جماعت بنی، امیر مفتی صاحبؒ بنا دیئے گئے، ان تینوں کے اعتبار سے وہ نئے تھے، انہوں نے مشورہ کیا کہ ان کو امیر بنائیں گے اور امیر بنا کر پھر اصولوں پر لائیں گے، باقی پرانے یہ نئے۔ چنانچہ مفتی صاحبؒ نے مولانا یوسف صاحبؒ کو خط لکھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص صحبت یافتہ احباب میں سے کسی کو یہاں بھیج دیا جائے تا کہ وہ ہم سے کام لے، مولانا یوسف صاحبؒ نے جواب دیا کہ کل کو لکھو گے کہ آپ خود آ جاؤ، پھر کچھ دنوں بعد میں بھی تمہارے جیسا ہو جاؤں گا، ایک طریقہ ایسا ہے کہ جس سے تم ہر مسلمان سے فائدہ اٹھا سکتے ہو، اور وہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی دعوت کی بات کرنے لگے تو اس کی بات کو ادب اور توجہ سے سنو، چنانچہ مفتی صاحبؒ نے مسجد خیف (منیٰ) میں بیان فرمایا، دوسرے دن وہی مضمون مولانا عبیداللہ صاحبؒ نے ایک بدو کے سامنے ہو بہو دُہرا دیا، تو یہ حضرات اتنی عظمت سے ایک دوسرے کی بات سنتے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جب آپ لوگوں کا سال ہو جائے، سال کے بعد آپ کو ہر دو ماہ بعد یہاں چکر لگانا ہوگا، اس کے بغیر آپ کو فائدہ نہیں ہوگا، فائدہ مسلسل جب جاری رہے گا جب آپ بار بار یہاں آتے رہیں گے

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر پوری جماعت پر تکلیف آتی ہے اور وہ جماعت صبر کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کے تکلیف اٹھانے کو ساری دنیا میں ہدایت کے آنے کا ذریعہ بنائے گا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلیفیں اٹھائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تکلیفیں اٹھائیں، صبر کرتے رہے، اسی طرح اگر آپ کو تکلیفیں آئیں

اورآپ ان کو برداشت کریں تو آپ کا برداشت کرنا اللہ پاک کے رحم کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بنے گا، ایسے ہی چند لوگوں کی تکلیفوں کی ضرورت ہے جو حالاتِ کو بدل ڈالیں، لیکن یہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دو قسم کی تکلیفیں آئیں گی، ایک باہر والوں کی طرف سے تکلیف جیسے مسلمانوں پر مکہ معظّمہ میں قریش مکہ کی طرف سے تکلیف آتی تھی، دوسرے اپنے ساتھیوں کی وجہ سے جیسے مدینہ میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں اٹھائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں ہر علاقہ والوں کے مزاج کو سمجھنا ہے، مردان والوں کے سامنے رکابی سے روٹی اٹھا کے توڑو گے تو وہ ناراض ہوں گے، خود نسوار کھائیں گے، کوئی دوسرا کھائے گا تو اس کو بزرگ نہیں سمجھیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں پنجاب میں کھانا کھلاتے ہوئے مہمان سے پوچھتے ہیں کہ ''اور روٹی لینی ہے'' ''اور سالن لینا ہے'' یہ پٹھانوں کے ہاں بڑی بے عزتی کی بات ہے، ایسے ہی بیٹھنے کے طریقے مختلف ہیں، گویا تمہیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا پڑے گا، اس لیے کہ اللہ نے مزاج مختلف بنائے ہیں، جیسے مکہ والوں نے مدینہ والوں کو برداشت کیا اور مدینہ والوں نے مکہ والوں کو برداشت کیا، پنجاب والوں کے ہاں جو بھی ان کے جی میں آئے سامنے کہتے ہیں، پٹھان اندر ہی اندر رکھیں گے، بڑوں کے سامنے اونچی آواز میں نہیں بولیں گے، یہ ادب کے خلاف ہے، یہاں پنجاب میں یہ کوئی بات ہی نہیں، یہ ہر وقت برداشت کرنا پڑے گا، یہ جو برداشت کریں گے اس پر اللہ کو رحم آئے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ہمارا کھوٹ ہے کہ ساتھی کی کمی دیکھ کر ہمارے ذہن میں یوں آتا ہے کہ ''اس میرے ساتھی کو یوں کرنا چاہیے، اس کو یوں کرنا چاہیے۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آپ حضرات یوں کہیں گے کہ فلاں ساتھی کو یوں کرنا چاہیے تھا، اس سے تمہارے دلوں میں محبت نہیں رہے گی، بلکہ تم یوں سوچو کہ اس موقع پر مجھے یہ کرنا چاہیے تھا، میں یہ نہیں کر سکا، مجھے اپنے ساتھیوں سے محبت کرنی چاہیے تھی، عزت و اکرام سے پیش آنا چاہیے تھا، سامنے نہیں بولنا چاہیے تھا، خدمت والوں سے یہ کبھی نہیں کہنا کہ تمہیں کھانے پر مقرر کیا تھا، تم نے کھانا وقت پر کیوں نہیں کھلایا؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے بھائی افضل صاحب کے عمل پر بڑا رشک آیا، یہ جو تعمیر کا کام ساتھیوں سے کراتے ہیں، جب ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ جاتے ہیں تو یہ ان کو چومتے ہیں کہ اللہ کے راستہ

میں چھالے پڑے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو ساتھی گشت کرتے ہیں، کھانا پکاتے ہیں، چائے بناتے ہیں، بازار سے سودا لاتے ہیں، آپ ان سب کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے، یہ سب تو مجھے کرنا چاہیے تھا، یہ آپ کا احسان ہے، اعتراض کرنا تو غلط ہے، اعتراض کرنے سے دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ یہ شیطان کا غیر مسلموں کے حق میں پہلا مورچہ ہے کہ تیرے حالات خراب ہوجائیں گے، دوسرا مورچہ مسلمانوں کے لیے ہے کہ دین کی محنت سے تیری لذتیں ختم ہوجائیں گی، ہجرت کے بعد شیطان ہجرت اور جہاد کے درمیان بیٹھ جاتا ہے، ان کاموں میں مشغول نہیں ہونے دیتا جن کی وجہ سے گھر سے نکلے، یہ شیطان کی تیسری چوکی ہے، اسلام لانے کے بعد پہلی منزل سے گزر چکے مگر دو منزلیں باقی ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہجرت کرنے سے مسلمانوں کے اجتماعی نظام اور اسلامی علوم میں ترقی ہوتی ہے، ہجرت کے بعد شیطان خروج فی سبیل اللہ کے درمیان بیٹھ جائے گا، اگر مجاہدہ پر آہی گئے تو کچھ تھپکے گا کہ سارے ساتھی سورہے ہیں اور تُو جاگ رہا ہے، یہ بھی شیطان کا حملہ ہے کہ تُو سب سے زیادہ کام کررہا ہے، تُو اوروں کے مقابلہ میں سب سے اونچا ہے، یہ حب اقتدار ہے، جہاں کام کرنے والوں میں اپنے اونچا ہونے کا جذبہ آگیا تو گویا اقتدار کی تخم ریزی ہوگئی، یہ چلے تھے دنیا چھوڑنے کے لیے اور مریں گے دنیا کی محبت میں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سب ساتھیوں کا مزاج ماننے کا ہو، ہر ساتھی سب کے مشورہ سے چلے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنی رائے سے نہ چلے، ان شاء اللہ ہم اور آپ مشورہ سے چلیں گے اور ایک دوسرے پر اعتماد کرکے چلیں گے، محبت کرکے چلیں گے تو آپس میں جوڑ پیدا ہوگا اور ایک دوسرے کے قصوروں کو معاف کروگے، اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف کریں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسلام پر جب مشکل وقت آپڑا تو اس حالت کو بدلنے کے لیے ساری ترتیب زندگی بدلنی پڑے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں ایسے توکل کے حق میں نہیں ہوں کہ تم کماؤ نہیں، اگر کماؤ گے نہیں تو دین کا کام کرتے ہوئے اس انتظار میں رہو گے کہ میرے واسطے روٹی کون لائے گا، ہدیہ کون دے گا، نہیں بھائی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے اچھا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مقامی احباب کے سامنے اپنی ضروریات پیش نہیں کرنی، اگر وہ تمہیں

کوئی چیز پیش کریں تو اس کو قبول کرتے ہوئے بھی تمہارے دل میں لالچ نہ ہو، اس وجہ سے کہ چلو ہمارے پیسے ہی بچ جائیں گے، ہمیشہ کام کو سامنے رکھ کر چلو، مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے آگرہ جماعت بھیجی، پانچ چھ میل کا فاصلہ تھا، بستی والوں نے کہا کھانا کھالو، انہوں نے کہا ہم کھانا نہیں کھاتے تم وقت دے دو، انہوں نے پھر کہا جماعت نہ مانی، تیسری دفعہ پھر کہا، انہوں نے کہا بہت اچھا، اس کے بعد جماعت ایک دو روز کام کر کے واپس آ گئی، حضرتؒ کو کارگزاری سنائی، حضرتؒ نے فرمایا کہ انہوں نے کھانے کو پوچھا تھا یا نہیں؟ کہا ہاں پوچھا تھا مگر ہم نے انکار کر دیا، آپ نے کچھ عرصہ بعد پھر جماعت بھیجی تو انہوں نے کھانے کا پوچھا ہی نہیں، جماعت واپس آئی، کارگزاری سنائی تو حضرتؒ نے فرمایا پہلی جماعت اللہ پاک کی رحمت کا دروازہ بند کر کے آ گئی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جہاں جاؤ ان کی کھانا کھلانے کی صفت کو ختم نہ کرو، حضرت جیؒ نے فرمایا عبدالوہاب تم سے ایک بات کرنی ہے، ہدیہ کے قبول کرنے میں اتنا وبال نہیں جتنا ہدیہ کا انکار کرنے میں ہے، ہدیہ کا انکار کرنا یہ بڑی سخت بات ہے، اب یہ دیکھنا ہوگا کہ بقول مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ''کہ آزمانے کے لیے کھلا رہے اور سواری دے رہے یا اللہ کی محبت میں کھلا رہے اور سواری دے رہے۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پاکستان بنا، مولانا یوسف صاحبؒ دسمبر میں یہاں تشریف لائے، فرمایا تمہارے اوپر کتنا قرضہ ہو گیا؟ میں نے کہا ایک پیسہ نہیں، اللہ پاک سے مانگا، اللہ نے غیب سے بندوبست کر دیا۔ حضرت نے داڑھی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تجھے کام کرنا آ گیا، ایک دفعہ کہیں سے ہدیہ آیا، میں نے انکار کیا، فرمایا انکار کیوں کیا؟ میں نے کہا ہم کوئی فقیر تھے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم تو ایک ایک پیسے کے محتاج ہیں، پھر ارشاد فرمایا کہ بھئی جب تمہیں کوئی چیز پیش کرتا ہے، مثلاً کھانا پیش کرتا ہے، تو اب اس کو دیکھو کہ تمہیں آزمانے کے لیے پیش کرتا ہے یا سچ مچ اللہ کے لیے دے رہا ہے، اگر تم نے اس کی چیز قبول کر لی اور وہ آزمانے کے لیے دے رہا تھا تو وہ تبلیغ سے دور ہو جائے گا، اگر تم نے انکار کر دیا لیکن وہ سچ مچ معذور تھا، وقت دینے میں، وہ پیسہ خرچ کر کے جنت کمانا چاہتا تھا اس کو تم نے ٹھوکر ماردی، وہ کہے گا یہ بڑے مغرور لوگ ہیں، وہ تبلیغ سے ہٹ جائے گا، میں نے کہا حضرتؒ ہم کیا اس کے دل میں بیٹھے ہیں کہ کس نیت سے دے رہا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا ہاں یہ دیکھنا ہوگا، بدگمانی نہیں کرنی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہیں اس طریقہ سے چلنا چاہیے کہ کسی پر بوجھ نہ بنو، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی نے دعوت کی اور تم نے خوب غور کیا کہ اگر اس کی دعوت کا انکار کیا تو دور ہو جائے

گا، یا اس کی نیت آزمانے کی ہے، اللہ کی پیاری عادت ہے اس غور وفکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے تم سے ناراض نہیں ہونے دے گا، اگر بغیر سوچے سمجھے تم نے انکار کر دیا تو اللہ تم سے ناراض ہو جائے گا، دونوں پہلوؤں کو سوچو، کیونکہ معاملہ آخرت کا ہے، ایک طرف یہ بھی دیکھنا ہے کہ آیا ہم کھانا پکانے سے بچنے کے لیے دعوت قبول کر رہے یا پیسے بچانے کے لیے؟ اس کی جنت بنانے کے لیے دعوت قبول کر رہے یا یہ کہ عورت کے ہاتھ کی پکی ہوئی ملے گی، اس نیت سے؟ یا سواری اس لیے قبول کر رہے ہے کہ سارا سفر سہولت سے ہو جائے، ظاہر میں کہیں گے غیب سے مدد آئی اور اندر میں چور ہو گا کہ پیسے بچیں گے، حق تعالیٰ شانہ دلوں کا حال جانتے ہیں۔ ہم ان سے یوں عرض کریں گے کہ الحمدللہ آپ حضرات تو اخلاص سے دعوت کر رہے ہیں، مگر ہمارے نفس اتنے کمزور ہیں کہ اگر ہم نے خرچ نہ کیا تو پیسے بچانے کی عادت ہو جائے گی اور اپنے نفس کا اعتبار نہیں، آپ نے نیت کر ہی لی ہے آپ کو ثواب مل ہی گیا، اگر پھر بھی نہ مانیں تو قبول کر لی جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ انگلستان کے سفر میں حضرت جیؒ (مولانا انعام الحسن صاحب) نے مجھ سے اور بھائی بشیر سے فرمایا کہ ہمیں کھانا اپنا ہی پکانا ہے، مگر یہاں والوں کو خفا نہیں کرنا، چنانچہ کئی احباب آئے کہ حضرت کھانا ہمارا ہو گا، ان سے عرض کیا کہ کہ دیکھو بھئی تبلیغ کے سفر میں اور دیگر سفروں میں فرق ہوتا ہے، سمجھایا تو مان گئے، انہوں نے پھر کہا کہ حضرت دل یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ہی کھا لیں، پھر سمجھایا پھر مان گئے، سوا گھنٹہ حضرت جیؒ کا اس میں خرچ ہو گیا، پھر سب نے کہا اس دفعہ تو آپ ہمارا ہی قبول کر لیں، پھر قبول فرما لیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب حضرت جیؒ کے سامنے سفر میں کھانا رکھا جاتا، دستر خوان پر بیٹھے ہوتے مگر کھانا نہیں کھاتے تھے، سب کھانا کھا رہے مگر حضرت بھوکے اور کوئی دیکھ نہیں رہا، سوائے ایک بھائی کے، جب میں نے پوچھا کہ حضرت آپ کھانا نہیں کھاتے تو فرمایا کہ بھائی عبدالوہاب! دعوت دیتا ہوں سادگی کی اور کھاؤں مرغے، اب میں پریشان ہو گیا کہ حضرت نے کسی سے نہیں فرمایا کہ یہ نہیں پکاؤ، تین دن تک دستر خوان سے بھوکے اٹھتے رہے، پھر حضرت کے لیے کنستر میں آٹا لائے، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور بازار سے سبزی لا کر پکائی گئی، تب حضرت نے کھانا کھایا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر انکار کے باوجود نہ مانیں تو ساتھ اپنا کھانا بھی پکا لو اور دونوں کھانے دستر خوان پر رکھ دو، اپنا کھانا زیادہ کھاؤ اور ان کا کم کھاؤ، اگر اس بات سے بھی ناراض ہوتے ہوں اور مجبوراً اُن ہی کا کھانا پڑے تو پیٹ بھر کر مت کھاؤ، بلکہ امیر ساتھیوں سے کہہ دے کہ جب میں اشارہ کر دوں تو اٹھ جاؤ،

پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھانا، ہم ان کا کھانا جو قبول کریں گے وہ اپنے مزے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ اگر نہیں کھائیں گے تو ان کو خوشی نہیں ہوگی، اگر کھانا کم پڑ گیا تو یہ نہیں کہنا کہ روٹی ختم ہوگئی، سالن ختم ہوگیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اوّل تو مولانا الیاس صاحبؒ جب خصوصی گشت میں بھیجتے تو کہتے روزہ رکھ لینا، لوگ کہتے کچھ کھا جاؤ، جواب میں منہ پر اُنگلی سے اشارہ کرتے کہ روزہ ہے، خاموشی سے اس کی دلجوئی بھی کرلی، لیکن اب روزوں کی ہمت نہیں تو اپنے پاس کچھ چنے اور گڑ رکھ لو، بھوک لگے تو چنے کھالو اور پانی پی لو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اور قریشی صاحب لاہور اسٹیشن پر اترے، بھائی افضل صاحب کے ہاں جانا تھا، آپس میں مشورہ کیا کہ بھائی افضل صاحب سے گاڑی مانگیں یا اپنی ٹیکسی کریں، قریشی صاحب نے کہا بات یہ ہے اگر اپنی ٹیکسی لے کر جاتے ہیں تو اس میں بے دردی ٹپکتی ہے اور اس میں ان کے احسان مند نہیں ہوں گے اور اگر ان سے گاڑی منگوائیں گے تو ان کا احسان مند ہونا پڑے گا اور اپنے ساتھیوں کا احسان مند ہونا چاہیے، میں نے کہا کہ میرا ذہن تو اس نکتہ پر پہنچا ہی نہیں تھا، چنانچہ چوک میں کھڑے رہے، ٹیلی فون کیا، گاڑی آئی، میں نے سوچا جو روزانہ سینکڑوں روپے خرچ کرتے ہیں ان کے لیے دس پندرہ روپے خرچ کرنا کیا مسئلہ تھا؟ مگر اپنے ساتھی کے احسان مند ہونے کے لیے گاڑی منگوائی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پیسے بچانے کا لالچ نہیں کرنا، اگر یہ لالچ لے کر چلیں گے تو مال کی محبت دل سے کیسے نکلے گی؟ حاجی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جس جذبہ سے حجرِ اسود کو چومتا ہے، وہ جذبہ اور بڑھ جاتا ہے، اللہ کے راستہ میں دنیا کے جذبہ کو نکالنے کے لیے نکلنا ہے، اگر یہاں نہ نکلا تو پھر کہیں نہ نکلے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر خرچ کریں گے جان نہیں لگائیں گے تو جان لگانے والی جنت نہیں ملے گی، جان لگانے والی جنت مال لگانے والی جنت سے اونچی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنا پیدل چلو گے اتنا ہی فرشتے تمہارے ساتھ معانقہ کریں گے، سواری پر چلنے میں وہ بات نہیں، اس سے تمہاری روحانیت بڑھے گی، یہ جو بعض ساتھی عذر کرتے ہیں کہ تم چلو میرے سر میں درد ہو رہا ہے، بخار سا ہو رہا ہے، باتیں بنا کے سواری میں چلنا، اوپر سے جو چاہے ایمان ویقین کی باتیں کرتے رہو، جو دل میں بات ہوگی اس کا اثر پڑے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن کھانا آگیا تو میں نے سوچا کہ جماعتوں کو رخصت کرنے سے پہلے کھا لیتا ہوں، کھانا تو میں نے کھا لیا لیکن کیا بتاؤں وہ جو دل کی کیفیت تھی، وہ ختم ہوگئی، اتنی سی بات سے دل

کی کیفیت بدل گئی، جیسے کوئی آسمان سے زمین پر گر گیا ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ سے عرض کیا کھانا کھلا دوں؟ فرمایا کیا کہا؟ کھانا تو مہمانوں کے کھا لینے کے بعد ہی کھانا چاہیے، اس لیے کہتے ہیں، جاتے ہی پہلے لوگوں سے ملو، ملاقاتیں کرو، ایک آدھ آدمی کو کھانا پکانے پر لگا دو، تاکہ اگر کوئی کھانے کا کہے تو تم یہ کہہ سکو کہ بندوبست ہو گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ارادہ کرتے ہی اگر اللہ کی طرف نگاہ چلی گئی اور خرچ کے لیے ایک پیسہ نہیں تو اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب مہیا فرما دیں گے اور اگر ارادہ کرتے ہی پیسہ کی طرف نگاہ چلی گئی، تو پیسہ ہونے کے باوجود کام نہیں بنے گا، یہ میرا تجربہ ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب امیگریشن یا کسٹم والے آئیں گیارہ مرتبہ یَا رَؤُفُ پڑھ کر اس کے ساتھ گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ لیں، اللہ پاک حفاظت فرمائیں گے، کچھ جوان وقت لگانے کے لیے آئے تھے، ان کے والدین ناراض ہوتے تھے، میں نے ان کو یہ وظیفہ بتایا تھا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اگر یہ تسبیح پڑھیں گے تو رزق کی تنگی نہیں آئے گی:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوگی جو ساتھیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا، تہجد والوں سے، ذکر والوں سے، نوافل والوں سے اس کا مقام اونچا ہوگا جو ساتھیوں کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ بعض ساتھی جماعت میں ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی طرف سے غیبی مدد اترتی ہے، مولانا الیاس صاحبؒ اکثر بیمار رہتے تھے، مولانا یحییٰ صاحب کتب خانہ کا کام بھی کرتے تھے، مہمانوں کی خدمت بھی کرتے تھے، لوگوں نے کہا کہ مولانا الیاس صاحبؒ سے کہو کہ کتابوں کا بنڈل ہی باندھ دیا کریں، فرمایا ان کو چھوڑ دو، حدیث میں آتا ہے کہ تمہارے ضعیفوں اور کمزوروں کی وجہ سے اللہ تمہیں رزق دیتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی ساتھی بیمار ہو جائے یا کمزور ہو جائے تو اس کو کبھی واپس نہ بھیجنا، مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک جماعت بھیجی، ایک ساتھی بیمار ہو گیا، تین چار روز بعد اس نے کہا کہ مجھے واپس نظام الدین بھیج دو، میری وجہ سے جماعت پر بوجھ پڑے گا، چنانچہ وہ نظام الدین آ گیا، مولانا الیاس صاحبؒ نے دیکھا تو فرمایا کہ بدرالدین تُو یہاں کیسے آ گیا؟ کہا بخار ہو گیا تھا، ساتھیوں نے کہا نظام الدین

چلا جا، حضرتؒ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ رجعون، اگر تیری جماعت تجھے چار پائی پر ڈال کر ساتھ لے چلتی تو جو رحمت تجھ پر اترتی وہ ساری جماعت پر بھی اترتی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آدمی چاہے کتنا ہی معذور ہو، سارے کام اپنی ضرورت کے خود کرنے کی کوشش کرے، جب کوشش کرتے کرتے گر جائے تو اللہ کو رحم آئے گا اور جماعت والے بھی پوری کوشش کریں کہ اس کی پوری خدمت کریں، اس پر اللہ کی بڑی مدد آئے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ گشت میں شوق سے جاؤ، تھکی ہاری طبیعت والا آدمی اللہ کے ہاں پسند نہیں، اللہ کے راستہ میں تیز تیز چلو گے پھر اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے، مرے ہوئے بیل کی طرح نہ چلو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسلام آباد اور راولپنڈی میں چاروں طرف پھیل جاؤ، جس دن تمہارا گشت قبول ہو گیا سفارت خانوں والے کہیں گے کہ آ جاؤ ویزا لے جاؤ۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر کسی ساتھی کو تم نے گری ہوئی نگاہ سے دیکھ لیا، تو اس سے بھی دعا کی قبولیت ختم ہو جاتی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کی محبت کے بعد سب سے اونچی بات مومن کی محبت ہے، کسی مسلمان کی، کسی مومن کی محبت سے محروم نہ ہونا، اعمال میں کمی آ جائے کوئی بات نہیں مگر محبت میں کمی نہیں آنی چاہیے، اگر محبت تم میں رہی تو اللہ مہینوں کی برکت دے دے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں کشمیر کا جہاد ہو رہا تھا، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ کی مدد اس وقت تک نہیں آ سکتی، جب تک مدد کے اسباب جمع نہ ہوں، علماء نے کہا ہماری سمجھ میں نہیں آیا، بھائی بشیر صاحب نے کہا ہمارے تمہارے خیالات میں کیوں فرق ہے؟ جب دن میں مولانا یوسف صاحبؒ کے پاس بیٹھنے کا زیادہ وقت ملا تو فرمایا کہ ہمارے اندر ان کو ہدایت پر لانے کا جذبہ ہی نہیں، اس لیے ہمارے ساتھ اللہ کی مدد نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ڈالروں کے بجائے، ریالوں کے بجائے، پیسوں کے بجائے اللہ پاک کے خزانوں پر نظر رکھو گے، تو اللہ پاک آپ کے ساتھ ہوں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ نظام الدین نہ آ سکے، دوسرے دن مولانا الیاس صاحبؒ نے پوچھا رات کو کیوں نہیں آئے؟ کہا ٹانگے والا پانچ روپے

مانگ رہا تھا، ارشاد فرمایا کہ پانچ روپے کیا چیز ہے، وقت قیمتی چیز ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے عزیزو! اگر سال، سات مہینے لگا کر ہمارے اندر رات دن اللہ کے دین پر جان دینے کی تڑپ، بے چینی پیدا نہیں ہوئی تو بتاؤ کیا کریں؟ اگر پیدا ہوگئی ہے تو اس کی علامت کیا ہے؟ ایک بہو نے ساس سے کیا کہا تھا؟ جب میرا بچہ پیدا ہونے لگے تو مجھے جگا دینا، ساس نے کہا اس وقت تُو خود ہی سب کو جگاوے گی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ اگر ہم میں سے ہر آدمی سارے عالم کو اللہ کے احکام پر لانے کا ذمہ لے لے تو اللہ پاک اس سے کتنا کام لے گا؟ حق تعالیٰ شانہ کتنا خوش ہوگا کہ واقعی انہوں نے ہمارے راستہ کی قدر کی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت رائے پوریؒ کا انتقال ہو گیا، مولانا یوسف صاحبؒ تشریف لائے، فرمایا کہ آسمان کے جن دروازوں سے ان کے اعمال جاتے تھے اور ان پر جو انعامات آتے تھے، اگر وہ اعمال جاری رہیں گے، تو انعامات پھر شروع ہو جائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم اور آپ جتنے بھی ہیں ہماری کھانے پینے کی عادتیں تبلیغ میں نکل کر بگڑ گئیں، اب سالن کے بغیر روٹی نہیں کھاتے، حالانکہ سارے لکی مروت کے علاقہ میں روٹی کے ساتھ سالن نہیں کھاتے تھے، ہمارے پنجاب میں لسی کے ساتھ روٹی کھاتے تھے یا اچار کے ساتھ۔ شروع شروع میں جماعتوں میں کھانے کا کوئی اجتماعی نظم نہیں ہوتا تھا، چنے، گڑ وغیرہ اپنے پاس رکھتے تھے، جب بھوک لگی، چپکے سے جا کر کھا لیا اوپر سے پانی پی لیا، لیکن اب جماعتوں میں یہ حال ہو گیا ہے کہ چائے پینے والے کہتے ہیں آ جاؤ! اجتماعی عمل ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سچی بات بتاؤں اگر آپ کے گھر میں ایک سال کا کھانا موجود ہے تو علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ ایک سال تک آپ پر کمانا فرض نہیں، اگر ایک مہینہ کا ہے تو ایک مہینہ تک کمانا فرض نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب آپ سوچیں گے کہ تمام دنیا کے انسانوں کو اللہ کے غیر کے یقین سے کیسے ہٹاؤں اور اللہ کے یقین پر کیسے لاؤں؟! اللہ پاک آپ کے اوپر اس کا طریقہ کھولے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ یہ جو کام اللہ نے تمہیں دیا ہے، یہ موہوب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں انعام ملا ہے، میں نے پوچھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کام میں اور ہمارے کام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ وہ دن کو کام کرتے تھے اور رات کو اُٹھ کر روتے تھے۔ تم دن کو کام

تو کرتے ہو، راتوں کو اُٹھ کر روتے نہیں ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں حضور ﷺ کی نیابت دی ہے، پورے کے پورے دین کو من کل الوجوہ زندہ کرنا، اس سطح تک پہنچنے کے لیے مشائخ کے چالیس چالیس برس لگے، حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ جو میرے ہاں بارہ برس میں ملتا ہے وہ تبلیغ میں تین برس میں ملتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ هُوَ اجْتَبٰكُمْ، اس نے تمہیں پسند کرلیا، حضور ﷺ کے کام کو کام نہ بنانا، موجودہ انسانیت پر بھی ظلم ہے اور اپنے بعد والوں پر بھی ظلم ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تم تبلیغ والے اگر یکسوئی کے ساتھ اس کام میں لگو گے تو اللہ پاک باطل کے سارے نقشوں کو مٹادیں گے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ تبلیغ جہاد اکبر ہے، بعض حضرات اپنے حال اور قال دونوں سے تبلیغ کرتے ہیں، جیسے حضرت مدنیؒ اور بعض اپنے حال سے تبلیغ کرتے ہیں، جیسے حضرت رائے پوریؒ۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ محنت کے دو راستے ہیں، ایک کائنات سے فائدہ حاصل کرنے کی محنت کا راستہ اور دوسرا کائنات کے خالق سے فائدہ حاصل کرنے کی محنت کا راستہ، کائنات پر محنت کرنے والوں کو بھی رازق ہی سے فائدہ ملتا ہے، کائنات سے جو فائدے ملیں گے وہ اس کے اعتبار سے ہوں گے، یعنی جیسے کائنات محدود ایسے اس کا فائدہ بھی محدود، اب محنت جس سطح کی ہوگی اسی سطح کا کائنات سے فائدہ بھی اُٹھائیں گے۔

دوسری محنت تین قسم کی ہے، ایک صالحین کی محنت، دوسری انبیا علیہم السلام کی محنت، تیسری سیّد الانبیاء ﷺ کی محنت۔ افراد پہ محنت صالحین کی ہے، قوم اور علاقہ پر محنت انبیا علیہم السلام کی محنت کے مشابہ ہے اور سارے عالم پر محنت سیّد الانبیاء ﷺ کی محنت کے مشابہ ہے، جتنی محنت بڑھے گی اس کا مشاہدہ بڑھے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تعلیم کرانے والے اس طرح تعلیم کرائیں کہ ہم اپنے اندر قرآن وحدیث کا تاثر پیدا کریں، جس کو تعلیم کے لیے مقرر کرتے ہیں وہ اپنی تقریر کرتا ہے، کتاب تو پڑھتا ہی نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ مستقل طور پر تاثر پیدا ہو، مستقل تاثر قرآن وحدیث سے پیدا ہوگا، ہمیں تعلیم کرانے والا ایسا چاہیے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جو اللہ کے غیر سے اپنا مسئلہ حل کرانے کو کہے گا اللہ اس کو دنیا میں جوتے مارے گا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جب تم اس کی محنت کرو گے تو جو کام اُن کے پیسوں سے بنیں گے، تمہارے وہ کام دعاؤں سے بنیں گے، لوگ پیسے لے کر تمہارے پاس آئیں گے تم کہو گے کہ جاؤ اپنا پیسا اپنے پاس رکھو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو حال آتا ہے اس میں اللہ کے حکموں کو پورا کر دینا یہ کامیابی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ عمل کتنا اونچے سے اونچا ہو، اگر اللہ کے اعتماد میں کمی ہوگی تو اللہ کی مدد نہیں ہوگی، عمل چاہے چھوٹا ہو لیکن اللہ کے اعتماد سے ہو تو اللہ کی مدد ساتھ ہوگی اور لوگوں کے دل خود بخود کھنچیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس چیز سے ہمارا دل بھرا ہوا ہوگا، اس کا اثر ہماری اولادوں پر بھی پڑے گا، چاہے ہم زبانوں سے نہ کہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج اعمال سے اعتماد ہٹ کر مال پر اعتماد بڑھتا جا رہا ہے، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی جماعت کے کسی فرد کو بستی میں جاتے وقت یہ خیال آ گیا کہ چائے کے لیے دودھ ملے گا یا نہیں؟! اس جماعت میں سے روح ختم ہوگئی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ دنیا میں جو نفع ہوں گے انہیں کم سے کم بیان کرو، آخرت کے نفعوں کو زیادہ بیان کرو، ہمارا جو دارومدار ہے وہ آخرت پر ہے، آخرت بنے گی تو دنیا بھی بنے گی، آخرت بگڑی تو دنیا بھی بگڑی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ گھر جا کر یہ مت کہو روٹی تیار ہے؟ کپڑے تیار ہیں؟ گھر میں جاتے ہی جو تم پوچھو گے گھر والوں کو اس کی فکر ہوگی، مولانا الیاس صاحبؒ دین کے مٹنے کے غم کے سوا کوئی بات سن نہیں سکتے تھے، گھر والے اپنی بیماری کا ذکر نہیں کر سکتے تھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ اپنے دوستوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتے تھے، کہتے تھے ان کو پسنے دو کہ اللہ سے مانگیں، اللہ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھے گا، اس پسنے پر اللہ کو رحم آئے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو زبان سے پڑھ لینا، ایک ہے ہر حال میں پڑھنا اور کسی حال میں نہ چھوڑنا، حضرت رائے پوریؒ ایک دفعہ رائے پور گئے، اس وقت رائے پور میں بستر نہیں ہوتے تھے، رات کو کھانا بھی کچی پکی مکئی کی روٹی بغیر دودھ کے کھاتے تھے، بعض دفعہ سردیوں میں مسجد کی صف لپیٹ کر کھڑے ہو کر ذکر کرتے تھے کہ بیٹھوں گا تو سردی لگے گی، مجاہدہ کرتے تھے، ناک بہتی رہتی اور یہ ذکر کرتے رہتے، چھ برس تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ضربیں لگائیں، سردی سے بچنے کا سامان بھی نہیں، لیکن حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ساتھ تعلق تھا، ان کی خدمت بھی کرنا ہوتی تھی، چھ برس کے بعد روئے ”یا اللہ! کب دروازہ کھلے گا۔“ اس کے بھی تین برس بعد دروازہ کھلا، گویا نو برس بعد۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تقسیم کے وقت اللہ نے دکھایا کہ واقعی اعمال سے زندگی بنتی ہے مال سے نہیں، دلی کے لوگ ایک ایک ہزار روپیہ ایک گلاس کا دیتے تھے، مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارے بدن پر جو کپڑا ہے اس کے علاوہ سب تقسیم کردو، کھانے کے وقت جتنے مسجد میں ہوں سب کو بٹھا لو، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا کہ مسجد کا پانی کہیں نہیں جا سکتا، مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا اس کا بل میں ادا کر دوں گا، ساری رات پانی چلتا اور لوگ بھرتے، اللہ نے دکھایا ہم فقیر ہیں، لیکن ان کے کھانے کا ذریعہ بنے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی وفات پر یہ بات کھلی کہ تقریر اور بیان کے بغیر بھی کام ہوسکتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دیوبند میں ختم بخاری میں مولانا یوسف صاحبؒ تشریف لے گئے اور وہاں تقریر کے دوران فرمایا کہ جب حضور ﷺ پر جبریل علیہ السلام پہلی وحی لے کر آئے اور فرمایا اِقْرَأْ یعنی پڑھیے، تو پڑھنے کا مطلب یہ نہیں تھا جو آج سمجھا جارہا ہے، وحی کا بوجھ ایسا تھا کہ فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ مجھ سے پڑھا نہیں جاتا، پھر جبریل علیہ السلام نے تین دفعہ بھینچا تو آپ ﷺ پڑھنے لگے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک آدمی سر پر تلوار لیے کھڑا ہے اور نیچے سے سانپ، بچھو کاٹنے آرہے ہیں، پہلے کس سے جان چھڑائی جائے گی؟ فرمایا کہ سانپ بچھو کا علاج تو ہوسکتا ہے، گلا ہی کٹ گیا تو اس کا کیا علاج ہوگا؟ اسی طرح جس کی وجہ سے پورا دین زندہ ہوگا، اگر اُس کو چھوڑ دیا جائے گا تو بتاؤ کتنا نقصان ہوگا؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تشکیل والا نئی بات شروع نہ کرے، بیان کرنے والے نے بیان میں جو بات کہی ہے اسی کو بنیاد بنا کر مختصر ترغیب دے کر نام لکھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس فکر کے لیے وقت ضرور نکالو کہ اس وقت کتنے احکام مٹے ہوئے ہیں؟ جس کی وجہ سے امت پر مصیبت آئی ہوئی ہے؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ "ان احکامات کے مٹنے سے پہلے میں کیوں نہ مٹ گیا؟" فرماتے تھے "یہ بے نمازی خود بھی پکڑا جائے گا اور ہمیں بھی پکڑوا ڈالے گا۔"

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے نفرت کرنا ضروری ہے، اگر نفرت نہیں کریں گے تو ایمان کہاں رہے گا؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نظام الدین کے صحن میں کھڑا تھا اور مولانا الیاس صاحبؒ حجرے

میں تھے، ایک آدمی آیا اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے لگا، میواتی چلایا ''او بھائی اپنے ہاتھ سے پی۔'' (شیطان کے ہاتھ یعنی بائیں ہاتھ سے مت پی) مولانا نے فرمایا سچی بات ہے، آج بوڑھے بوڑھے بائیں ہاتھ سے چائے پیتے ہیں، ایسے موقعوں پر مولانا دُکھ کی وجہ سے رونے لگتے تھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ اس جہاز میں شراب پی جا رہی ہے تو مولانا پورا ایک ہفتہ رات کو نہیں سوئے، فرماتے تھے کہ ''مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ اب جہاز ڈوبا، اب جہاز ڈوبا۔'' ایک دفعہ ہوائی جہاز میں سفر کر رہے تھے، پتا چلا کہ یہاں شراب بکتی ہے، مولانا نے الحزب الاعظم پڑھنا شروع کر دی کہ اب جہاز گرا اب جہاز گرا، وہ سمجھتے تھے کہ جو وعید ہے وہ ہو گئی، اور ہمیں غم ہی نہیں ہوتا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کو بیماری کے زمانہ میں ایک خادم وضو کروا رہا تھا، غلطی سے پانی کہنی سے ہتھیلی کی طرف ڈالنے لگا تو فرمایا سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے کہنی کی طرف ڈالا جائے، سنت کے خلاف عمل کفر ہی تو ہے، پھر فرمایا کہ ''مجھ سے کفر کرواتے ہو؟''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کام میں لگیں گے تو آزمائشیں آئیں گی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو تلواروں اور تیروں کے زخم کھائے، اب بیماریاں، نقصان، پریشانیاں، ناگواریاں آئیں گی، مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''اللہ آزمائے گا کبھی سر کا درد بھیج کر، کبھی بچہ کی بیماری سے، ہر حال میں جمنا ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ بعض دفعہ اللہ پاک عجیب مضمون بیان کروا دیتا ہے، اس لیے بیان کے بعد استغفار کرو اور کہو یا اللہ تو نے ہی بیان کروایا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بیان سے پہلے دعا مانگو، صلوٰۃ الحاجۃ پڑھو، یا اللہ میرے بیان سے میرے اندر اپنی محبت، اپنی عظمت، اپنی اطاعت، تیرے اوپر جان دینے کا شوق، اور تیرے دین کو پوری دنیا میں لے جانے کا جذبہ پیدا فرما۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ٹھیک ٹھیک بیان کیا ہے، مولانا الیاس صاحبؒ پوچھتے تھے کہ میں نے ٹھیک بیان کیا ہے؟ ہم بیان کرنے والے کو اکیلا نہیں چھوڑتے تھے، ہم دعا کرتے تھے کہ ''یا اللہ ہمارے ساتھی سے ٹھیک ٹھیک بات کروا دے۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو تہجد میں مزا آ رہا ہے اس کی وجہ سے تہجد میں اٹھ رہا ہے، نہیں

بلکہ ہمیں تو اللہ کے امر کی وجہ سے عمل کرنا ہے، دلّی کے ایک ساتھی نے مولانا الیاس صاحبؒ سے پوچھا کہ شرک کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا جی چاہی کو پورا کرنا۔ جی چاہی نے ہی بیڑا غرق کیا ہے، لا الہ الا اللہ کا کیا مطلب؟ یا اللہ تیرے امر کے سوا کوئی وجہ نہیں، تیرا حکم ہے اس لیے کر رہا ہوں، دل اللہ کی عظمت سے متأثر ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کفار کی شان وشوکت کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی جائے **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ** تو اللہ تعالیٰ ان کے شرور سے حفاظت فرمائیں گے، مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر ان کو دیکھتے ہی یہ دعا پڑھے بغیر گزر گئے تو ایمان کا خطرہ ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ یوں کہیں کہ اے اللہ جو آپ کی منشا ہے وہ ہم پہ کھول دے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعوت کے کام میں رُوح اور دل و دماغ کی ساری صلاحیتیں لگائی جائیں، چاہے بولنے کی مقدار تھوڑی ہو، لیکن اس کی دُھن لگی ہوئی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام قیامت تک آنے والوں میں کیسے پہنچاؤں؟ ہر وقت یہی سوچ، یہی دُھن ہو، اسی کا نام دعوت ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جب آدمی کا رُواں رُواں یہ کہنے لگ جائے کہ اے اللہ! جو تیری مشیت ہے وہ ہمارے اوپر کھول دے، پھر اللہ کی اس پر ایسی توجہ ہوتی ہے کہ اس کو اصول بھی سکھاتا ہے، اصولوں پہ چلاتا بھی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ہمارے ساتھی بھی وہاں پہنچنا چاہتے ہیں جہاں صحابہؓ پہنچے ہیں تو پھر ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف وہ توجہ کرنی ہوگی جو انہوں نے کی، یہ توجہ رونے دھونے سے پیدا ہوگی۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ہم بھی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح محنت کریں گے تو سارے مادّی نقشے زمین بوس ہوں گے، آج کا مادّی نقشہ اور اس دور کا مادّی نقشہ شکل کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے، مگر اصل کے اعتبار سے مختلف نہیں، جس رُوحانی نظام نے اس زمانہ کے نقشوں کو توڑا، آج کے نقشے بھی اسی نظام سے ٹوٹیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہر عمل سے پہلے دو رکعت پڑھ کر یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ جو کیفیات تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر پیدا فرمائی تھیں وہ ہمارے اندر بھی پیدا فرما دے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کسی بستی میں پہنچ کر پہلے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھیں، پھر دعا مانگیں، یا اللہ! اعمال کی جو شاخیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سرسبز وشاداب ہوئیں، ہمیں بھی اس کا ذریعہ بنا دے، بستی سے پہلے ایک ساتھی ترغیب دے، بستی میں پہنچ کر ہر شخص سے توبہ کرائی جائے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ اکبر الہ آبادی کو جنگ عظیم کے بعد انگریز ترکی میں جج بنا کر بھیجنا چاہتے تھے، فرمایا اے

اللہ! میں تیری نگاہ میں اتنا گر گیا کہ انگریز اپنے مقصد میں مجھے استعمال کر رہے ہیں؟ چنانچہ نہیں گئے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہارے گھر کی تعلیم صرف کتابوں کی تعلیم نہیں، بلکہ اللہ کے اوپر توکل کی تعلیم ہے، تمہاری اولاد دیکھے گی کہ تم ضرورتیں کہاں سے پوری کرتے ہو؟! اعمال سے، مال سے یا صبر سے؟ جو صبر پر ملتا ہے وہ شکر پر نہیں ملتا، شکر پر اللہ کی نعمتیں بڑھتی ہیں، مگر صبر پر اللہ کی معیت کا وعدہ ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تقسیم سے پہلے جب حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نکاح پڑھاتے تو فرماتے تھے کہ پہلے تم اکیلے اللہ کو راضی کرنے میں لگے تھے اب تم دونوں مل کر اللہ کو راضی کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ سر کا درد دے کر اللہ پاک یہ دیکھیں گے کہ یہ ہدایت کی دعا پہلے مانگتا ہے یا سر کے درد کی؟ اس وقت یہ مانگو کہ یا اللہ سارے عالم کی ہدایت کا فیصلہ فرمادے، اپنے حال کو ضائع مت کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج پوری امت **مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب** بنی ہوئی ہے، جس طبقہ کی تالیف قلب نہ ہو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح ساری دنیا کے مسلمان مادّے کی جدید شکلوں سے متأثر ہیں، جس کی وجہ سے اسلام کے احیاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی محنت سمجھ میں نہیں آتی، اسی طرح اس محنت میں جزوی اشتغال والے بھی اس محنت کی رُوح کو نہیں پا سکتے، اس کی رُوح تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے شک میں رہتے ہیں اور یہ ہمارے ساتھیوں کے کمال تک پہنچنے میں مانع ہے، پوری دنیا میں یقین رکھنے والوں کو ایسے سلیقے سے محنت کرنی پڑے گی کہ آنے والے کام میں لگتے چلے جائیں اور پہلے والوں کے دلوں سے شک نکلتا چلا جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس محنت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو چھپایا ہوا ہے، مگر ظاہر اس وقت کرتے ہیں جب اس محنت میں کامل یقین والے پیدا ہو جائیں، مولانا الیاس صاحبؒ اسی یقین کو لے کر اٹھے، فرماتے تھے کہ ''جتنے بھی طریقے اصلاح کے لیے چالو ہوئے، مشائخ نے اختیار فرمائے وہ اَپنا سکتا ہوں، یہ بیعت کا راستہ، تصنیف و تالیف کا راستہ، کوئی راستہ ایسا نہیں جس میں الحمد للہ رُسوخ نہ ہو، مگر اللہ نے ایسی محنت عطا فرمائی جس سے انسانیت کا رخ ہی پلٹ جائے۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفی کام کر سکتے تھے، فرماتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں، ہر ہر صحابیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی عملی کتاب

تھا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا نہ صرف علم سمجھ میں آتا تھا بلکہ عمل بھی سمجھ میں آتا تھا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو آدمی یہ کہے گا کہ میں ہر کام میں، ہر بات میں آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہوں، اسی سے کہا جائے گا یہ کرو اور یہ نہ کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج خوف کی وہ فضائیں نہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھیں، آج اللہ پاک چھوٹے چھوٹے حالات بھیجتے ہیں، مگر ہم ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہے ہیں، حال سے ترقی یہ ہے کہ حال بھیجنے والے سے آدمی چمٹتا چلا جائے، ایسے اس کے سامنے روئے دھوئے کہ اس کو ترس آ جائے، یہی حال اس کی بلندی کا ذریعہ بن جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس کا رحم کھانا اور فکر و غم میں مبتلا ہونا جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہوگا اسی قدر مرکز معرفت بنتا چلا جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ افراد کا تیار کرنا باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور امت تیار کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اجتماعیت کی برکات تو صدیوں سے امت نے دیکھی ہی نہیں، اجتماعیت کا گرد و غبار بھی بڑا قیمتی ہے، جو مجمع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیار کیا تھا وہ اپنی ذاتی حیثیتوں اور اپنے مرتبوں کو بھول گئے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عظیم روحانی انسان تھے، جن کی نظیر نہیں ملتی، نہ پہلی امتوں میں نہ اس امت میں، ساری روحانی بلندیوں کے باوجود اجتماعیت میں ایک عام انسان کی طرح ہی رہے، کوئی امتیازی شان نہیں رکھی، نسبت نبوت سے زیادہ حصہ لینے والے نے اپنی کوئی شان قائم نہ کی، بلکہ آخر تک امت کے ہر فرد کے ساتھ دل داریاں کرتے رہے، اس امت میں سب سے بڑے انسان اصولوں پر سب سے زیادہ جان دینے والے اور قربانی کے ہر اصول کو اپنے اوپر دیکھنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم اصولوں کو دوسروں کے اوپر دیکھتے ہیں، یہی ہماری ناکامی کی بنیاد ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو قربانی میں بڑھے گا اس کو دوسروں کی کمیوں سے اور خاص طور پر اپنے بڑوں کی کمیوں سے نگاہ ہٹانی پڑے گی، دوسروں کی کمیاں دیکھنے سے اپنی ترقی کی راہ بند ہو جائے گی، صحابہ رضی اللہ عنہم میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب دوسروں میں کمیوں کو دیکھنے سے بچتے تھے، بلکہ دوسروں کی خوبیوں پر نظر تھی، جس سے اجتماعیت بڑھتی اور پھیلتی رہی اور جب امت دورِ عثمانی کے آخر میں عیوب دیکھنے لگی اور خصوصاً اپنے بڑوں

میں عیوب بیان کرنے لگی، تو ہمیشہ کے لیے خلافت سے محروم ہو کر حکومت کے دلدل میں پھنس گئی، اللہ پاک کی رحمتیں جو خلافت کی وجہ سے اتر رہی تھیں وہ اتر نا بند ہو گئیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ جو دوسروں کی کمیاں دیکھتے ہیں، یہ سیاسی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اپنے کو بڑھانا، دوسروں کو گرانا۔ داعی ایسی محنت کرتا ہے کہ دوسروں کے اندر کمیاں نہ رہیں، اپنے کو بڑھانا یہ بھی اللہ کو پسند نہیں، دوسروں کو گرانا یہ بھی اللہ کو پسند نہیں، ایسا آدمی اللہ کی نگاہ میں مردود ہو جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کے سامنے کسی کو قبول کروانے کے لیے پہلے لوگ روتے بہت تھے اور اب بھاگ دوڑ کی طرف رخ زیادہ چلتا ہے، اللہ پاک سے فیصلہ کرانے کا رخ نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ زبان، علاقہ اور پیشہ کی بنیاد پر کسی کو جمع نہ کرنا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا الیاس صاحبؒ فرمانے لگے کہ ''انجمن، سوسائٹی جو بنائی جاتی ہے وہ ایک مقصد کی خاطر بنائی جاتی ہے، جب مقصد ختم ہو جاتا ہے تو سوسائٹی اور انجمن بھی ختم ہو جاتی ہے، جب امت اپنے مقصد پر نہ رہی تو امت ختم ہو گئی۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس قول کے پیچھے عمل کی طاقت نہ ہو، وہ دوسروں کو قائل نہیں کر سکتا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ پاک کا تعلق نصیب ہو گیا تو جہاں بھی دین کی کمی نظر آئے گی، اللہ پاک اس کو سینہ پر کھول دیں گے کہ اس کمی کو کیسے پورا کیا جائے اور اس کا علاج بھی کھول دیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''کسی چیز میں لگنے کی کوئی وجہ نہ ہو سوائے اللہ کی ذات اور اس کے اوامر کے۔'' اس کام سے مقصود یہ ہے کہ ہم کسی چیز میں کسی چیز کی وجہ سے نہیں لگیں گے بلکہ اللہ کے امر کی وجہ سے لگیں گے، ہم سارے بھوک کی وجہ سے کھاتے ہیں اللہ کے امر کی وجہ سے نہیں، ہمارا یہ مزاج بن جائے کہ اللہ کا امر ہوگا تو کھائیں گے، اگر امر نہیں ہوگا تو نہیں کھائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کلمہ معرفت بھی ہے، کلمہ عبدیت بھی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''تحریک یہ ہے کہ مختلف جذبات کو بھڑکا کر اپنا کام نکالنا، اور کام یہ ہے کہ مختلف جذبات کو ختم کر کے ایک جذبہ بنانا کہ ہمیں اللہ کی ماننی ہے، اس محنت کا مزاج یہ ہے کہ سارے ساتھی اپنے جذبات کو امیر کے فیصلے پر قربان کر دیں اور امیر سب کے مشورہ پر اپنی طبیعت کو قربان کر دے۔''

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کراچی والوں کے دسترخوان پر کئی سالن ہوتے ہیں، کھانا ایسا ہو جو بھوکا ہو تو کھائے، بھوک نہ ہو تو خوش بو سونگھ کر الگ ہو جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج جتنے بھی مراکز میں مشورے ہوتے ہیں، ایک خط بھی ایسا نہیں آیا کہ ایک کی رائے یہ ہے، دوسرے کی رائے یہ ہے، آپ کی رائے کیا ہے؟ رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، کیونکہ ہر وقت اللہ کا خوف طاری نہیں ہے، جو پہلے رائے ملا کر مشوروں میں آتے ہیں وہ خائن ہیں، ایک دوسرے کی آنکھ کو دیکھ کر مشورے دیتے ہیں، کام کو دیکھ کر مشورہ نہیں دیتے وہ خائن ہیں۔ کام وہاں اٹھتا ہے جہاں امیر کی نگاہ دیکھ کر مشورہ نہیں دیتے ہیں بلکہ کام کو سامنے رکھ کر مشورہ دیتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کام پیسہ کا محتاج نہیں، اگر اس کو پیسہ کے ساتھ مشروط کریں گے تو جب اعلان ہوگا کون تیار ہے؟ تو غریب لوگ کھڑے ہونے سے شرماویں گے، جس کے پاس کوئی پیسہ نہیں اس کے ساتھ تو اللہ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہے کام تو اسی کا بنے گا چاہے اس کے پاس ایک پیسہ نہ ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک میواتی فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات بتا کر تیار کرنا اصل ہے اور کوئی شوق ہی نہ ہو اللہ کو راضی کرنے کے بغیر۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو پیسے کمانے کے جذبہ سے گھر سے نکلے وہ سارا دن اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے، ہمیں تو پیسے کمانے کی نیت نہیں کرنی بلکہ اللہ کا حکم پورا کرنے کی نیت کرنی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعوت میں بڑی طاقت ہے، مگر ساری طاقت چھپی ہوئی ہے، جس قدر داعی کا یقین طاقت ور ہوگا، اسی قدر سامنے کے بت مٹتے چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ سارے باطل طریقوں کو ختم کرتے ہیں، مگر رواجی طریقوں سے نہیں بلکہ رواجی طریقے اہل باطل کو ہی تقویت دیتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ معاف کرے، ہم اپنے کو اصل میں وہیں کا سمجھتے ہیں جہاں جہاں سے آئے ہیں، جو ملازمت سے چھٹی لے کر آیا وہ اپنے کو ملازم سمجھ کر چل رہا ہے، جو کارخانہ کو چھوڑ کر آیا ہے یا کاروبار چھوڑ کر آیا ہے، وہ اپنے آپ کو وہیں کا سمجھ کر چل رہا، ہم جس جگہ پر آئے ہیں اور جس کام کے لیے آئے ہیں، اس کے سامنے تو ساری دنیا کا نقشہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مسلمان ہر وقت اللہ کا نمائندہ ہے، نبی کا نائب ہے، جو کہتا ہے میں تو چلے تین چلے کے لیے آیا ہوں بے وقوف ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے ہوشیار تھے کہ دشمن کو اپنے مقابلہ میں نہیں لاتے تھے، اللہ کے مقابلہ میں لاتے تھے، جو اللہ کے مقابلہ میں آئے گا، اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، ہر ہر مسلمان کو یہ سمجھاؤ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ گھر سے ہی تم نے مال سے یقین ختم کرنے کی نیت نہیں کی، جتنے عرب ہیں کوئی ڈالر لے کے آیا ہوا ہے کوئی ریال کوئی دینار، ہمارے تشکیل والے بھی پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کرو گے؟ ہم تو یقین بنانے کے لیے نکلے ہیں کہ اس مال سے کچھ نہیں ہوگا، اللہ کا حکم سمجھ کر اس کو استعمال کرنا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تعلیم کے حلقہ میں وہ ملے گا جو کہیں اور نہیں مل سکتا، تعلیم سے پہلے دعا مانگیں کہ یا اللہ ہماری روحوں میں جو غیر اللہ سے مسائل کے حل ہونے کا تاثر ہے اس کو دُور فرما۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسے مرد ساری امت کے لیے ہدایت کی دعائیں مانگیں، ایسے ہی عورتیں بھی ساری امت کے لیے دعائیں مانگیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مستورات کے ذریعہ مسلمان ہوئے، ام شریک رضی اللہ عنہا کافروں کے گھروں میں جا کر دعوت دیتی تھیں، جیسے مرد دین کے پھیلانے میں مجاہدے کر رہے تھے، ایسے ہی مستورات بھی دین کے پھیلانے میں مجاہدے کر رہی تھیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ہم ساری دنیا کو چھ نمبروں کی دعوت دے رہے ہیں لیکن جو ساری زندگی کے لیے ہمارے ساتھ ہیں ان کو ایک نمبر بھی نہیں سکھاتے، ان کو چھ نمبر اور دین کی ضروری باتیں سکھانا ہمارے ذمہ ہے، والد کے ذمہ ہے اولاد کو دین سکھانا، خاوند کے ذمہ ہے بیوی بچوں کو دین سکھانا، ورنہ ہماری گاڑی نہیں چلے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ہم جنید بغدادیؒ کی طرح نیک ہو جائیں اور ہماری عورتیں دین پر نہ آئیں تو ہمارے گھروں میں دین داخل نہیں ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ گھر میں ہر ایک تعلیم کروانے والا بن جائے، گھر کی تعلیم میں سب کتابوں سے پڑھا جائے، چھ نمبروں کا مذاکرہ ہو، تجوید انفرادی ہے لیکن کرنی ضروری ہے، پابندی کے ساتھ کی جائے گی تو فائدہ ہوگا۔ تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ عورتوں کے اندر یہ شوق پیدا ہو جائے کہ گھروں میں کیسے رہنا ہے؟ پردہ کیسے کرنا ہے؟ اپنے اور بچوں کے کپڑے کیسے بنانے ہیں اور روزمرہ کے جو بھی مسائل ہوں، اپنے مردوں کے ذریعہ علماء سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارنے والی بن جائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے، یہ کوئی سڑک کا پتھر نہیں بلکہ یہ ایک ہیرے کی طرح ہے، قیمتی چیز کو چھپا کر رکھا جاتا ہے، بے قیمت چیز کو باہر پھینک دیا جاتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب تک ہمارے اندر سادگی نہیں آئے گی ہم تبلیغ کا کام نہیں کر سکتے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر یہ عورتیں پیوند لگے ہوئے کپڑوں پر آجائیں یعنی سادگی پر آجائیں تو کتنے فتنے ختم ہو جائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ زندہ رہنے کی فکر دہریت اور کفر کی بنیاد ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس طرح زمینداروں کے ہاں مرد کھیت میں کام کرتے ہیں، عورتیں گھر سے کھانا تیار کر کے بھجواتی ہیں، گویا سارا گھر زمیندارہ میں استعمال ہوتا ہے، اسی طرح سارا گھر دین کی محنت میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ قربانی کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جا سب کچھ رہا ہو، آ کچھ نہ رہا ہو۔ دنیا میں دین کو زندہ کرنے کے سوا کوئی شوق نہ رہے، کوئی جذبہ نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا، ان کے بیوی بچوں کی قربانی کا تذکرہ بار بار سنو، جو بھی اپنی بیوی بچوں کو اللہ کے دین کے لیے چھوڑے گا اور بیوی بچے بھی اس پر صبر کریں گے، اللہ اس گھر کو بنیاد بنائیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا علی میاںؒ کی والدہ فرماتی تھیں کہ یا اللہ تیرا مقام عرشِ اَعلیٰ پر ہے لیکن تیرا قیام ہمارے دل میں ہے، مگر قیام اس کے دل میں ہوگا جس کا دل غیر سے خالی ہوگا، اللہ پاک فرمائیں گے میرے غیر کا خیال تیرے دل میں آیا کیوں؟ ہمارے پاس کیا جواب ہوگا، مولانا علی میاںؒ کی والدہ یہ اشعار پڑھا کرتی تھیں:

گھبرا نہ ہم سے دُنیا تجھ میں نہ ہم رہیں گے
اپنا وطن عدن ہے جا کر وہیں بسیں گے
شیوا تیرا دغا ہے، شیوا تیرا جفا ہے
تو سخت بے وفا ہے ہم صاف ہی کہیں گے
آتا ہے جو یہاں پہ رہتا ہے تجھ سے نالاں
اِک روز ہم بھی تجھ سے منہ پھیر کر چلیں گے

تو بھی ستا لے ہم کو جتنا ستانا چاہے
کیا ہوگا جب خدا سے فریاد ہم کریں گے

اور کبھی یہ اشعار پڑھتیں:

میں اس در سے نہ اٹھوں گی نہ مجھے کوئی اٹھا دیکھے
مجھے ہے آرزو جس کی اٹھوں گی میں وہی لے کر
تیرا شیوہ کرم ہے اور میری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولیٰ تیرے در کے فقیروں کی

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ عورتیں ایسا لباس اور ایسے برقعے نہ پہنیں جس سے بدن کی بناوٹ اور کھال نظر آئے کہ یہ بھی ننگے ہونے کے حکم میں ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس محنت کو کرتے کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمائی کم ہوئی، خرچ بڑھ گیا، باہر جانے والوں کا خرچ بھی خود اُٹھانا، پیچھے جن کے گھروں میں خرچ نہ ہوتا ان کا بھی انتظام کرنا، باہر سے آنے والوں کا خرچ بھی برداشت کرنا اور جاتے ہوئے ہر آدمی کو تحفہ تحائف بھی دینا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے تھے کہ اسلام سارے عرب میں پھیل چکا تھا مگر سب کے گھر خالی ہو گئے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ سنت کی ادائیگی کی وجہ سے دوائی میں تاثیر آتی ہے، ویسے دوائی کوئی چیز نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت اتنی زوردار چیز ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک باطل کا بھیجا نکال دیں گے اور اس کو اپنے مٹنے کا احساس بھی نہیں ہوگا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے مولانا یوسف صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ کا یقین کیسے بنا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ایمان ویقین کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں پھر اس کے مطابق اللہ تعالیٰ معاملہ کرتے ہیں، اس سے ہمارا یقین بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ہمارے مجمع کو چاہیے کہ غریبوں کے محلوں میں جا کر کام کریں، سہولتوں کو تلاش نہ کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سارے اقتصادیات کی بنیاد کفر ہے، یہ ضرورتوں کو پورا کر کے دل کو مطمئن کرتے ہیں، اسلام میں ضرورتوں پر صبر سکھایا گیا ہے، ضرورتوں کو پورا کرنا نہیں سکھایا گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے کاروبار کی سلامتی کے ساتھ دین کی محنت میں لگتا ہے، جب

کہتا ہے لا الہ الا اللہ اوپر سے جواب آتا ہے یہ جھوٹا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جو غریبوں کی خوشامد کرے گا، اس سے اللہ خوش ہوگا، غریب وہ ہے جس سے کسی نفع کی امید نہ ہو، جس طرح لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے، اسی طرح سارے طبقات کے کام کی کنجی غرباء میں کام کرنا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلّیؒ نے چالیس سال میں اتنا کام کیا جتنا کوئی اَسّی برس میں کرتا، فرماتے تھے کہ ہزار کافر کو مسلمان کرنے سے بہتر ہے ایک مسلمان کو اسلام پر باقی رکھنا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ بہاؤ پر چلو گے تو سب کچھ بہہ جائے گا، دھارے کے خلاف چلو، عام رخ کے خلاف چلو گے تو آپ ﷺ کے مجاہدوں اور مشقتوں کا پتا چلے گا کہ آپ ﷺ نے کس طرح تمام امت کو اس دین کی طرف بلایا؟ اگر صحیح رخ پر چلیں گے تو دل اور زبان دونوں سے مشاہدات کی تردید دل اور زبان کریں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا دھیان بن جائے یہ بہت بڑی دولت ہے، اللہ کے دھیان سے پھر کوئی چیز بھی اندر نہیں گھسے گی، شیطان اندر نہیں گھسے گا، یہ دھیان قلعہ بن جائے گی، غیر باہر ہی باہر رہیں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم جس سے بات کریں پہلے اسے رو رو کر اللہ سے مانگ لیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کو دعوت میں ایسا انہماک تھا کہ ایک دفعہ ان کی پیٹھ میں پھوڑا نکلا، فرمایا کہ میرے سامنے میواتیوں کو بٹھا دو، حضرتؒ ان سے ایسی بات میں لگے کہ طبیبوں نے ان کا پھوڑا کاٹ کر، خون نکال کر پٹی باندھ دی، مگر ان کو پتا بھی نہ چلا کہ کیا ہوا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعوت دینے سے پہلے سوچو مت، ذکر و دعا میں لگ جاؤ کہ یا اللہ! تیرے کرنے سے ہوگا، تیرے چاہنے سے ہوگا، اے ہمارے رب! اس شہر کے بچے بچے کو اپنے رسول ﷺ کی نیابت کے لیے قبول فرما، میری زبان پر ایسے الفاظ جاری فرما جو تجھے پسند آجائیں، داعی یہ نہیں سوچتا کہ کسی کو پسند آیا یا نہیں؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ جب بیان کرتے تو اس فکر سے بیان کرتے کہ جب تک آدمی تیار نہیں ہو جاتے تھے ان کا غم ہلکا ہوتا ہی نہیں تھا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ یا اللہ! اب تو رحم فرما ہی دو، اب تو ہدایت دے ہی دو، یا اللہ! اگر آپ نے رحم نہ فرمایا تو ہماری ہر گھڑی بربادی کی طرف جائے گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ حضرات کو مرنے سے پہلے کی ضرورتوں کی فکر نہیں ہونا چاہیے، میں

نے حاجی عبدالحمید صاحب سے پوچھا کہ کھانا کیسا پکائیں؟ فرمایا کہ ایسا پکاؤ کہ جس کو بھوک ہو وہ کھالے اور جس کو نہ ہو وہ اس کی بو سونگھ کر چلا جائے، ہمیں مرنے سے پہلے کی چیزوں کی فکر بالکل نہ ہو، اس کا غم ہو کہ یا اللہ! اگر تو نے سارے عالم کے انسانوں کو ہدایت نہ دی تو ان کا کیا بنے گا؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ ملتزم سے چمٹ کر ایسے رو رہے تھے کہ آواز بابِ ابراہیم تک آ رہی تھی، پولیس والے نے زبردستی ہٹایا، روتے روتے جدہ میں گئے وہاں بھی صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْكَرِيْمِ پڑھتے جا رہے تھے اور روتے جا رہے تھے، جدہ کے ایئرپورٹ پر بھی روتے رہے اور امت کے لیے دعائیں مانگتے رہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ جس کے ہونے سے تمہیں خیال آئے کہ اس کے ہونے سے میرا کام بنے گا تو سمجھ لو کہ اسی کا یقین ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ خود سوچو کہ کہاں کہاں سے ہونا بولا ہے، کہاں کہاں سے ہونا سوچا ہے، کہاں کہاں سے ہونا دیکھا ہے؟ ان سب کی نفی کرو، جتنے نقشوں والے ہوں گے اللہ ان سب کو تمہارے قدموں میں گرائے گا، مال والوں کو، فوج والوں کو، وزارت والوں کو اللہ تمہارے قدموں میں گرائے گا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ یہ چاروں عمل دعوت، نماز، علم و ذکر ہمارے گھروں میں چالو ہو جائیں، اس ماحول سے اعمال کے دروازے کھلیں گے، اخلاق کے دروازے کھلیں گے، لیکن دعوت ایسی جو یقین کو بدل دے، علم ایسا جو طریقوں کو صحیح کر دے، ذکر ایسا جو دھیان میں یکسوئی پیدا کر دے، نماز ایسی جس سے زندگی بن جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس کو اپنا کام بناؤ، کام کی فکر زیادہ ہو، اپنی ضرورتوں کی فکر کم سے کم ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ غریبوں کے محلہ سے کام شروع کرو، دولت کا ہونا غلط نہیں، اس کا اظہار صحیح نہیں، اس کا یقین صحیح نہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر، چھوٹا سمجھ کر بات کرو، میں نے مولوی جمشید اور مولوی احسان سے کہا کہ تم ایسے بات کرتے ہو جیسے تم استاد ہو اور مجمع شاگرد ہے، ایسے کہو جیسے بچہ ابا کی بات تایا سے جا کر کہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تعلیم میں ایک حدیث کو اتنی دفعہ کہو کہ دلوں میں اتر جائے، ہر عمل سے پہلے رک جاؤ، اس کے فضائل سوچو، اس کا طریقہ سیکھو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی نیت کرو کہ جو وقت اللہ کو دے دیا وہ اپنی مرضی سے خرچ نہیں کریں گے، مشورہ سے خرچ کریں گے، ورنہ خیانت ہوگی، یہ وقت رائے ونڈ والوں کو نہیں دیا بلکہ اللہ کو دیا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تعلیم کے حلقہ سے پہلے، عمومی گشت سے پہلے ان سب کے فضائل سنو۔

ایک موقع پر فرمایا کہ چیزیں مہنگی ہوگئی ہیں، تو سارے علاقہ کو استغفار پر تیار کرو، چیزیں سستی ہوجائیں گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سارے جذبے ختم ہوجائیں، حکومت کا جذبہ، زبان کا جذبہ، قوم کا جذبہ، تجارت کا جذبہ ختم ہوجائے، ایک جذبہ باقی رہ جائے "اللہ کی مانیں گے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر اس پر خود بھی آؤ دوسروں کو بھی تیار کرو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ہم پیری مریدی کرتے تو کسی پیر کو مرید نہ ملتے، مگر یہ محنت ہی اور ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہلے بتوں کا انکار کرایا اور بتوں کو ان کے دلوں سے نکالا، اسی طرح حضرتؒ نے ان میواتیوں سے پہلے یہ کہلوایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے یعنی سورج، چاند، زمین، بادل، ان سے بھی نہیں ہوتا، دوسرے نمبر پر ان سے یہ کہلوایا کہ تمہارے ہاتھوں کے بنے ہوئے نقشوں، دکانوں، کارخانوں، مال، دولت، سونا، چاندی سے بھی نہیں ہوتا، پھر کہا کہ حکومتوں سے، وزارتوں سے بھی نہیں ہوتا، پھر کہا کہ ایک شخص کا بننا، پوری امت کا بننا ہے اور ایک شخص کا بگڑنا پوری امت کا بگڑنا ہے، انبیاء علیہم السلام پہلے شرک چھڑواتے تھے، ہم ان سے مشغولیتیں چھڑواتے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے نواز شریف کو کہا کہ اپنے آپ کو وزیراعظم مت کہو، اگر تم اپنے آپ کو وزیراعظم سمجھو گے تو تم نے اپنی قیمت گرادی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک تو دعوت خوب دو، اس سے بڑا عمل کوئی نہیں، دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والے غم وفکر کے ساتھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی محنت کے لیے تیار کرو اور دعا مانگو یا اللہ! جس کیفیت پر تیری مدد آتی ہے وہ کیفیت عطا فرمادے، یا اللہ! میری ناپاکی کی حد نہیں اور تیری پاکی کی حد نہیں، میری ناپاکی کو دور فرمادے، یا اللہ! یہ سب نقصان میں جارہے ہیں ان سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی محنت پر ڈال دے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بیان کے آخر میں استغفار ضرور کرو، لوگوں کے تأثر کو نہ دیکھو کہ بیان اچھا ہوا یا نہیں ہوا، بیان سے پہلے یہ دعا مانگو کہ یا اللہ ایسی بات کروادے جو تیرے ہاں قبول ہوجائے، بیان

کے درمیان میں بھی دھیان اللہ کی طرف رہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ محنت کے ناقص ہونے کی وجہ سے سالوں کی محنت صدیوں پر موٴخر ہوتی جائے گی، اللہ نے انسان کو عجلت پسند پیدا فرمایا ہے، محنت میں سستی پر شفقت کی نہیں عتاب کی نگاہ پڑتی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آج بھی وہی حالات ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے، تو اس کا حل یہ ہے کہ جتنے کاروبار والے ہیں، جتنے دکانوں والے ہیں، جتنے کارخانوں والے ہیں، سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے راستہ میں نکل جائیں اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، پھر نمازوں پر لائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نواز شریف میرے پاس آیا، بچے بھی ساتھ تھے، میں نے اس سے کہا کہ یہ تمہاری اولاد اگر صبح سے شام تک خوب کھاویں، پیویں، گھر میں آویں، جاویں مگر تمہیں پوچھیں ہی نا، بتاؤ تمہارا دل کیا کہے گا؟ اسی طرح اگر تم صبح سے شام اپنے کاموں میں اللہ سے پوچھو ہی نہ تو اللہ تعالیٰ کیا کہے گا؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے جو بدعت شروع ہوئی، وہ اللہ کے نام کو ہلکے طریقہ سے کہنا شروع کیا گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کیا ہے؟ اللہ سے ہوتا ہے اللہ کے غیر سے نہیں ہوتا، اس کو اتنا کہو، اتنا کہو کہ تمہارے اندر ایک کیفیت بن جائے، جب وہ کیفیت بن جائے گی تو اندر ایک یقین سا اٹھے گا اور اللہ پاک سے مانگنے کو جی چاہے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ دین کے تقاضے سب سے مقدم اور ہماری ضرورتیں سب کے بعد ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف نقشوں کو چھڑوایا ہی نہیں بلکہ نقشوں میں چھوڑا بھی نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سارے عرب میں دین مدینہ منورہ سے پھیلا، سارے علاقہ میں بھوک ہی بھوک تھی، حج کا موسم کمائی کا ذریعہ تھا، کسی کسی علاقہ میں کھجور، انگور کے باغات تھے، سارا ملک تجارتی نہ تھا، سارا عرب بھوکا پیاسا، کھانے کو نہ ملتا تھا، سانپ کھا لیتے، خون وغیرہ چاٹ جاتے تھے، نہ تیل کی دریافت تھی نہ سونے کی دریافت، جتنے مراکز تھے سب مخالف، پھر بھی مکہ والوں نے آخر تک مقابلہ کیا، مدینہ کے انصار کو سب کے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا، جو کماتے تھے ان کی کمائیاں ٹوٹ گئیں، مقامی لوگوں نے کھانے، کپڑے دیئے، جب سب کا خرچ بڑھ گیا، آمدن کے نقشے کم ہو گئے تو فاقے آنے شروع ہوئے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ساری مدت اسی محنت پر صرف کروائی، کمانے کے عمل کو پیچھے کر کے محنت کے عمل کو آگے بڑھایا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت کی کہ جس وقت جس کو اللہ کے راستہ میں نکلنے کو کہا، جہاں کے لیے کہا، وہاں چلے گئے، اگر مغرب کے بعد تشکیل ہوئی تو رات مدینہ میں ٹھہرنے نہ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل ایک سو پچاس (۱۵۰) جماعتیں اپنے سامنے نکالیں، جن میں سے پچیس (۲۵) میں خود نکلے، ہر آدمی کے چار/ پانچ ماہ باہر کے تھے، یہی لوگ آنے والوں کو اسلام سکھاتے تھے، مسجد میں کوئی صبح کا وقت دیتا تو کوئی عشاء کے بعد کا، کچھ لوگ رات کا اوّل وقت مسجد کو دیتے کچھ آخری وقت مسجد کو دیتے تھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ کسی بستی میں جاتے ہی جسمانی ضرورتوں کا نہ پوچھا کرو بلکہ اعمال کا پوچھا کرو کہ مسجد میں کون کون سے اعمال ہو رہے ہیں اور گھروں میں کون کون سے اعمال ہو رہے ہیں؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اصل محنت کا نقشہ یہ ہے کہ جس وقت جہاں کا تقاضا ہو آدمی نکل جائے اور باہر سے جو دین سیکھنے کے لیے آئیں، اسی وقت اپنے کاموں کو چھوڑ کر ان کو دین سکھانے میں لگ جائیں، گھر، کمائی، بیوی بچوں کے تقاضوں کو پیچھے کر لیں، تمہاری قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوضِ کوثر پر خود دلوائیں گے، بشرطیکہ تم دنیا میں ان کا بدلہ نہ لو، جب قربانیاں بڑھ جائیں گی تو جو قومیں آسمانوں پر اُڑ رہی ہیں وہ نیچے اتر کر دین سیکھنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مدنیؒ کو اکثر ہفتہ بھر سونے کا وقت نہیں ملتا تھا، کبھی لیٹے، پانچ منٹ بعد خود اٹھ گئے، جیل سے رِہا ہونے کے بعد نظام الدین آئے، نظام الدین میں مولانا یوسف صاحبؒ خود تراویح پڑھاتے تھے، فرمایا کہ آپ ہی تراویح پڑھائیں، آپ (حضرت مدنی) کا معمول یہ تھا کہ ایک مرتبہ اَوّابین میں وہی پارہ پڑھتے، پھر تراویح کی پہلی چار رکعتوں میں سامع وہی پارہ پڑھتا، پھر آپ بقایا سولہ (۱۶) رکعت میں وہی پارہ پڑھتے، پھر تہجد میں وہی پارہ پڑھتے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ جب آدمی کسی عمل میں تھک کر چُور ہو جاتا ہے تو وہ سر سے پاؤں تک سراپا دعا بن جاتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لیے ہے، جب تعلیم میں حدیث پڑھو تو پڑھنے والا خود ہی اس کا خلاصہ کر دے، مثلاً جو پانچ وقت کی نماز پڑھے گا اللہ پاک اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک دفعہ یہ فرمایا کہ میں یہ تو نہیں کہتا کہ فائدہ نہ پڑھو مگر اصل

حدیث کو جتنی دفعہ پڑھو گے اللہ پاک تمہارے اندر سے معصیت کا جذبہ نکال دیں گے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ تنہائی میں فضائل اعمال کی احادیث کو بار بار پڑھتے اور وعدہ کی حدیث پڑھتے وقت ایسی شکل بناتے تھے کہ خوشی ہوئی، وعید پڑھتے تو ایسی شکل بناتے گو یا ڈر گئے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مولانا علی میاںؒ کے سامنے میں نے حضرت رائے پوریؒ سے پوچھا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا نہ کیا ہوتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتے۔" اس حدیث کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا صحیح ہے، اس لیے کہ اللہ نے کائنات کو اپنی پہچان کے لیے بنایا، سب سے زیادہ پہچاننے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ جب بیان فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ کچھ دیکھ کر کہہ رہے ہیں، مولانا الیاس صاحبؒ کی بات عقل کی تھی ہی نہیں، وہ جو فرماتے جاتے، دلوں میں یقین اترتا چلا جاتا، وہ فرماتے تھے کہ جوں ہی کسی آدمی نے اللہ کے راستہ میں نکلنے کا ارادہ کیا اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوگئی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس امت کے تمام فتنے نقل وحرکت سے ختم ہوں گے، اس امت کی حیات ہی نقل وحرکت کے ساتھ ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "اگر میں اسامہ کے لشکر کو روانہ نہ کرتا تو مدینہ آگ کی بھٹی بن جاتا۔" مجھے جنرل حق نواز صاحب نے فرمایا کہ عبدالوہاب اس طرح کام کرنا کہ تیرے بغیر بھی کام چلتا رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے سو جوانوں کے مقابلہ میں ایک بوڑھے کی ضرورت ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ سارے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے درد وغم کو عام کرنا ہے، مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو تعلق اللہ کو اپنے بندوں سے ہے میں نے اللہ سے وہ تعلق مانگا ہے، مولانا الیاس صاحبؒ کے ہاں ہمیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ اللہ کی عظمت ان کے دل ودماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ یہ بات کہیں نہیں دیکھی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ دعوت اہل باطل کا بھیجا نکال دے گی، اگر ہم ان کی دل سے خیر خواہی چاہیں گے اور ان کی طرف سے ناگواریوں پر صبر کریں گے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُولُوۡ الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ تو اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے قدموں میں ڈال دے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یقینوں کو ٹھیک کئے بغیر یہ اعمال ٹھیک نہیں ہو سکتے اور یقین ٹھیک ہوگا، ٹھیک بولنے سے، ٹھیک سننے سے، ٹھیک سوچنے سے اور دعا مانگنے سے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ایسی محنت ہے جو بغیر پیسہ کے ہوسکتی ہے، عورتیں بھی یہ محنت کرسکتی

ہیں، دین چمکے گا محنت سے، اس کام کے لیے عزم کی ضرورت ہے، ایک آدمی کے پاس دو پیسے نہیں لیکن وہ سارے عالم میں دین کے زندہ کرنے کے لیے تیار ہے تو اللہ پاک اس کے ساتھ ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا نہیں بھیجا، اللہ نے امت بنائی ہے، یہ محنت امت بنانے کی ہے، اب امت کیسے بنے گی، جب امت کے سارے جذبات ختم ہو جائیں، جی چاہیاں ختم ہو جائیں، ایک جذبہ باقی رہے کہ دین کو ساری دنیا میں لانا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں تو پیاس پسند ہے، طلب پسند ہے، جب تک طلب پوری نہ ہو سجدے سے سر نہ اٹھاویں، جیسے بچہ ماں سے چمٹ جاتا ہے اور لے کر رہتا ہے ایسے اللہ سے رو رو کر مانگیں، یہ ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر گزارا نہیں، اپنے آپ کو مت دیکھو، یا اللہ ہمارے اندر جو کمیاں ہیں تو ہی پوری فرما، سارے عالم کے انسانوں کے دل تیرے ہاتھ میں ہیں تو ہی مخلوق پر رحم فرما، بے شک جس طرح تو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت کو ذریعہ بنایا اسی طرح ہم بھی محنت کریں گے تو ہدایت آئے گی، مگر اے اللہ تُو ہماری محنت کا انتظار نہ فرما، سجدے میں گر کر کہو کہ یا اللہ ہمارے عزم میں جو کمی ہے اسے تُو ہی پوری فرما دے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعوت داعی کے درد کا نام ہے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ یہ کام کھانے پینے سے زیادہ عزیز ہو، اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو، اپنی عزت سے زیادہ عزیز ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ملکوں کے لیے ایسے لوگوں کو تیار کیا جائے جن کے اندر بے چینی ہو کہ ہمیں سب کی نگاہ مخلوق سے ہٹا کر اللہ کی طرف لگانی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نماز کی مشق کرتے ہوئے اگر دھیان کہیں چلا گیا تو سلام کے بعد پھر پڑھو، پھر چلا گیا پھر پڑھو، جب تک کامل دھیان شروع سے آخر تک جم نہ جائے، پڑھتے رہو، زبان سے جو پڑھو وہ کانوں سے سنو اور نگاہ کو قابو میں رکھو تو بہت سا مسئلہ قابو میں آ جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ رحیم یار خاں والے آڑھت کرتے ہیں اور تبلیغ کو وقت دے کر احسان سمجھتے ہیں، کوئی ضرورت نہیں تمہاری تبلیغ کو، جو اذان سن کر مسجد نہیں آتا اس کا پتہ کٹ گیا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ رحیم یار خاں والے سیاسی لوگ ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ سیاست سے کام بنتا ہے، عورتیں بھی دیکھتی ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی کہاں کریں؟ اس کی کتنی زمینیں ہیں؟ آمدنی کے راستے کیا

ہیں؟ یہ نہیں دیکھیں گی کہ وہ لڑکا اللہ کے ساتھ تعلق بنانے میں کتنا لگا ہوا ہے اور اللہ کے کتنا قریب ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں مادّہ ہے، اگر بیٹی کی شادی کرنی ہو تو یہ نہیں دیکھتے کہ اس لڑکے کا اللہ سے کتنا تعلق ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی کتنی دکانیں، فیکٹریاں ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ رحیم یار خاں کا صوفی نذیر احمد سال کی جماعت لے کر گیا اور کہا کہ جب تک سال کی جماعت نہ دو گے ہم سفر شروع نہ کریں گے، پہلے سال کی جماعتیں نکالیں پھر سفر شروع کیا (فورٹ عباس سے ڈیرہ غازی خاں) میں نے مشورے والوں سے کہا کہ یہ طے کردو کہ سال کی جماعتیں اپنے نکتہ آغاز سے پہلے سال کی نقد جماعتیں نکالیں پھر سفر شروع کریں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ رحیم یار خاں والے دین سے اپنا چاہنا پورا کرنا چاہتے ہیں، رحیم یار خاں، صادق آباد خانپور والے ان سب کا کام کا ارادہ ہی نہیں کہ سب سے تعلق توڑ کر اللہ سے جوڑ لیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ رحیم یار خاں والوں کے دلوں میں تو دنیا گھسی ہوئی ہے، تہجد پڑھ کر بھی اللہ سے اللہ نہیں مانگتے دنیا مانگتے ہیں، اللہ سے اللہ کا غیر مانگتے ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ تہجد پڑھتے ہیں مگر اندر میں مال کا یقین بھرا ہوا ہے، اسباب سے کام بننے کا یقین ہے، اللہ سے کام بننے کا یقین نہیں، ہمیں وہ عمل کرنا ہے کہ جو حضور ﷺ نے اس حال میں کیا ہم وہ کریں گے، ہمارا مقصود صرف اللہ کے ساتھ ہے، ہر آن، ہر گھڑی دیکھے، سوچے کہ میں اللہ کے کیسے قریب ہو جاؤں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ بہاولپور والوں کو ان کی جزوی دین داری نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سیالکوٹ والوں پر ہم کو رحم آنا چاہیے تھا کہ جس کھیل کود کو حضرت محمد ﷺ ختم کرنے کے لیے تشریف لائے، یہ سیالکوٹ والے تمام عالم میں کھیلوں کا سامان پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، سیالکوٹ والے روئیں کہ اللہ کے غیر کے تاثر سے زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کراچی اللہ کے غیر کے تاثر سے بھرا پڑا ہے، اس لیے تمام پٹھان کراچی بھاگے جا رہے ہیں، کراچی والے روئیں کہ اللہ کے غیر کے تاثر سے زندگی گزار رہے ہیں۔

جب بالاکوٹ کا مشہور زلزلہ آیا تو اس موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کراچی والوں کے پاس جاؤ انہیں کہو کہ توبہ کریں کراچی کی تو ایک ایک بلڈنگ پورا محلہ ہے، سارے لوگ یہ دعا پڑھیں: وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ سندھ والوں کو سمجھاؤ کہ تم بہت قیمتی ہو اللہ کا شکر ادا کرو کہ تم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام والی نسبت مل گئی، مال دار ہونا کوئی بات نہیں مال والے آخرت میں پھنس جائیں گے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ طے شدہ امورِ مشورہ کی تطبیقِ عملی کے لیے تہجد میں اٹھنے اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ تعلق ہوگا تو کیفیات بنتی چلی جاویں گی اور دوسروں کو یہ کیفیات محسوس بھی ہوں گی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جو اللہ کی ذات سے متاثر ہوگا بات کرتے ہوئے نہ اس کی زبان تھکے گی نہ دل ودماغ تھکے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کسی نے حضرت جیؒ سے پوچھا کہ اسلام کی خاطر جہاد مدافعانہ تھا یا جارحانہ؟ تو فرمایا کہ نہ مدافعانہ تھا نہ جارحانہ بلکہ داعیانہ تھا ہر جہاد کی بنیاد دعوت تھی۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ خروج کی صورت (زمانہ) میں گھروں سے رابطہ خیانت ہے اس سے کام کی روح ختم ہوجاتی ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بہت اچھا بیان تھا، بہت اثر ہوا خاک اثر ہوا، زندگی کا رخ بدلا یا نہیں؟ اگر کوئی دکان پر آئے اور کہے کہ بہت اچھا مال ہے بہت اچھا مال ہے مگر خریدے نہیں تو کیا فائدہ۔

ایک موقع پر فرمایا کہ انسان ولایت کے جس مقام پر پہنچ جائے اس راہ کی سوچ اس سے قیمتی اور اصل ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جتنا اپنے آپ سے کچھ نہ ہونے اور اللہ سے ہونے کا یقین دل میں اترتا چلا جائے گا، اسی قدر اس سے کام لیا جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ پہلی دفعہ نظام الدین مرکز جب حاضری ہوئی تو مولانا الیاس صاحبؒ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ سورج چاند کے نظام کو بنا کر تھک نہیں گئے بلکہ جتنے چاہیں اور بنادیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ان پڑھوں سے بیان کروانے پر بعض علماء نے طعن کیا تو مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تو ان پڑھوں سے بھی بیان کروائیں گے کیونکہ ہم نے سب کو کام والا بنانا ہے، سب کو کام سمجھانا ہے"۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ستر ایسے لباس کو کہتے ہیں جسے پہن کر جسم کا کوئی بھی حصہ معلوم ومحسوس نہ ہو، سکول کالج والے سب ننگے ہیں۔

ایک موقع پر فرمایا کہ میں نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ تواضع کیا ہے تو فرمایا کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دوران بیان بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کا دھیان کرے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی برائیوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت سے محرومی والی بات ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسلام کی خرابی کی وجہ یہ ہے کہ فضائل پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، تم بیٹھ کر لکھو گے تو لوگ لیٹ کر عمل کریں گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جیؒ مولانا الیاس صاحبؒ جس گاڑی، بس یا اڈے کو دیکھتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ اس کو تبلیغ کی گاڑی بنا دے، تبلیغ کا اڈا بنا دے' اور اللہ نے ایسا کر دیا۔ ایسے ہی جب تم نکلو تو دل ہی دل میں دعا مانگو کہ اے اللہ اس بستی کو اس بازار کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام والا بنا دے، درد والا بنا دے، جس پر نظر پڑے اس کے لیے دعا کرو گمان بہت کام کرتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو اللہ کی مرضی زندہ کرنے کی طلب اور بے قراری تھی، وہی بے قراری امت میں آجائے، ایسا رنگ چڑھے کہ تمام رنگ اتر جائیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس کام کی بنیاد شعائر پر ہوگی وہ کام پائیدار ہوگا ''شعائر'' اسے کہتے ہیں کہ جس کے نام پر ابھارا جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کو نرم نرم گدوں پر بیٹھ کر پڑھنے سے وہ نور کہاں ملے گا اور کہاں وہ مجاہدے سمجھ میں آئیں گے؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کان کی عیاشی شروع ہوگئی، بیان سننے کا شوق کہ عبدالوہاب کا بیان ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بیان لمبے ہوں اور سجدے مختصر ہوں تو یہ علامات قیامت ہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس نے مرکز میں رہنا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلے، ورنہ بستر گول کرے، یہ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مخلوق کے غم میں رونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے، مت رویا کرو، (یہ حضرت جیؒ کی وصیت ہے جو انہوں نے اپنی اہلیہ کو کی تھی)۔

ایک موقع پر فرمایا کہ مشین کہاں انجینئر کی ذہانت سوچ سکتی ہے اور مخلوق کہاں خالق کی صفات کو سوچ سکتی ہے؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے دل، دماغ اور روح کو ہر طرف سے کاٹ کر اللہ سے ہونے کے

تذکروں میں لگاؤ، جوزبان سے اللہ سے ہونے کا کہے وہ دل سے بھی تصدیق کرے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی جمشید صاحبؒ سے کہا کہ دعا کچھ نہیں کرسکتی جب تک طلب نہ ہو اللہ کے ہاں طلب کی قدر ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحبؒ پرانے اور نئے مجمع میں ایک ہی بات رکھتے تھے، میں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ ہم اپنی بات سے نیچے نہ آویں گے، ہاں تم لوگ بعد میں نئے لوگوں کو لے کر سمجھاؤ۔

ایک موقع پر فرمایا کہ انہوں (طلباء) نے رائے ونڈ کے پڑھنے کو اصل سمجھ لیا، کسی بھی سطح پر آدمی مطمئن نہ ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس پر اللہ کی نگاہ ہو جائے تو اس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے، امتحان بھی شروع ہو جاتا ہے، جان کی بازی لگانا پڑتی ہے، طعن وتشنیع برداشت کرنا پڑتی ہے، عزیمت پر چلنا پڑتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ نگاہ نبوت والی بنتی جائے، ہر کسی کی کوتاہی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے والا بنے اور ہر خوبی اور کامیابی کو اللہ کی طرف منسوب کرنے والا بنتا چلا جائے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم اس جگہ پہنچنا چاہتے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ صحبت کی وجہ سے پہنچے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو اپنے محسنوں کو بھول جاتا ہے تو ان کی صفات سے محروم ہو جاتا ہے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ جو دعا کے ساتھ کسی کی مدد کرے گا وہ اس کے اجر میں شریک ہوگا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ کتنی شرم کی بات ہے کہ مرکز کے گرد دکانیں بھری ہوئی ہوں اور مرکز خالی ہو۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی جمشید تین چلہ کی جماعت کا پوچھتا ہے، حالانکہ یہ پوچھے کہ کتنے لوگوں کو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے مقصد پر اللہ کے لیے جان دینے پر تیار کیا ہے؟

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کم قسمتی سے ہماری ضرورت اللہ کے غیر کو حاصل کرنا بنا ہوا ہے، اللہ ہمارا مقصود ہو جائے، ہم اس سطح پر نہیں آئے۔

ایک موقع پر فرمایا کہ بیان کرنا اصل نہیں اگر کمی اور خامیوں کو بیان کرو گے تو تم انتشار پیدا کرو گے۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ عورتیں مردوں سے کہیں کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں، اگر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والے کام کو اپنا کام نہیں بنایا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ دین دار وہ ہے جو دین کی تمام ضرورتوں کو پورا کرے، (بعض لوگ) مدرسے والے ہیں مگر (مکمل) دین دار نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ (بعض) مدرسے والے ایسے ہیں کہ مدرسہ بھی وہاں کھولیں گے، جہاں سے انہیں اپنی ضرورتیں پوری ہوتی نظر آئیں گی، سب مادّے کے تاثر سے چل رہے ہیں، ایسی صورت میں اللہ سے تعلق ٹوٹتا جائے گا۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اسلام انسانوں کے ذریعے نہیں آتا، اسلام ایک نعمت ہے اس پر چلنے کی توفیق اللہ اسے دیتا ہے جو اللہ سے ہونے کا یقین رکھتا ہے، مادّے سے ہونے کا نہیں۔

ایک موقع پر حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک ہوتی ہے تحریک اور ایک ہوتا ہے کام، تحریک یہ ہے کہ جذبات بھڑکا کر اپنا کام نکلوا لینا اور ''کام'' یہ ہے کہ سب جذبے ختم ہو جائیں اور صرف ایک جذبہ رہ جائے کہ اللہ کی ماننی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر۔

یورپ کے آخری سفر میں ہر جگہ ہر ملک میں مجمع سے حاجی صاحبؒ نے فرمایا، کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ان چوڑے چماروں کے پاس پیسے کمانے کے لیے آئے، اپنے فائدے کو دیکھا ان کے فائدے کو نہیں دیکھا، تمہیں ان پر رحم نہ آیا کہ مرتے ہی ننانوے سانپ ان پر مسلط ہو جائیں گے، قبر آگ سے بھر جائے گی۔

امریکہ، کینیڈا والوں نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو، تو فرمایا تمہارے بت کو توڑنے آئے ہیں، ملک و مال کا بت جو تم نے بنا رکھا ہے کہ ان سے کام بنتا ہے اسے توڑنا ہے۔

مکتوبات حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں اور نکلی ہوئی جماعتوں کو خطوط بھیجنے کا بہت اہتمام فرماتے تھے، اسی طرح تشکیل میں گئی ہوئی جماعتوں کی طرف سے اور کام میں جُڑے مختلف احباب کی طرف سے آنے والے خطوط کو اہتمام سے پڑھتے بھی تھے اور ان کو جواب دینے کا بھی اہتمام فرماتے تھے، حاجی صاحبؒ کے یہ خطوط تمام امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے عموماً اور تبلیغ کے کام میں جُڑے ہوئے احباب کی رہنمائی کے لئے خصوصاً ایک قیمتی ذخیرہ ہیں، کاش کوئی انہیں جمع کرنے کا اہتمام کرے تا کہ یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ ہو جائے اور امت مسلمہ کے لئے اس سے استفادہ ممکن ہو جائے، فی الحال افادے اور استفادے کی نیت سے کچھ خطوط نقل کئے جا رہے ہیں تا کہ ان کی اہمیت کا اندازہ بھی ہو جائے اور حاجی صاحبؒ کے خط لکھنے کا اسلوب بھی واضح ہو جائے۔

مکتوب نمبر ❶

۶ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ / یکم جولائی ۱۹۹۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ ربُّ العزت کی ذاتِ عالی سے قوی اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور دین کی عالی و مبارک محنت میں لگتے ہوئے دوسروں کو بھی لگا رہے ہوں گے۔

آپ کا تحریر کردہ گرامی نامہ ۱۹ رجون کو موصول ہو کر کاشف احوال ہوا، جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جہاز میں نمازیں اذان دے کر ادا کیں اور خیر و عافیت سے ایئرپورٹ پر اُترے، ویزہ لگنے میں رُکاوٹ پیش آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے آسان فرما دیا، مقامی احباب نے استقبال کیا، مرکز میں دو دن قیام کیا، اس کے بعد Sorabaya کے مقام پر تشکیل ہوئی، ایک مرکز میں قیام رہا، مستورات میں بھی بیان ہوا، اس مقام پر قیام کے دوران عمومی گشت اور بیان ہوا، جس میں چھ احباب نے نقد پاک و ہند کے ارادے کئے، اس کے بعد Bangermasin کی تشکیل ہوئی، جس کا سفر ہوائی جہاز سے ہوا، مقام پر پہنچنے پر احباب نے استقبال کیا، مرکز مسجد الاحسان پہنچے، مقامی احباب سے ملاقاتیں کیں، دو دن مرکز میں قیام کیا، پانچ اعمال کا اہتمام تھا، ہفتہ واری شب گزاری ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب میں ہوتی ہے، تقریباً سوا سو کا مجمع آ جاتا ہے، ہفتہ واری مشورہ بدھ کے دن ہوتا ہے، مستورات کی ہفتہ واری تعلیم ہفتہ کے دن ہوتی ہے، اس کے بعد تشکیل ”مصلّی النور“ میں

ہوئی۔ پانچ اعمال موجود تھے، مقامی کام کا مذاکرہ ہوا، تین دن کی جماعت تیار ہوئی، اس کے بعد Martapoora میں کام کیا، جہاں یمن سے آئے ہوئے بہت سے عرب آباد ہیں، علماء اور مدارس بھی اس علاقہ میں کافی ہیں۔ یہاں پر شب گزاری اتوار اور سوموار کی درمیانی رات کو ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ پرانے احباب کے جوڑ میں ہماری تشکیل کو سوچا گیا اور چار مقام دئے گئے smarinda, Abalakpapan,Amantaey,Bangermasin میں مقامی احباب کے مشورہ سے کام کیا۔ مقامی احباب کے ذریعہ پرانے احباب سے ملنے کا مشورہ ہوا، مقامی علماء سے بھی ملاقاتیں کیں اور علماء حضرات نے بھی کام کرنے کے ارادے کیے، چلہ، چار ماہ کے ہندو پاک کے نام آئے جو مقامی احباب کے حوالے کردیئے گئے۔

آپ کا تحریر کردہ دوسرا گرامی نامہ بھی ۲۹ رجون کو موصول ہوکر کاشف احوال ہوا، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ جماعت نے بارہ مساجد میں کام کیا، مقامی احباب میں کام کرنے کی صفات اور ہر قسم کے جذبات پائے جاتے ہیں، تین سہ روزہ کی جماعتیں نقد نکلیں، باقی کافی احباب کو ساتھ رکھ کر کام سکھایا اور عملی طور پر اپنی نگرانی میں اعمال کرائے، مقامی علماء اور اساتذہ سے خوب ملاقاتیں ہوئیں اور پاکستان میں وقت لگانے کے لیے جماعت تیار ہوئی، مختلف مقامات پر کام کرنے بعد جماعت Jakarta پہنچی، وہاں سے اب تھائی لینڈ کے لیے روانہ ہو رہی ہے۔

میرے عزیز! اللہ پاک نے ہمیں ساری دنیا کے انسانوں کی طرف بھیجا ہے، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ایسی محنت کرنی ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں کا یقین دنیا میں پھیلے ہوئے نقشوں اور چیزوں سے ہٹ کر ایک اللہ کی ذاتِ عالی پر آجائے کہ ہمارے سارے کام ملک و مال سے نہیں بنیں گے، بلکہ ایک اللہ کے بنانے سے بنیں گے اور اللہ ہمارے کام بنادیں گے، اس کے لیے ہمیں اس مختصر سی زندگی میں اللہ کے حکموں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر پورا کرنا ہے، اللہ پاک نے ہماری دونوں جہانوں کی کامیابی باہر کے نقشوں میں نہیں رکھی، بلکہ ہمارے جسم سے نکلنے والے اعمال میں رکھی ہے، اس بات کو ہم ہر جگہ جا کر اور ایک ایک فرد کے سامنے اتنا کہیں، اتنا کہیں کہ یقین ہمارے دل میں بھی اتر جائے اور سب انسانوں کے دلوں میں بھی اتر جائے۔ ہمیں جو بھی مسئلہ درپیش ہو، ہم نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے حل کروانے والے بن جائیں، ہر حال میں ہماری دوڑ اللہ ہی کی طرف ہو، ہر کام میں، ہر بات میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا عمل اختیار کریں، دل کے یقین کے ساتھ ہمارے سارے کام حضور

ﷺ والے طریقہ سے ہی بنیں گے، خود بھی اس پر آنا ہے اور جہاں آپ سفر کر رہے ہیں ان کو بھی اس پر لانا ہے، جب ہم اس طریقہ پر محنت کریں گے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو ہر حال میں اللہ ہی سے مانگیں گے، تو اللہ پاک کی مددیں اور نصرتیں ہمارے ساتھ ہوں گی اور ہمارا اللہ کی راہ میں اس جذبے سے پھرنا تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہدایت کے دروازے کھلنے کا ذریعہ بنے گا (جتنا بھی اچھے سے اچھا عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے، اس کا خاتمہ استغفار پر کیا جائے، ہمارے ہر عمل کا جزو آخر استغفار ہو) اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم اپنے آپ کو ساری دنیا کے انسانوں کی طرف بھیجا ہوا سمجھیں اور دل سے اس کی نیت کریں کہ ہم نے اس دعوت کو ساری دنیا کے انسانوں کے پاس لے کر جانا ہے اور ان کو جہنم کے راستہ سے ہٹا کر جنت کے راستوں پر ڈالنا ہے، یہ ہمارا اصل کام ہے۔ ہم نے اس کو اپنا اصل کام نہ سمجھا، اس پر ہم خود بھی استغفار کریں اور جہاں جائیں وہاں والوں کو بھی استغفار کرائیں۔

ہر جگہ مقامی جماعت بنانے کی کوشش کی جائے، جماعت کو وصول کر کے اگلی بستی تک اپنے ساتھ کام سکھانے کے لیے لے جایا جائے، اپنے ماحول میں رکھنے سے کام سمجھ میں آجائے گا۔ اللہ پاک کے راستے میں وقت کیسے گزارا جائے، روانگی سے پہلے مختصر مذاکرہ کیا جائے اور دعا بھی کرلیں، دو، دو، تین، تین کی جوڑیاں بنادی جائیں تاکہ راستے میں چھ نمبر یاد کرائے جائیں، ایمانیات، کلمہ، نماز، وضو اور غسل کا طریقہ اور دین کی موٹی موٹی باتیں سیکھتے سکھاتے جائیں، بستی میں داخل ہونے سے پہلے ساتھیوں کو فکرمند کیا جائے، تاکہ یہ بستی پورے دین پر چلنے والی بن جائے، اس لیے ہر بالغ مرد پر ایسی محنت کی جائے کہ وہ حضور ﷺ کی مبارک محنت کو سیکھنے کے لیے چار ماہ یا کم وبیش اوقات کے لیے نکل جائے، اس جماعت کو کم از کم دو یوم اپنے ساتھ رکھا جائے، تعلیم کا حلقہ، خصوصی اور عمومی گشت، اعلان، متکلم کی بات اور بیان وغیرہ ان سارے اعمال کے مذاکرے کیے جائیں اور ان سے عملی طور پر یہ اعمال کرائے جائیں۔ تیسرے دن ان کی تشکیل کسی علیحدہ مسجد میں کر دی جائے، ہو سکے تو وہاں دو ساتھی چند گھنٹوں کے لیے ان کی نصرت کو جائیں اور حوصلہ بڑھائیں، مگر رات سے پہلے اپنی جماعت کے پاس آجائیں، اس ترتیب سے وہ کام پر کھڑے ہو جائیں گے، واپسی پر مقامی کام کی پوری ترتیب سمجھائی جائے، ہفتہ کے دو گشت طے کرائے جائیں اور مسجد اور گھر کی تعلیم، روزانہ کا مشورہ اور کم از کم ڈھائی گھنٹے لوگوں پر محنت کرنا، سہ روزہ کس ہفتہ میں لگے گا؟! اس کے ارادے کرائے جائیں۔ اس کا اہتمام کرایا جائے کہ بغیر پیسے کے کسی کو ساتھ نہ لے جایا جائے، ہر ایک کا ذہن بنا دیا جائے کہ دعوت کے کام میں اپنا جان، مال اور وقت

لگانا ہے اور اس کا اجر اللہ پاک سے لینا ہے، جو اس ساری کائنات سے کئی گنا زیادہ ہے۔
رُخ کے متعلق عرض ہے کہ مقامی احبابِ شوریٰ کے مشورہ سے رُخ لے کر کام کریں، سب احباب کی خدمت میں سلام عرض ہے اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام۔ بندہ محمد عبدالوہاب عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ/ ۶ ستمبر ۲۰۰۰ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رَبُّ العزت کے فضل واحسان سے اُمید ہے کہ آپ احباب بخیر وعافیت ہوں گے اور دین کی عالی ومبارک محنت میں شب وروز کوشاں اور ساعی ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول اور بارآور فرما کر پورے عالم میں ہدایت کی ہوائیں چلادے، آمین!

آپ کا گرامی نامہ Hararay سے ۶ اگست کا تحریر کردہ موصول ہو کر کاشف احوال ہوا، بحمدہٖ تعالیٰ آپ احباب نے آٹھ بستیوں کے تیرہ گھروں میں کام کیا، جن میں چھ گھر ایشیائی بھائیوں کے اور سات گھر افریقی بھائیوں کے تھے، مستورات کی آمد ۱۵ تا ۹۵ تک رہی، ہر مقام پر نصرت ہوتی رہی، نکلنے کے ارادے ہوئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے عزیز! اللہ جل شانہ اس محنت کو نہج نبوت پر مجاہدے سے کرنے پر ہدایت عطا فرماتے ہیں اور ہدایت سے اعمال اور اعمال پر کامیابیوں کے دروازے کھلتے ہیں، اگر مجاہدہ صحیح نہیں ہوگا تو ہدایت کا نور نہیں ملے گا، مجاہدہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب پر کرنا ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد اور اساس ایمان ویقین پر ہے، اسی اساس پر تمام انبیاء علیہم السلام اٹھے تھے، ہماری محنت کی بنیاد اور اساس بھی ایمان ویقین کی دعوت پر ہونی چاہیے، اس کے لیے بنیادی طور پر ہر مرد وعورت اور بچے کو داعی بنانا ضروری ہے، اپنے اور تمام انسانوں کے یقینوں کے بدلنے کی نیت سے مرد حضرات بازاروں، دفاتر، کارخانوں اور کھیتوں میں جاجا کر ان تمام نقشوں کی نفی کر کے اللہ کی قدرت، اللہ کے تصرف، اللہ پاک کی معرفت وعبودیت کی دعوت دیں۔ عورتیں اور بچے بھی اپنے گھروں میں دعوت کا ماحول اور فضا بنائیں، جو عورت بھی گھر میں آئے، اور اس کو بھی داعیہ بنائیں، گھر والی عورتیں اور بچے بھی کامیابی کی دعوت دیں اور اپنے ماحول میں اس دعوت کو چلائیں اور ہر گھر میں اسی کے مذاکرے ہوتے رہیں، گھر کی تعلیم بھی اس ایمان واعمال کی دعوت کو قوت پہنچانے کے لیے ہے اور اسی دعوت کی تقویت کے لیے

تسبیحات ہیں اوراس پر ہم خودبھی استغفار کریں اور جہاں جائیں وہاں والوں سے بھی استغفار کرائیں۔

امید ہے کہ بیان کے لیے آنے والی مستورات سے دعوت کی اہمیت کے متعلق بات کی جارہی ہوگی کہ اللہ کے غیر سے کچھ نہ ہونے کا یقین اوراللہ رب العزت سے مخلوق کے بغیر سب کچھ ہونے کا یقین اپنے اندر پیدا کرنے اور ہر امتی کے دل میں اتارنے کے لیے ہر مردو عورت کو روزانہ دعوت دینا ضروری ہے اور دعوت کو قوت پہنچانے کے لیے فضائل کی تعلیم ہے،اس بنیاد پر تعلیم بھی یقینوں کے صحیح ہونے کا ذریعہ بنے گی ،لہٰذا گھروں میں روزانہ کی تعلیم اور محلوں کی ہفتہ واری تعلیم میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ ہر فرد روزانہ دعوت دینے والا ہو اور دعوت کو قوت پہنچانے کے لیے روزانہ گھروں میں تعلیم کے حلقے لگانا اوراس میں شریک ہونا بھی ضروری ہے۔

مزید برآں ہر مسجد سے نقد جماعتیں دوراور دیر کے لیے ہمارا ہدف ہے۔ ہر مسلمان کا مقصد زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا بنا کر اسے سارے عالم میں پھرنے اور پھرانے والا بنایا جائے ،ایک ایک فرد کو مرد حضرات اور ایک ایک عورت کو مستورات نقد نکالنے کی کوشش کریں ،جن محرم مستورات کے ایک بار پندرہ یوم یا کم ازکم پانچ سہ روزے لگ چکے ہوں ،انہیں ہندو پاک کے لیے کم ازکم چلہ کے لیے تیار کیا جائے ،کم ازکم چار، پانچ جوڑوں پر مشتمل جماعت بنا کر بھیجی جائے ،اس کے علاوہ مرد حضرات کی بھی نقد تین چلہ اور چلہ کی جماعتیں تیار فرما کر روانہ فرماتے رہیں۔

ماشاءاللہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع تین نومبر نماز جمعہ سے شروع ہورہا ہے،امید ہے کہ آپ احباب اجتماع کے لیے بھر پور محنت فرمارہے ہوں گے،تا کہ زیادہ سے زیادہ احباب اجتماع میں چار ماہ کے لیے تشریف لاویں،مزید یہ کہ پرانے احباب جو چلہ کے لیے تشریف لارہے ہیں وہ دس یوم زائد لے کر آویں تا کہ عشرہ (اعمالِ مسجد) میں شریک ہوسکیں اور کام کو سیکھ کر کرنے والے بن جائیں، یہ احباب اپنا چلہ اجتماع سے قبل شروع فرماویں تا کہ علاقوں میں اجتماع کی محنت ہوسکے،امید ہے آپ احباب ہر گھر سے سہ روزہ جماعت نکالنے کی کوشش فرماتے رہیں گے،اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کا حامی وناصر ہو اور ہر ابتلاء وانتشار اور نفس وشیطان کے شرور سے محفوظ فرمائے ،تمام احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے اور دعاؤں کی درخواست ہے۔فقط والسلام۔ بندہ محمد عبدالوہاب عفی عنہ

مکتوب نمبر ۳

۶ر شعبان ۱۴۳۳ھ / ۲۷ر جون ۲۰۱۲ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے امید ہے کہ آپ احباب بخیر وعافیت ہوں گے اور دین متین کی عالی محنت میں شب وروز کوشاں اور ساعی ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر سارے عالم میں ہدایت کی ہوائیں چلا دے۔ آمین!

سری لنکا سے ارسال کردہ آپ احباب کا خط موصول ہو کر کاشف احوال ہوا، آپ احباب ''چین'' میں ایک ماہ کام کر کے گیارہ مئی کو سری لنکا پہنچ گئے ہیں، رائے ونڈ سے لکھا ہوا خط آپ کو ملا ہوگا، سری لنکا میں تین مقامات پر آپ نے کام کیا ہے، دو مساجد سے سہ روزہ کی جماعتیں اور ایک مسجد سے چلہ کی جماعت نکلی۔ ایک ساتھی تالاب میں گرنے سے زخمی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اسے شفائے کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، آمین!

میرے عزیزو! سارے عالم میں سو فی صد دین اسلام زندہ ہو جانے کا آسمانی فیصلہ ہم دینی محنت کرنے والوں پر موقوف ہے اور وہ بھی محنت کرنے والوں کی تعداد پر نہیں بلکہ ان کی صفات پر ہے، محنت کرنے والے محنت کی وہ تمام ظاہری شکلیں اور باطنی صفات اختیار کریں جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیں تو محنت کرنے والے تھوڑے بھی ہوں گے تو بھی ان کی تھکا دینے والی محنت، رلا دینے والی دعا، اور گھلا دینے والی فکر پر اللہ رب العزت دین کو زندہ کرنے اور ہدایت کے آفتاب کے طلوع ہونے کا فیصلہ فرمائیں گے، چاہے اہل باطل لاکھ تدبیریں اس کی مخالفت میں اختیار کریں۔

میرے عزیزو! ہمارا ہر ساتھی پہلے اپنے دل کو اور پھر سارے عالم کے انسانوں کے قلوب کو نشانہ بنا کر بار بار اتنی دعوت دے کہ یقین بدلتا چلا جائے، حتیٰ کہ کسی موقع پر بھی اللہ پاک کے سوا کسی کی طرف ذرہ برابر بھی دھیان نہ جائے، خوشی، غمی یا کسی بھی حال کے آتے ہی فوراً اللہ پاک کی طرف دھیان جائے، اس کے لیے ہر عمل پر محنت بھی ہو، ہر عمل کو صحیح یقین، حضور ﷺ کے طریقہ پر، اللہ تعالیٰ کے دھیان کے ساتھ، فضائل کے استحضار، نفس کے مجاہدے اور اللہ پاک کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ کیا جائے گا، تو عمل جان دار بنتا چلا جائے گا، مذکورہ صفات تعلیم میں جم کر بیٹھنے، تنہائی میں ذکر پر محنت کرنے اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے دعوت دے دے کر تھکنے سے حاصل ہوں گی، ان اعمال کو صفات کے ساتھ خود کرتے ہوئے ہر جگہ کے لوگوں کو اس کے

لیے تیار فرماتے رہیں، اس لیے ہر مسجد و ہر مقام سے نقد تین چلہ/ چلہ کی جماعت نکالنے کی بھرپور کوشش ہو، اگر جماعت اور مقام کے احباب میں تین چلہ/ چلہ کی نقد جماعت نکالنے کا عزم ہوگا، آپس میں جوڑ و اکرام ہوگا، دنیا کی بے رغبتی، دین کے مٹنے کا غم، انفرادی و اجتماعی اعمال کا اہتمام ہوگا، انتھک گشتیں، امیر کی اطاعت، سنتوں کا اہتمام، راتوں کو تہجد میں اٹھ کر ایک ایک کا نام لے کر رو رو کر مانگنا ہوگا تو ان شاء اللہ ہر مسجد و مقام سے تین چلہ / چلہ کی نقد جماعت ضرور تیار ہوگی، تین چلہ/ چلہ کی نقد جماعت تیار کرنے کے بعد یا بھرپور کوشش کے بعد مقامی کام کا مذاکرہ ہو، تاکہ ہر جگہ، ہر مسجد میں پانچ اعمال کی ترتیب بن جائے، اس کی عملی ترتیب بنانے کے لیے کم وبیش اوقات کے لیے احباب کو تیار فرمائیں، تمام احباب نئے ہوں تو ایک دن ساتھ رکھ کر مختلف ساتھیوں کو مختلف اعمال مثلاً کسی کو ترغیب گشت، کسی کو تعلیم، بیان وغیرہ سکھا کر تمام اعمال ان سے کرائیں، تاکہ بعد میں ایک دُوسرے کو اعمال سکھاتے ہوئے خود بھی کرتے رہیں، بعد میں ان کی نصرت بھی ہو، اور ان کے ذریعہ نقد جماعت نکالنے کی کوشش بھی ہو، تاکہ واپس آکر اپنے مقام پر پانچ اعمال سے اپنی مسجد، گھر اور محلہ کو آباد کریں۔
اللہ پاک آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہر قدم پر نفس و شیطان کے شرور سے حفاظت فرمائے، تمام احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام۔ بندہ محمد عبدالوہاب عفی عنہ

معمولاتِ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات خوب تسلسل اور باقاعدگی سے انجام دیتے تھے، روزمرہ کی دعاؤں اوراذکارمسنونہ کا کثرت سے اہتمام رہتا تھا، سنت کا اہتمام حددرجہ تک تھا، حاجی صاحبؒ روزانہ فجر کی نماز سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور صبح کے وظائف مکمل کرکے فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے، فجر کے بعد عموماً آپؒ کا بیان ہوتا تھا، روزانہ سورۂ یٰسین بہت اہتمام سے پڑھتے تھے، مغرب کے بعد سورۂ الم سجدہ اور سورۂ واقعہ اور سونے سے پہلے سورۂ ملک کی تلاوت کرتے، تیسرا کلمہ، درودشریف اور استغفار کا زندگی کے آخر تک معمول رہا، روزانہ ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص، پانچ ہزار مرتبہ لفظ اللہ کا ورد کرتے تھے، عصر کے بعد کلمہ طیبہ اور ذکر بالجہر کرتے تھے اور آخر کی تین سورتیں تین تین مرتبہ پڑھنے کا عمل بارہا ان سے سنا گیا، عصر کے بعد طلبہ بعض اوقات زعفران سے چینی کے برتن پر آیت الشفاء لکھتے تھے پھر وہ دھوکر صبح کے وقت حاجی صاحبؒ کو پلائی جاتی تھی، اس کے علاوہ 7 عجوہ کھجوریں روزانہ حاجی صاحبؒ کو کھلائی جاتی تھی، کھجور کھانا مشکل ہوتا تھا تو رات کو زم زم میں بھگو کر رکھتے تھے، صبح اس کو مسل کر پلا دیتے تھے، یہ معمول سفر وحضر میں کبھی نہیں چھوٹا تاکہ سحر کے اثر سے محفوظ رہیں، مسواک ہمیشہ پاس رکھتے تھے، تہجد کی نماز بمشکل ہی کبھی قضاء ہوئی ہوگی، بے ہوشی یعنی کومہ میں جانے سے پہلے آخری تہجد کی نماز بھی پڑھ کر گئے اور کومہ کے دوران بھی جب نماز کا وقت آتا تو ہاتھ اس طرح اٹھاتے جیسے نماز کی نیت باندھی ہو، اپنی ضرورتوں وحاجات کو صرف اللہ کے سامنے پیش فرماتے اور اسی سے مدد ونصرت طلب فرماتے، بارہا دیکھا گیا کہ جب بھی کوئی شخص اپنا مسئلہ ان کے پاس لے کر آتا تو اسے فوراً صلوۃ الحاجت پڑھنے کی ترغیب دیتے، پوری امت کے لئے ہدایت کی دعا مانگنا گویا ان کی گھٹی میں شامل تھا، چنانچہ مولوی طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

''اس عمر میں بھی جب تک ان کی ہمت تھی وہ فرماتے تھے کہ تین ہزار مرتبہ میں یہ پڑھتا ہوں، ایک ہزار مرتبہ میں یہ اور دو ہزار مرتبہ میں یہ پڑھتا ہو، اتنی تسبیحات بتائیں کہ میں بھول ہی گیا مجھے تو سن کر ہی سر میں درد ہو گیا مجھے فرمانے لگے میرے منے! ہزار دفعہ قل ہو اللہ روزانہ پڑھا کر سر درد ٹھیک ہو جائے گا، زندگی کی قیمت کو اگر کسی نے وصول کیا ہے اور ہر لمحہ اللہ کے نام پر کسی نے خرچ کیا ہے تو وہ ایک ہی آدمی دیکھا ''محمد عبدالوہاب''۔

ایک مرتبہ رات کے اڑھائی یا تین بجے کے درمیان مجھے (فہیم) بلایا، میں گیا تو دیکھا تسبیح ہاتھ میں لیے ذکر فرما

رہے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ میرے چاند! میرے منے! کوئی ایسی ترکیب نہیں ہے کہ کافر بھی دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں، ان کی بھی بخشش ہو جائے، کوئی دوزخ میں نہ رہے، میں نے عرض کیا نہیں، تو خاموش ہو گئے اور چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

ان کے بڑے بھائی راؤ الیاس نے کہا کہ میرے لیے دعا کر دے تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا میں بڑا بھائی ہوں، باپ کے برابر ہوں، میرے لیے دعا نہیں کرے گا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں اپنی دعا کی قوت ایک فرد کے لیے ضائع نہیں کر سکتا، میں تو پوری امت کے لیے دعا کرتا ہوں، آپ بھی امت میں ہو، آپ کو آپ کا حصہ مل جائے گا، پھر کچھ عرصہ بعد حج کے سفر میں مکہ مکرمہ میں استاد عبدالغفار کے گھر میں فرمایا اب تو دعا میں امت کا لفظ بھی نہیں نکلتا، اب تو پوری انسانیت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

حاجی صاحبؒ کی ذاتی بیاض

حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی شخص حاجی صاحبؒ کے پاس اپنے کسی مسئلے کے حل کے لیے آتا تو حاجی صاحبؒ اسے ہمیشہ کوئی نہ کوئی عمل بتا دیتے، بہت سے لوگوں کو حاجی صاحبؒ نے مختلف وظائف بھی بتائے اسی طرح حاجی صاحبؒ کے معمولات بھی امت کے لیے ایک گرانقدر تحفہ ہے اس سلسلے میں قارئین کی خدمت میں حاجی صاحبؒ کی ذاتی بیاض کا کچھ حصہ پیش کیا جا رہا ہے جو ہر وقت حاجی صاحبؒ کی جیب میں ہوا کرتی تھی، یہ ذاتی بیاض اوراد و وظائف اور دیگر کچھ مفید مضامین پر مشتمل ہے جس کو مرتب کر کے آپ حضرات کے سامنے کیا جا رہا ہے۔

اسماء حسنٰی

هُوَ	اَللّٰهُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِيْمُ	اَلْمَلِكُ	اَلْقُدُّوْسُ	اَلسَّلَامُ
اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُهَيْمِنُ	اَلْعَزِيْزُ	اَلْجَبَّارُ	اَلْمُتَكَبِّرُ	اَلْخَالِقُ	اَلْبَارِئُ
اَلْمُصَوِّرُ	اَلْغَفَّارُ	اَلْقَهَّارُ	اَلْوَهَّابُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلْعَلِيْمُ
اَلْقَابِضُ	اَلْبَاسِطُ	اَلْخَافِضُ	اَلرَّافِعُ	اَلْمُعِزُّ	اَلْمُذِلُّ	اَلسَّمِيْعُ
اَلْبَصِيْرُ	اَلْحَكَمُ	اَلْعَدَلُ	اَللَّطِيْفُ	اَلْخَبِيْرُ	اَلْحَلِيْمُ	اَلْعَظِيْمُ

اَلْغَفُوْرُ	اَلشَّكُوْرُ	اَلْعَلِيُّ	اَلْكَبِيْرُ	اَلْحَفِيْظُ	اَلْمُقِيْتُ	اَلْحَسِيْبُ
اَلْجَلِيْلُ	اَلْكَرِيْمُ	اَلرَّقِيْبُ	اَلْمُجِيْبُ	اَلْوَاسِعُ	اَلْحَكِيْمُ	اَلْوَدُوْدُ
اَلْمَجِيْدُ	اَلْبَاعِثُ	اَلشَّهِيْدُ	اَلْحَقُّ	اَلْوَكِيْلُ	اَلْقَوِيُّ	اَلْمَتِيْنُ
اَلْوَلِيُّ	اَلْحَمِيْدُ	اَلْمُحْصِيْ	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُعِيْدُ	اَلْمُحْيِ	اَلْمُمِيْتُ
اَلْحَيُّ	اَلْقَيُّوْمُ	اَلْوَاجِدُ	اَلْمَاجِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْاَحَدُ	اَلصَّمَدُ
اَلْقَادِرُ	اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقَدِّمُ	اَلْمُؤَخِّرُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاٰخِرُ	اَلظَّاهِرُ
اَلْبَاطِنُ	اَلْوَالِي	اَلْمُتَعَالِ	اَلْبَرُّ	اَلتَّوَّابُ	اَلْمُنْتَقِمُ	اَلْعَفُوُّ
اَلرَّؤُفُ	مَالِكُ الْمُلْكِ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ			اَلْمُقْسِطُ	اَلْجَامِعُ
اَلْغَنِيُّ	اَلْمُغْنِيُّ	اَلْمَانِعُ	اَلضَّارُّ	اَلنَّافِعُ	اَلنُّوْرُ	اَلْهَادِي
اَلْبَدِيْعُ	اَلْبَاقِي	اَلْوَارِثُ	اَلرَّشِيْدُ	اَلصَّبُوْرُ		

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ان کے لئے ایصال ثواب کرتے تھے

ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین

1. حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا
2. حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4. حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5. حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6. حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا
8. حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا
9. حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا
10. حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۱۱ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اصحاب کہف

یَمْلِیْخَا، مَکْسَلْمِیْنَا، مَثْلِیْنَا، مَرْتُوش، وَبَرْنُوش، سَاذَنُوش، مَرْطُوش۔

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

۲ یہ درود شریف پڑھا تو گویا مجھ پر سارے درود بھیج دیئے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذِكْرِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ

۳ درود شریف کے ہر صیغہ پر اس قدر ثواب ہوگا کہ فرشتوں کے لیے میسر نہ ہوگا کہ اس کا ثواب لکھ سکیں:

(بعد نماز ظہر و عصر تین بار اور جمعہ کے روز ہر نماز کے بعد سات مرتبہ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ

وَذُرِّيَّاتِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ

④ بیماری سے شفاء اور ہر خلاف شرع مذہب سے اور زحمت باطنی سے اور بدعت وگمراہی سے حفاظت۔

ہر درد اور بیماری کے دفع کے لیے اول وآخر تین، تین بار یہ درود شریف درمیان میں سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ پھر سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے، اس کا ثواب مخدوم ہاشمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بخش کر بیمار پر دم کرے تو اللہ تعالیٰ شفاء کامل بخشیں گے، اگر دن رات میں سو بار ورد کیا جائے تو ہر خلاف شرع مذہب سے اور زحمت باطنی سے اور بدعت وگمراہی سے محفوظ رہے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

⑤ اس درود شریف کے خواص وفوائد بہت ہیں، خصوصاً قلوب کو کھینچنے، منافع کی کشش اور دلوں کے اندر قبولیت کو بڑھانے میں۔ (سلاطین وامراء، ووزراء اور اہل اختیار واقتدار سے ملاقات کے وقت اس کا تجربہ محقق ہو چکا ہے)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مَّقْرُوْنَةً بِذِكْرِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً جَامِعَةً بَيْنَ فَرَحِهٖ وَسُرُوْرِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مُّحِيْطَةً بِطَوْرِهٖ وَصَوْرِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مُّنَوِّرَةً لِّقُلُوْبِ اَصْحَابِ صُدُوْرِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً شَارِحَةً مَنْقُوْرَةً فِيْ مَسْطُوْرِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ وَالْاَوْلِيَآءِ بِعَدَدِ عُبُوْرِهٖ وَمُرُوْرِهٖ بَيْنَ الْمَآءِ وَطُهُوْرِهٖ وَالنُّوْرِ وَظُهُوْرِهٖ وَالْحَقِّ وَاُمُوْرِهٖ

⑥ ہر قسم کے دشمن سے حفاظت:

ہر فرض نماز کے بعد سات مرتبہ ورد کرے تو کوئی دشمن اس کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو گا مثلاً شیطان ونفس، جن وانس اور سانپ بچھو وغیرہ اور ہر وہ عمل جس کے شروع کرنے سے پہلے یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھے گا، تو اللہ پاک اس عمل کو قبول فرمائیں گے، رد نہیں کریں گے۔

صَلَّى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَبِحَمْدِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ

⑦ خواب میں زیارت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو اس درود شریف کو پڑھے گا، وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا، وہ قیامت میں مجھے

دیکھے گا اور جو شخص قیامت میں مجھے دیکھے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا اور جس کی میں شفاعت کروں گا، وہ میرے حوض کوثر سے پانی پیئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ پر حرام کردیں گے۔ (القول البدیع ص 116)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ

۸ دس ہزار بار درود شریف پڑھنے کا اجر، قوت بصارت میں اضافہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

اس درود شریف کا ایک بار پڑھنا دس ہزار کے برابر اور دس بار لاکھ کے برابر ہے، اگر صبح شام تین تین بار ورد کرے گا تو قبر وحشر میں تمام معاملات آسان ہو جائیں گے، اگر ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرے گا تو نظر تیز ہوگی اور درد چشم کے لیے جو کسی دوائی سے ٹھیک نہ ہو سات بار پڑھ کر آنکھ پر دم کرے تو اس درود شریف کی برکت سے ٹھیک ہو جائے گا، اگر کوئی بیماری رکھتا ہو تو اس کی برکت سے صحت بلیغ نصیب ہوگی، اگر شب جمعہ میں ہزار بار پڑھے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ل صیب ہوگی۔

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اولیاء کرام میں سے ایک بزرگ تھے، جو ہر شب میں دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا معمول رکھتے تھے، ایک بار وہ بیمار ہو گئے اور اپنا یہ وظیفہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے سے عاجز آ گئے، اس سے ان کو سخت تشویش اور غم ہوا، ایک شب خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ درود شریف ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو تمہارے لیے دس ہزار کے وظیفے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ﹹ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَالرَّحْمَۃِ لِلْعٰلَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ عَدَدَ مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِیَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلَاۃً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلَاۃً لَّا غَایَۃَ لَھَا وَلَا انْتِھَآءَ وَلَا اَمَدَ لَھَا وَلَا انْقِضَآءَ صَلَوَاتِكَ الَّتِیْ صَلَّیْتَ عَلَیْہِ صَلٰوۃً دَآئِمَۃً بِدَوَامِكَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

۹ پریشانی سے نجات

علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فجر منیر'' میں ذکر کرتے ہیں کہ مجھے شیخ صالح موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں دریائے شور میں کشتی میں سوار ہوا، تو ایسی باد مخالف چلی جس کی وجہ سے کم

لوگ غرق ہونے سے بچ پائے، اسی حالت میں مجھے اونگھ آ گئی، خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل کشتی سے کہو کہ ہزار مرتبہ یہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

شیخ صالح موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیدار ہوا، اور اہل کشتی کو اس خواب کی خبر دی، چنانچہ ہم نے یہ درود شریف پڑھنا شروع کیا، ابھی تین سو مرتبہ پڑھا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے ہماری مشکل حل کر دی اور اس درود شریف کی برکت سے ہوا کو ساکن کر دیا۔ (کتاب الصلوۃ والبشر علی سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسن بن علی اسوانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اس درود شریف کو کسی مہم، کسی آفت اور کسی مصیبت میں ہزار مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی مشکل کشائی فرمائیں گے، اور اس مصیبت کو ٹال دیں گے، حصول مراد کے لیے نماز عشاء کے بعد دو رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورۂ اخلاص اور سلام کے بعد سو بار یہ درود شریف پڑھے، تمام کام آسانی سے میسر ہوں گے جو اس بندہ کی کوشش سے ہرگز نہیں ہو سکتے، اس کا پڑھنے والا ہرگز بد بخت نہیں ہوگا۔

⑩ حصول شفاعت:

جو شخص اس طرح درود شریف پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کو اور اس کے والدین کو، عزیز و اقارب کو اور دوست احباب کو بھی رتبہ شفاعت عطا فرمائیں گے۔ (القول البدیع ص 122 ط مؤسسۃ الریان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّتَقَبَّلْ شَفَاعَتَہُ الْكُبْرٰی وَارْفَعْ دَرَجَتَہُ الْعُلْیَا وَاٰتِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی كَمَآ اٰتَیْتَ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی

⑪ تین بڑے منافع:

جو شخص بعد نماز ظہر اس درود شریف کو سو مرتبہ پڑھے گا، وہ مقروض نہ ہوگا، اگر مقروض ہوا تو اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے اس کا انتظام فرمائیں گے، قیامت کے دن اس سے کسی نعمت کا حساب اور کسی تقصیر پر عذاب نہ ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۱۲ **حصول منافع:** (اگر شب جمعہ میں گیارہ بار ورد کرے تو بہت نفع ہو گا)۔

اگر نماز فجر اور مغرب کے بعد اس درود شریف کا تین تین بار ورد کرے تو گناہ معاف ہوں گے، درجات بلند ہوں گے، غم واندوہ سے خلاصی نصیب ہو گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نصیب ہو گی، ایمان والی موت نصیب ہو گی، دشمنوں کے مقابلہ میں مدد ہو گی، بہشت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت نصیب ہو گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی النَّبِیّٖنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمَنْتُ بِمُحَمَّدٍ وَّلَمْ اَرَہٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْجِنَانِ رُؤْیَتَہٗ وَارْزُقْنِیْ مَحَبَّتَہٗ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِہٖ شَرَابًا سَآئِغًا لَّا نَظْمَاُ فِیْہِ بَعْدَھَآ اَبَدًا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّیْ تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا اَللّٰھُمَّ وَکَمَا اٰمَنْتُ بِہٖ وَلَمْ اَرَہٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْجِنَانِ رُؤْیَتَہٗ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

جو شخص صبح و شام سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے سو حج کیے۔

جو شخص صبح و شام سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو ایسا ہے جیسے اس نے سو مرتبہ جہاد کیا۔

جو شخص صبح و شام سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سو غلام آزاد کئے۔

جو شخص صبح و شام سو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اس سے اس روز کوئی شخص افضل نہ ہو گا سوائے اس شخص کے جس نے یہ کلمات اتنی ہی بار یا اس سے زیادہ کہے ہوں۔ (ترمذی)

ہر کام کی کفایت کے لیے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ o
وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝
وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ
فِی الۡعُقَدِ ۝ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنۡ شَرِّ
الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ ۝ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۝
مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس ہر کام کے لیے کافی ہیں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ان سورتوں کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد تین، تین مرتبہ پڑھنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

عذاب دنیا سے مامون

اس دعا کی برکت سے امت کو عذاب دنیا سے مامون کر دیا گیا۔ (سورۂ نمل ۵۹)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

فتح، مدد، نور و برکت اور ہدایت کا حصول

صبح کی ابتداء میں اس دعا کا پڑھنا، فتح، مدد، نور و برکت اور ہدایت کے حصول کے لیے مفید ہے۔

اَصۡبَحۡنَا وَاَصۡبَحَ الۡمُلۡكُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ
خَیۡرَ هٰذَا الۡیَوۡمِ فَتۡحَهٗ وَنَصۡرَهٗ وَنُوۡرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوۡذُ بِكَ
مِنۡ شَرِّ مَا فِیۡهِ وَشَرِّ مَا بَعۡدَهٗ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصۡبَحۡنَا وَبِكَ اَمۡسَیۡنَا
وَبِكَ نَحۡیٰی وَبِكَ نَمُوۡتُ وَاِلَیۡكَ النُّشُوۡرُ

اس دعا کو شام کے وقت اس طرح پڑھیں:

اَمۡسَیۡنَا وَاَمۡسَی الۡمُلۡكُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ
خَیۡرَ هٰذَا اللَّیۡلِ فَتۡحَهٗ وَنَصۡرَهٗ وَنُوۡرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَهُدَاهُ وَاَعُوۡذُ بِكَ

مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا
وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت یہ پڑھتے تھے۔(ترمذی)

اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَعَلٰى كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا
وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

(شام کے وقت بجائے اَصْبَحْنَا کے اَمْسَيْنَا سے شروع کریں)۔

تمام آفتوں سے حفاظت کے لیے

جو صبح کو پڑھے تو شام تک اور شام کو پڑھے تو صبح تک تمام بلاؤں سے حفاظت میں رہے گا۔(مسند احمد)

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ مَا شَآءَ اللهُ كَانَ وَمَا
لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللهَ
قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

دس نیکیاں، دس گناہ معاف، دس درجات بلند، دس غلام آزاد کرنے کا ثواب، شیطان اور ہر مکروہ چیز سے حفاظت

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ
وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

سو مرتبہ ان کلمات کے پڑھنے والے کے گناہ ساقط ہو جائیں گے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ

وہ کلمات، جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر بہت ہلکے ہیں، (اعمال کی) ترازو میں بہت بھاری ہیں

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ (سو مرتبہ)

دن رات کی نعمتوں کا شکرانہ

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ
وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

(شام کے وقت اَصْبَحَ کی بجائے اَمْسٰی پڑھیں)

اسم اعظم

جو مسلمان کسی حاجت کے وقت اللہ سے دعا کرتا ہے، اللہ قبول فرماتا ہے اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ (تین مرتبہ)

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا کثرت سے مانگتے تھے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ
وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

جسمانی روحانی امراض اور کفر اور فقر سے حفاظت کے لیے

يَا لَطِيْفًا بِخَلْقِهٖ يَا عَلِيْمًا بِخَلْقِهٖ يَا خَبِيْرًا بِخَلْقِهٖ اُلْطُفْ بِیْ
يَا لَطِيْفُ يَا عَلِيْمُ يَا خَبِيْرُ

اور تین مرتبہ اس دعا کے پڑھنے کا اہتمام کریں:

بِسْمِ اللهِ رَبِّیَ اللهُ حَسْبِیَ اللهُ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللهِ اِعْتَصَمْتُ بِاللهِ
فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللهِ مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اَللّٰھُمَّ عَالِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ
وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ
وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا
اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ

وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ عَذَابِ الْقَبَرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

سید الاستغفار، مرتے ہی دخول جنت کا پروانہ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ
وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْٓءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْٓءُ بِذَنْبِيْ
فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

خیر کی طلب اور شر، کاہلی، بڑھاپے، عذاب جہنم اور قبر کے عذاب سے پناہ

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ
شَرِّ هٰذَا الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ
الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبَرِ

شام میں (اَصْبَحْنَا کی بجائے اَمْسَيْنَا، اَصْبَحَ کی بجائے اَمْسٰى، هٰذَا الْيَوْمِ کی بجائے هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اور بَعْدَهٗ کی بجائے بَعْدَهَا) پڑھا جائے۔ (مسلم)

ناگہانی آفتوں سے حفاظت (تین مرتبہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اذکار میں تقصیر کی تلافی کے لیے

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

دنیا اور آخرت کی عافیت اور بھلائی کو حاصل کرنے کے لیے

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ

پورا ہفتہ فتنوں سے محفوظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

جو شخص سوتے وقت ان آیات کو پڑھ کر سوئے گا اس کے بستر سے مکہ مکرمہ تک نور جگمگائے گا کہ جس میں فرشتے بھرے ہوئے ہوں گے اور وہ اس کے اٹھنے تک برابر اس پر رحمت نازل ہونے کی دعا کرتے رہیں گے اور جو شخص اس تمام سورت کو پڑھے گا وہ پورا ہفتہ ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

موت کی دعا کی بجائے یہ دعا مانگی جائے

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ

اگر چہ کیسے ہی شدید مرض میں گرفتار ہو اور زندگی سے بیزار ہو، موت کی دعا نہ مانگے، زیادہ سے زیادہ مذکورہ بالا دعا مانگے۔

ایک جامع دعا (جب اپنے لئے پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ
الْحَيَاةَ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ

جب دوسرے کے لئے پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِهٖ مَا عَلِمْتَ
الْحَيَاةَ خَيْرًا لَّهٗ وَتَوَفَّهٗ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لَّهٗ

ہر بیماری سے شفاء

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی امیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ ہر بیماری سے شفاء اس ڈبہ میں ہے، اس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجْعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ
عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ
الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجْعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ
اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی طبیب کا محتاج نہیں ہوا، یہ دعا سر درد کے لیے مفید و مجرب ہے۔ (حیاۃ الحیوان: جلد ۱ صفحہ ۴۰)

دشمن کے شر سے حفاظت کے لیے

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاھُمْ بِمَا شِئْتَ وَبِمَنْ شِئْتَ وَکَیْفَ شِئْتَ
اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا شَرَّہٗ

قرض کی ادائیگی کے لیے

(فجر اور مغرب کے بعد ۱۱ مرتبہ، باقی نمازوں کے بعد تین مرتبہ اول آخر تین مرتبہ درود شریف)

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

ستر ہزار فرشتوں کی دعا اور شہادت کی موت کے لیے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
ھُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِیْمُ ھُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ
الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
یُشْرِکُوْنَ ھُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی
یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

ادائے قرض کے لیے مجرب نسخہ (سونے سے قبل ایک بار) غلام اور لونڈی کے حصول سے بہتر

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ
کُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ
وَالْفُرْقَانِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ
دُوْنَكَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ

جن بھوت سے حفاظت کے لئے

آیت الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

پھر یہ آیات پڑھے:

حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ

سحر سے حفاظت کے لیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّآتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَّ بِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَءَ وَذَرَءَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ

اس سورت کا مریض پر پڑھنا چاہے مرض کیسا ہی لا علاج کیوں نہ ہو شفاء کا باعث ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے جو کوئی صبح کے وقت سورۂ انعام کی شروع کی تین آیات کا ورد رکھے گا، تو اللہ

تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے نگہبان مقرر فرمائے گا جو ہمیشہ اس کی حفاظت کریں گے، اس مقدس سورت کی تلاوت کرنے والے کے نامہ اعمال میں قیامت تک روزانہ ان فرشتوں کے اعمال کا ثواب لکھا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سورۂ انعام کی پہلی تین آیات مَا تَكْسِبُونَ تک پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے چالیس فرشتے مقرر فرمادے گا، جو قیامت تک اپنی عبادت کی طرح اس کے لیے عبادت کا ثواب لکھتے رہیں گے اور آسمان سے ایک فرشتہ اترتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے، جب شیطان اس بندہ کے دل میں وسوسہ ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ اس شیطان کو ایک ضرب لگاتا ہے تو شیطان اور بندے کے درمیان ستر پردے حائل ہوجاتے ہیں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے سائے میں چل اور میری جنت کے پھل کھا اور کوثر کا پانی پی اور سلسبیل کے پانی سے غسل کر تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔

ستر ہزار فرشتوں کا استغفار

جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے اور یہ دعا پڑھے، تو اللہ پاک بذات خود اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ بِحَقِّ مَمۡشَایَ ھٰذَا فَاِنِّیۡ لَمۡ اَخۡرُجۡ اَشَرًا وَّلَا رِیَآءً وَّلَا سُمۡعَةً وَّخَرَجۡتُ اِتِّقَآءَ سَخَطِكَ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِكَ فَاَسۡئَلُكَ اَنۡ تُعِیۡذَنِیۡ مِنَ النَّارِ وَاَنۡ تَغۡفِرَلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ اِنَّهٗ لَایَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّآ اَنۡتَ

پریشانی دور کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا، اس طرح کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے میرا یہ حال کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں، وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی، وہ کلمات یہ ہیں:

تَوَكَّلۡتُ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِیۡرًا

اس کے کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے تو اس کو اچھے حال میں پایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا، اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں پابندی سے ان کلمات کو پڑھتا ہوں۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۳۵)

ہر چور، دشمن، چیرنے پھاڑنے والے جانور اور ہر رینگنے والے جانور سے حفاظت

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ آیتیں پڑھے گا اس کی ہر چور سے، دشمن سے، چیرنے پھاڑنے والے جانور سے اور ہر رینگنے والے جانور سے حفاظت کی جائے گی، میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَا يَـــُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ ۨالۡكَوَاكِبِ وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ لَّا يَسَّمَّعُوۡنَ

اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ
اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ يُرْسَلُ
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ
وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

دعاء حضرت ابوالدرداؓ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ
الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ
اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ
بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

ستر والی جگہوں پر بیماری سے حفاظت کے لیے

جو شخص **یَامَلِكُ یَا قُدُّوْسُ** ہر روز صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرے گا، ان شاء اللہ کبھی کسی گندے مرض جیسے بواسیر، ناسور، وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوگا، کبھی اس کے پردے یا شرم کی جگہ کوئی زخم یا بیماری نہ ہوگی اور کبھی اس کو کوئی شرم وحیاء کی جگہ کسی غیر کو دکھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

جادو کو دور کرنے کے لیے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِیْرٌ وَّاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰی مَا جِئۡتُمۡ بِہِ السِّحۡرُ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبۡطِلُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ وَیُحِقُّ اللّٰہُ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ فَغُلِبُوۡا ہُنَالِکَ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِیۡنَ وَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رَبِّ مُوۡسٰی وَہٰرُوۡنَ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی

سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس اول آخر درود شریف گیارہ مرتبہ، پھر تمام آیات مع چاروں قل گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرلیں اس میں سے کچھ پانی پی لیں باقی پانی دوسرے پانی میں ملا کر اس سے غسل کرلیں، یہ عمل مسلسل ۴۱ اکتالیس دن تک کریں۔

دعا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ (دشمن سے حفاظت کے لیے)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَا عَلِیۡمُ یَا حَلِیۡمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیۡمُ اِنَّا عَبِیۡدُکَ وَفِیۡ سَبِیۡلِکَ نُقَاتِلُ عَدُوَّکَ اِسۡقِنَا غَیۡثًا نَّشۡرَبُ مِنۡہُ وَنَتَوَضَّأُ فَاِذَا تَرَکۡنَاہُ فَلَا تَجۡعَلۡ لِّاَحَدٍ فِیۡہِ نَصِیۡبًا غَیۡرَنَا وَاجۡعَلۡ لَّنَا سَبِیۡلًا اِلٰی عَدُوِّکَ یَآ اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ یَا حَکِیۡمُ یَا کَرِیۡمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا حَیُّ یَا مُحۡیِیۡ یَا قَیُّوۡمُ یَا ذَا الۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ یَا رَبَّنَا

دعا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(برائے برکت کثیر وحفظ جان و مال اور ہر شر وآفت سے حفاظت)

بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفۡسِیۡ وَدِیۡنِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی اَہۡلِیۡ وَمَالِیۡ وَوَلَدِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی مَا اَعۡطَانِیَ اللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیۡ لَا اُشۡرِکُ بِہٖ شَیۡئًا اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعۡظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحۡذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیۡرُکَ اَللّٰہُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّ

نَفۡسِیۡ وَمِنۡ شَرِّ کُلِّ شَیۡطَانٍ مَّرِیۡدٍ وَّمِنۡ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ
فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ
الۡعَظِیۡمِ اِنَّ وَلِیِّ اللّٰہُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ

ہر شریر کے شر اور شر والے جذبات سے تحفظ کے لیے (۱۰۰ مرتبہ)

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ

اور ایک مرتبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِہٖ اَذًی بِسۡمِ اللّٰہِ الۡکَافِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ
الۡمُعَافِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِہٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی
السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفۡسِیۡ وَدِیۡنِیۡ وَبِسۡمِ
اللّٰہِ عَلٰی اَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ اَعۡطَانِیۡہِ رَبِّیۡ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ
اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِمَّا اَخَافُ وَاَحۡذَرُ اَللّٰہُ رَبِّیۡ
لَا اُشۡرِکُ بِہٖ شَیۡئًا عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَآؤُکَ وَتَقَدَّسَتۡ اَسۡمَآؤُکَ
وَلَا اِلٰہَ غَیۡرُکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ
وَّشَیۡطَانٍ مَّرِیۡدٍ وَّمِنۡ شَرِّ قَضَآءِ السُّوۡٓءِ وَمِنۡ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنۡتَ
اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ

برائے یرقان

سورۂ کوثر اکتالیس ۴۱ مرتبہ پڑھ کر دم کریں پھر اکتالیس ۴۱ مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں، پھر دم کریں ان شاء اللہ اس سے یرقان کا اثر ٹوٹ جائے گا۔

وَعَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا

برائے شوگر

اول آخر سات مرتبہ درود شریف پھر سات مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، پھر سات مرتبہ سورۂ طارق کی آیت اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ، پھر سورۂ عادیات مکمل ایک بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ساتھ ہر کھانے پینے کی چیز پر دم کر کے کھائے پیئے ان شاء اللہ شوگر فوری طور پر کنٹرول ہوگی۔

برائے جملہ امراض

❶ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔

❷ روزانہ اہتمام کے ساتھ ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص۔

❸ ایک ہزار مرتبہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حج یا عمرہ میں رکاوٹ پر

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ
بَلَدِ اللّٰهِ الْحَرَامِ وَبَلَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

ہر چیز سے حفاظت کے لیے

جمعہ کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھے ہوئے سات مرتبہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے، سارا ہفتہ حفاظت رہے گی۔

برائے کینسر (ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

جنت میں ٹھکانہ، حاجتوں کا پورا ہونا اور ہر شر اور شریر سے حفاظت

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ آل عمران کی یہ آیتیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ تُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَتُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ وَتُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ

(اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہیں) اور ان کی شفاعت قبول کی گئی، ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو یہ عرش کے ساتھ چمٹ گئیں اور عرض کرنے لگیں، یارب تُو ہمیں زمین پہ اپنے نافرمانوں کی طرف بھیجنے لگا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میری عزت وجلال اور بلند مرتبہ کی قسم جو بندہ بھی تمہیں ہر نماز کے بعد پڑھے گا، میں جنت اس کا ٹھکانا بناؤں گا، چاہے جیسی بھی حالت میں ہو، اور حظیرۃ القدس میں اسے سکونت دوں گا اور روزانہ ستر مرتبہ اپنی چھپی ہوئی آنکھ سے اس کی طرف خاص نظر رحمت کروں گا اور روزانہ اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا، سب سے کم درجہ کی حاجت مغفرت ہے اور اسے ہر دشمن وحاسد سے پناہ میں رکھوں گا اور دشمنوں اور شریروں کے مقابلہ میں اس کی مدد کروں گا اور اس کے جنت میں داخل ہونے سے رکاوٹ صرف موت ہوگی۔

دعاؤں کی قبولیت اور ہر مومن کے بدلے نیکی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) جو شخص روزانہ ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے استغفار یعنی

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

پڑھا کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا، جن کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور جن کی وجہ سے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے اور اللہ اس کے لیے ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیں گے۔

ہر ناگوار چیز سے حفاظت

اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ استغفار پچیس مرتبہ پڑھے تو کسی قسم کی کوئی ناگوار بات نہیں دیکھے گا، نہ اپنے گھر میں، نہ اپنے اہل وعیال میں، نہ اپنے محلہ میں، نہ اپنے شہر میں اور نہ اپنے محل قیام میں۔

بہترین دعا

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةً عَامَّةً اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ

ابدال کی فہرست میں شمولیت

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ

حلیہ میں معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص روزانہ یہ دعا دس مرتبہ مانگا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ابدال (اپنے قریب ترین لوگوں) کی فہرست میں لکھ دیتے ہیں۔

ہر نقصان سے حفاظت

حدیث پاک میں ہے کہ جو یہ پڑھ لے گا تو اسے کسی قسم کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔

بِسْمِ اللهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ

جہنم سے آزادی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص

ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کا ایک چوتھائی حصہ دوزخ سے بری کر دیتے ہیں اور اگر دو مرتبہ کہے، تو اس کے جسم کا آدھا حصہ جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور اگر چار مرتبہ یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر دوزخ سے بری کر دیتے ہیں۔

سارے گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر جو شخص بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ایک مرتبہ کہے تو اس کے سارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا عہد

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا کہ اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ کیا تم میں سے ہر ایک عاجز ہے اس بات سے کہ صبح و شام اللہ سے عہد کرے، پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ عہد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا صبح و شام یہ کلمات کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تُقَرِّبْنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاَنِّيْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِيْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

جب کوئی شخص ان کلمات کو کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگا دیتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا، تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے؟ تو ان کلمات کو کہنے والا کھڑا ہوگا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

ہر قسم کی بیماری سے شفاء اور بے انتہاء فوائد کا حصول

جس نے یٰسین شریف کو لکھ کر پی لیا، اس کے اندر ایک ہزار دوائی، ایک ہزار نور، ایک ہزار یقین، ایک ہزار رحمت، ایک ہزار شفقت و رأفت اور ایک ہزار ہدایت داخل کر دی گئی اور اس کے اندر سے ہر قسم کی بیماری اور کھوٹ کو نکال دیا گیا، امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی الحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مسنداً ذکر فرمایا ہے۔

چھ انعامات

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں مذکور مَقَالِيْدُ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! تم نے عظیم المقالید کے بارے میں پوچھا، وہ یہ ہے کہ تم جب صبح کرو تو دس مرتبہ یہ کہہ لیا کرو اور جب شام کرو تو دس مرتبہ یہ کہہ لیا کرو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
يُحْيِ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

جو ان کلمات کو صبح وشام دس دس مرتبہ کہہ لے اللہ تعالیٰ اسے چھ انعامات سے نوازتے ہیں:

① شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت فرماتے ہیں، لہٰذا شیطان اور اس کے لشکر کا اس پر کوئی تسلط نہیں ہوتا۔

② جنت میں اسے قنطار عطا فرمائیں گے، جو اپنے وزن میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگا۔

③ اس کو ایسے درجہ میں بلند کریں گے کہ جس میں صرف ابرار ہی پہنچیں گے۔

④ حور عین سے اس کی شادی کریں گے۔

⑤ بارہ ہزار فرشتے اس کے پاس حاضر ہو کر پھیلے ہوئے باریک چمڑے پر ان کلمات کا ثواب لکھیں گے اور قیامت کے دن اس کو لے کر اس شخص کے لیے حاضر ہوں گے۔

⑥ اس کے کہنے والے کے لیے اتنا اجر ہے گویا کہ اس نے تورات، انجیل، زبور اور فرقان پڑھا اور اس شخص کی طرح جس نے حج وعمرہ کیا اور اللہ نے اس کے حج اور عمرہ کو قبول فرما لیا، اور اگر اس دن یا اس رات یا اس مہینہ

میں مرگیا تو شہداء کی مہر اس پر لگا دی جائے گی۔ (امام قرطبی نے سورۃ الزمر کی اس آیت کے ذیل میں اس کو ذکر کیا احکام القرآن)

چھ نعمتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! قرآن کریم کی آیت لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں) اس سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان اور زمین کی کنجیوں سے یہ کلمات مراد ہیں:

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ اَلۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالۡبَاطِنُ بِیَدِہِ الۡخَیۡرُ یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

اے عثمان! جو شخص یہ کلمات صبح و شام دس مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے چھ نعمتوں سے نوازیں گے۔

۱ شیطان اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

۲ اس کو اجر و ثواب کا بڑا ڈھیر دیا جائے گا۔

۳ حور عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔

۴ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۵ وہ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

۶ بارہ فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہوں گے اور اس کو جنت کی بشارت سنائیں گے، اس کو قبر سے عزت و احترام کے ساتھ لے جائیں گے، اگر وہ قیامت کے ہولناک حالات سے گھبرائے گا تو فرشتے اس کو تسلی دیں گے اور کہیں گے کہ گھبراؤ نہیں تم قیامت کی ہولناکیوں سے امن میں رہنے والوں میں ہو، پھر اللہ تعالیٰ اس سے آسان ترین حساب لیں گے اور جنت میں لے جانے کا حکم دیں گے، چنانچہ فرشتے اس کو میدان حشر سے جنت کی طرف اس طرح عزت و احترام سے پہنچائیں گے، جیسے دلہن کو لے جایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اس کو جنت میں داخل کر دیں گے، جب کہ دوسرے لوگ حساب و کتاب کی شدت میں مبتلا ہوں گے۔ (روح المعانی ص ۲۲ ج ۲۴)

ستر انبیاء علیہم السلام کا ثواب اور بے شمار نیکیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایماندار بندہ آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی قبروں میں سے ہر ایک قبر میں چالیس نور داخل کرتا ہے اور اُن کی قبروں کو نہایت وسیع وفراخ کر دیتا ہے، پڑھنے والوں کو ستر نبیوں کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ہر ہر حرف کے عوض ایک ایک درجہ بڑھتا اور ہر ایک مردہ کے عوض دس دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، نیز ایک حدیث صحیح میں یوں آیا ہے کہ جو شخص گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو ان مُردوں کے شمار کے موافق اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔ (کذا فی الدر المختار)

عذاب میں تخفیف اور شفاعت

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ تکاثر پڑھ کر مُردوں کو اس کا ثواب بخشے گا، تو مردے قیامت کے روز اس کے لیے شفیع ہوں گے۔

سورۂ یٰسین پڑھ کر مُردوں کو اس کا ثواب بخشنے سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور اس کو بھی مردوں کے شمار کے موافق ثواب ملتا ہے۔ (کذا فی الشانی نقلاً عن البحر)

ہر موذی مرض سے شفاء کے لیے

بِسۡمِ اللّٰهِ رَبِّیَ اللّٰهُ حَسۡبِیَ اللّٰهُ تَوَكَّلۡتُ عَلَی اللّٰهِ اِعۡتَصَمۡتُ بِاللّٰهِ
فَوَّضۡتُ اَمۡرِیۡٓ اِلَی اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

شہادت کی موت کے لیے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ
اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ

كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

بہترین درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَآ اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ
وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ
بِعَدَدِ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ

اور ''ازھار'' میں علاوہ دوسری کتابوں کے ایک جملہ اور بھی منقول ہے:

وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ

دس مرتبہ یہ کہے: (حصن حصین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک اور پڑھنے والے کی قبر کے درمیان طاقچہ کھول دیا جائے گا۔

(نماز فجر اور مغرب کے بعد ۳۳ مرتبہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً

طاعت الٰہی وتوفیق میں نفس کاہل نہ ہوگا اور زوال ایمان کے خطرے سے محفوظ ہوگا۔

(دن میں اور رات میں پچاس، پچاس مرتبہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِكَ

ظالم حاکم سے نجات کے لئے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

الَّذِیۡ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡمُمۡسِکُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَی الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ مِنۡ شَرِّ عَبۡدِكَ وَفُلَانٍ وَّجُنُوۡدِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ وَاَشۡیَاعِہٖ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَللّٰھُمَّ کُنۡ لِّیۡ جَارًا مِّنۡ شَرِّھِمۡ جَلَّ ثَنَآءُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَلَآ اِلٰہَ غَیۡرُكَ

جماعتوں کو ویزے کے حصول میں آسانی کے لیے

سب جماعتیں تین یوم لگاتار دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون دس مرتبہ، دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ، پھر سلام کے بعد سجدہ میں دس مرتبہ درود ابراہیمی، دس بار تیسرا کلمہ پورا، دس بار رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا اخیر تک پڑھ کر کے دعا کر کے جائیں، اس کے بعد دعا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ پڑھیں۔

مرتے دم تک صحیح سلامت رہنے کا نسخہ

جو شخص چاہے کہ مرتے دم تک اس کے تمام اعضاء درست رہیں، اور وہ تندرست رہے تو یہ آیت روزانہ تین مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاَقِمۡ وَجۡھَكَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡھَا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ذٰلِكَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

لاعلاج امراض کا علاج

حضرت بغویؒ اور حضرت ثعلبیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے بیمار کے پاس سے ہوا جو سخت امراض میں مبتلا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مومنون کی درج ذیل آیتیں پڑھیں، وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ لَا بُرۡھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ

الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (قرطبی، مظہری بحوالہ معارف القرآن: جلد ۶ صفحہ ۲۳۸)

تنبیہ: مذکورہ فضائل و درجات کے حصول کے لیے ہر گناہ سے بچنا اور مکمل دین داری اختیار کرنا اور آیات وادعیہ کو پورے دھیان و توجہ سے پڑھنا انتہائی ضروری ہے۔

متفرق آیتیں جن کو حاجی عبدالوہاب صاحبؒ روزانہ پڑھتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ

یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو کر رہے، اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے، اسی کی پسندیدہ روش پر چلے اور اس کی طرف آنے کی دعوت دے، اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں مؤثر ہو، جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے، بذاتِ خود اس پر عامل ہو، خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے، اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے ہیں اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نورِ بصیرت عطا فرماتا ہے، اور اپنے قرب و رضا اور جنت کی راہیں سجھاتا ہے، جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں، اسی قدر ان کی معرفت اور انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے، اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ جن کا دوسروں کو احساس تک نہیں ہوتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ

اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درستی پر لانے کے لیے پوری محنت کرو، جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو، آخر دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لیے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو، یہ تو دین کا اور آخرت میں دائمی کامیابی کا راستہ ہے، جس میں جس قدر محنت برداشت کی جائے تھوڑی ہے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سب سے اعلیٰ وافضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت عنایت کی، تمام دنیا میں خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے تم کو چھانٹ لیا اور سب امتوں پر فضیلت بخشی۔

اسی طرح مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور امتوں کو سکھاؤ رسول تم کو سکھائے اور یہ امت جو سب سے پیچھے آئی یہی غرض ہے کہ تمام امتوں کی غلطیاں درست کریں اور سب کو سیدھی راہ بتائے، گویا جو مجد و شرف اس کو ملا ہے وہ اس لئے کہ یہ دنیا کے لیے معلم بنے اور تبلیغی جہاد کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے، اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہ مقدر ہو چکا تھا جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت بھی جملہ امم و اقوام پر گویا سبقت لے جائے گی، کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکمل پیغمبر نصیب ہوگا، ادوم و اکمل شریعت ملے گی، علوم و معارف کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے، ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شاخیں اس کی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی، وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی، بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم اور انسانی زندگی کے لاتعداد شعبوں کو محیط ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لا کھڑا کر دے، اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مسجد وار جماعت کے امور

1. ہفتہ کے دو گشت۔
2. روزانہ کی تعلیم گھر اور مسجد کی۔
3. مہینہ کے تین یوم۔

۴ روزانہ ڈھائی گھنٹہ کی محنت۔

۵ روزانہ مشورہ کے لیے بیٹھنا۔

محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کے لیے جڑ کر فکر کے لیے بیٹھنا، ڈھائی گھنٹے اعمال دعوت کو زندہ کرنے کی گھر گھر محنت کرتے ہوئے ان اعمال میں لگنا، ایک موقعہ پر فرمایا یہ ڈھائی گھنٹے تو کم از کم ہیں، اگر کوئی اس سے زیادہ دے تو قبول کرو۔

ٹنڈو آدم اسٹیشن پر فرمایا: یہ ہر ہر امتی کا کام ہے۔

نواب شاہ اسٹیشن پر فرمایا: کہ یہ چلے، تین چلے کا کام نہیں، یہ تو موت تک ساری زندگی کا کام ہے، باہر نکل کر اس کی مشق کرنی ہے اور کرانی ہے اور عادت ڈالنی ہے اور ڈلوانی ہے۔

مسجد وار کام کے امور

۱ ہفتہ کے دو گشت: ہر گشت سے نقد جماعتیں نکالنے کی کوشش اور دوسرے گشت کے ذریعہ شہر کی تمام مساجد میں مقامی جماعتیں بنا کر کام کو اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

۲ روزانہ مسجد اور گھر کی تعلیم: مسجد کی تعلیم کے علاوہ گھر میں روزانہ تعلیم ہو، تاکہ اعمال کا شوق بڑھے اور مستورات اپنے مردوں کے ذریعہ علماء سے مسائل پوچھ کر گھر کی ۲۴ چوبیس گھنٹے کی زندگی دین کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔

۳ مہینہ کے تین دن: ہر ساتھی مہینہ میں تین دن پابندی کے ساتھ لگائے، پرانے احباب اپنے ساتھ محلہ کے نئے ساتھیوں کو لے کر نکلنے کی کوشش کریں، سہ روزہ سے اپنی بستی کے مضافات میں پانچ کوس تک ہر بستی کی تمام مساجد میں جماعتیں بنا کر کام اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

۴ روزانہ ڈھائی گھنٹے کی محنت: اعمال دعوت کو زندہ کرنے کی گھر گھر محنت کرتے ہوئے ان اعمال میں لگنا، ڈھائی گھنٹے تو کم از کم ہیں، زیادہ کے لیے بھی کہا جائے اور جو زیادہ دے اسے قبول کیا جائے تاکہ مسجد ۲۴ چوبیس گھنٹے مسجد نبوی کے نہج پر آباد رہے، جس میں ایمان کی دعوت، فضائل کے حلقے، جماعتوں کی بیرون ملک اور اندرون ملک روانگی اور آمد، علم و ذکر، آنے والوں کی تعلیم و تربیت اور مہمان نوازی سب شامل ہے، ساتھیوں کا کھانا اور سونا گھر میں ہو۔

۵ روزانہ مشورہ کے لیے بیٹھنا: محلہ میں پاکیزہ اعمال کو زندہ کرنے کے لیے فکر کے لیے بیٹھنا، سارے عالم میں دعوت، نماز، تلاوت، ذکر و دعا، عبادت اور حسن اخلاق کو سو فیصد زندہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہر مسلمان کی ۲۴ چوبیس گھنٹے کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں پر آ جائے۔

تعلیم کا موضوع

ہمارے دل اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے اثر لینے والے بن جائیں، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا نور ہمارے دل میں آ جائے، اللہ جل شانہ کے وعدوں کا یقین ہمارے دلوں میں پیوستہ ہو جائے، فضائل کے شوق سے اللہ کی رضا کے لیے اعمال کرنے والے بن جائیں۔

بھائی فاروق صاحب بنگلور والے سے بات کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سارے عالم کی ذمہ داری ہم پر ہے اس کا ہمیں احساس ہو، اس ذمہ داری میں جو ہم سے کمی ہوئی ہے اس کو سامنے رکھ کر استغفار کریں اور ناامیدی کی کیفیت نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے حسن ظن ہو، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر کام کا ایک مزاج ہوتا ہے، ہمارے کام کا مزاج یہ ہے کہ پہلے اللہ تبارک تعالیٰ سے اپنے آپ کو قبول کروالے۔

نواز شریف جب تیسری مرتبہ وزیر اعظم بن کر ملنے آئے تو انہیں یہ لکھ کر دیا تھا کہ اَلْمَعُوْنَةُ بِقَدْرِ الْمَؤُوْنَةِ یعنی مدد بقدر ذمہ داری کے ہے، انفرادی، شخصی غلطی کوتاہی کی توبہ بھی انفرادی ہی ہے لیکن جب ذمہ داری بڑی ہو جائے تو اس کی غلطی بھی انفرادی نہیں رہتی بلکہ اجتماعی بن جاتی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے پوری قوم کی طرف سے روزانہ استغفار ہو (افسوس اس پر عمل نہ کر کے مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہوا) کیونکہ مصائب و پریشانی کی جتنی شکلیں ہیں یہ سب اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ہیں، اس سے بچنے کی صورت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا ہے کہ جب تک آپ ان میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا، اس بناء پر روزانہ کم از کم ۳۰۰ مرتبہ پوری قوم بلکہ پوری امت کی طرف سے استغفار کریں اور اپنے متعلقین سے بھی یہ کروائیں اور روزانہ کم از کم دو رکعت تہجد کے وقت یا اشراق کے وقت صلوۃ التوبہ اور صلوۃ الحاجت ایک ہی نیت کے ساتھ پڑھ کر اللہ سے یہ دعا مانگا کریں کہ اے اللہ تو ہم سے اور ہمارے تمام ساتھیوں سے اپنی منشاء کے مطابق کام لے لے اور ہمیں پورے دین پر چلنے کی توفیق دے دے، اب تک جو ہم سے کوتاہیاں ہوئیں ہیں

سب معاف فرما دے، جو خیر اور بھلائی میں مدد کرنے والے ہیں ان کو آگے لے آ، جو شر اور برائی وفتنہ پیدا کرنے والے ہیں ان کو مجھ سے دور کر دے اور ان کے شر سے پوری امت کو محفوظ فرما۔

بے نمازی کی نہ اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور نہ دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے کسی بے نمازی کو بڑی ذمہ داری نہ دی جائے، اگر ذمہ داری دینی ہے تو پہلے نماز پر ڈالا جائے، مظلوم کی آہ سے بچیں کیونکہ مظلوم خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کی آہ آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش پر پہنچتی ہے، پوری قوم سے بار بار توبہ استغفار اور نماز کی درخواست کرتے رہیں، اس سے اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ دعوت ہے اور اللہ کی مدد داعی کے ساتھ ہے۔

مرثیہ

(از مولوی ضرار بن فہیم)

مسافر رہے وہ جہاں بھی رہے وہ
خدا کی زمیں پہ عجب ہی رہے وہ
فخر تھا زمیں کو عبادت پہ جن کی
زمیں ڈھونڈتی ہے کہاں کھو گئے وہ
کبھی مشکلوں میں نظر جو بھٹکتی
خدا کا اشارہ دلاتے رہے وہ
نہ کھانے کی فرصت نہ سونے کی چاہت
ہمیں بس خدا سے ملاتے رہے وہ
عقل کو جہاں سے گماں بھی نہیں ہو
وہاں سے سبھی کو دلاتے رہے وہ
سنو تم، سنو تم، یہ کہتا ہوں سب سے
کفر سے سبھی کو بچاتے رہے وہ
یقیں کا سمندر مجسم تھا ایماں
وجودِ بشر کو جِلاتے رہے وہ
میں جاؤں کہاں اب، کہاں ان کو پاؤں
بچھڑ کے جہاں کو رلاتے رہے وہ
کسے درد دل میں سناؤں خدایا
دوا درد دل کی پلاتے رہے وہ